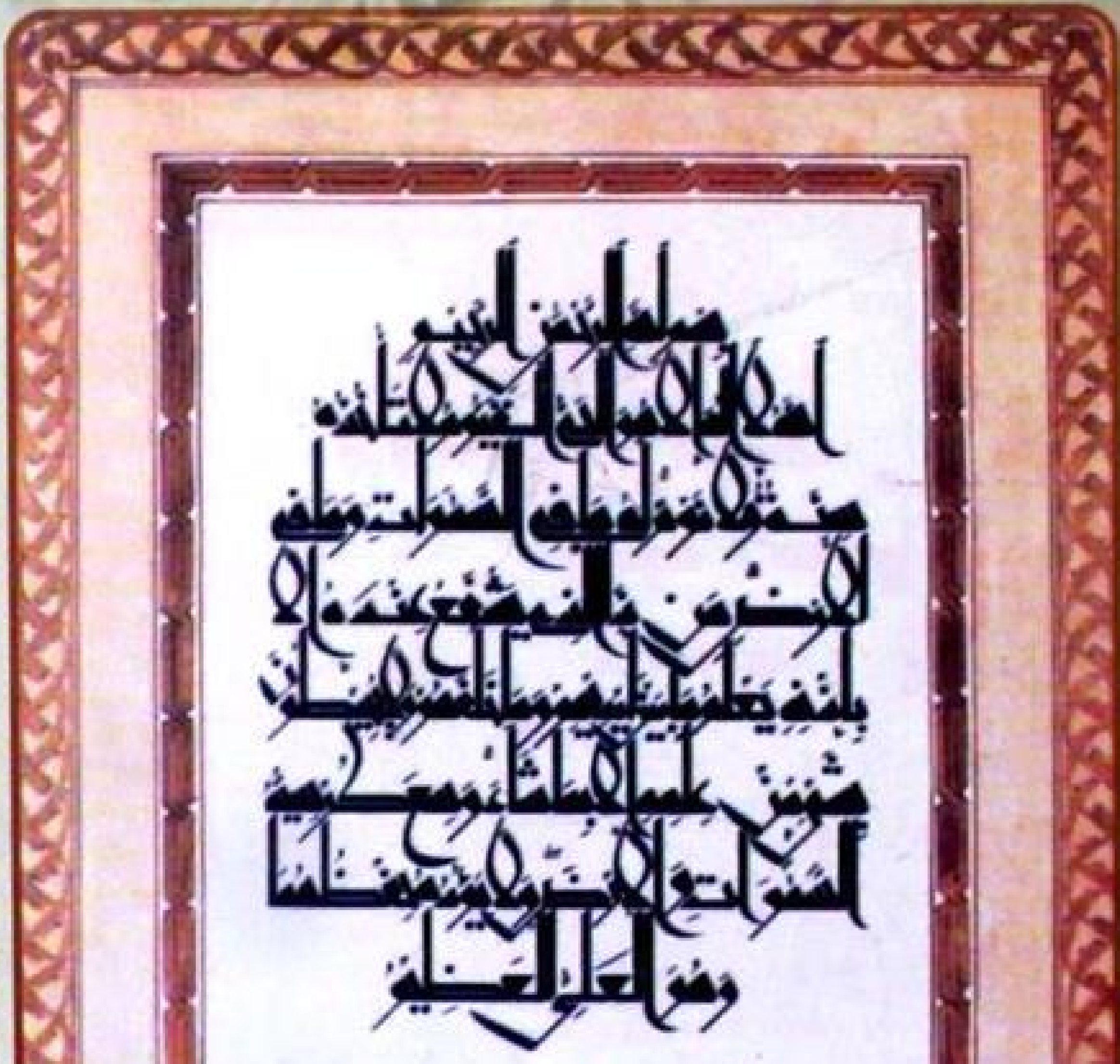
شاہ ولی اللہؒ کے مآخذ

کتب و شخصیات



پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی

شاہ ولی اللہؒ کے مآخذ

کتب و شخصیات

پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی
سابق صدر/ ڈائرکٹر ادارہ علوم اسلامیہ
شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل
مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

شاہ ولی اللہ اکیڈمی، پھلت-۲۵۱۲۰۱

تالیف : شاہ ولی اللہؒ کے مآخذ: کتب وشخصیات

مولف : محمد یٰسین مظہر صدیقی

صفحات : ۲۶۴

اشاعت اول : ۵/مارچ ۲۰۱۰ء

ناشر : حضرت شاہ ولی اللہ اکیڈمی، پھلت-۲۵۱۲۵۱

کمپوزنگ : یگانہ کیلیگرافرس، شمشاد مارکیٹ،

اے ایم یو، علی گڑھ......رابطہ9358299602

قیمت : ایک سو روپے

ملنے کا پتہ:

مکتبہ شاہ ولی اللہ

B1/25 رحمان کامپلکس بٹلہ ہاؤس، چوک جوگابائی

جامعہ نگر، اوکھلا نئی دہلی 110025 موبائل: 9899166988

Shah Waliullah Ke Maakhiz-Kutub-o-Shakhsiyat

By

Prof.Dr.M.Yasin Mazhar Siddiqui

Ex-Chairman / Director

Institute of Islamic Studies

&

Director, Shah Waliullah Dehlavi Research Cell

A.M.U. Aligarh-202 002 (INDIA)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

فکرِ حضرت شاہؒ کے شارح وترجمان

حضرت مولانا سعید احمد پالن پوری مدظلہ العالی

کے نام

فہرست

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العٰلمین ہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین و خاتم النبین ہ
و علیٰ آلہ و اصحابہ الطاہرین ہ و من تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین ہ

تقدیم

پچھلے لوگ اگلے بزرگوں سے علم و عمل سیکھتے ہیں جس طرح بعد کے اہلِ قلم اپنے پیشرؤوں سے فیض پاتے ہیں۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کے ثبوت کے لیے کسی شہادت، گواہی اور سند کی ضرورت نہیں کہ وہ خود بولتی ہے۔ پیشرو مآخذ و مراجع سے تو بعد کی الہامی کتابیں اور ربانی صحیفے بھی اکتسابِ فیض کرتے ہیں. اور اس کا اعتراف بھی کرتے ہیں۔ عظیم ترین اور صحیح ترین کتابِ الٰہی قرآن کریم نے جا بجا اپنی پیشرو کتبِ سماوی- تورات و انجیل و زبور وغیرہ- کی تعلیمات، اصول و ضوابط، ہدایات و احکام اور مختلف دیگر حقائق کا ذکر بہت وضاحت سے مختلف امور کے حوالے سے کیا ہے۔

کتبِ سماوی اور صحفِ ربانی کا ایک امتیاز یہ ہے کہ وہ ایک ہی سرچشمہ -علمِ الٰہی- کی تحریریں ہیں۔ اس علم و ہدایت کا منفرد امتیاز یہ ہے کہ وہ قطعی اور حتمی ہے اور اس میں کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش نہیں۔ اس کے باوجود صحیفۂ الٰہی کے اولین مخاطبین اور اس کے حامل پیغمبر علیہ السلام کی قوم کی رعایت

سے ارتقاء کا فرق ملتا ہے۔ قرآن مجید آخری، قطعی اور محفوظ کلام الٰہی ہونے کی وجہ سے ان تمام کتب سماوی تعلیمات و ہدایات کا کامل ترین نسخہ ہے۔ اس میں کامل ارتقاء اس بنا پر ہے کہ وہ آفاقی اور ابدی ہے تاہم اس میں بھی گذشتہ کتب کی تعلیمات کی تصدیق ملتی ہے۔

انسانی علم و فضل اسی الٰہی علم کے بحرِ ناپیدا کنار کا ایک قطرہ ہے مگر کیا خوب بارآور قطرۂ علم ہے۔ اسے بالعموم اکتسابی اور وہبی خانوں میں بانٹا جاتا ہے: اول الذکر انسان اپنے حواس خمسہ سے حاصل کرتا ہے اور وہبی اپنے وجدان و ذوق فراواں سے جسے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے حواسِ خمسہ باطنہ کا نام دیا ہے اور جو ظاہری حواس کے مماثل متبادل ذرائع علم ہیں۔ ان کے ذریعہ پیغمبر وحی الٰہی کی متعدد قسمیں جناب الٰہی سے وصول فرماتا ہے اور صاحبانِ دل و جذب اپنے الہام و القاء وغیرہ کے باطنی ذرائع سے عالم ملکوت کے علوم سے فیضان پاتے ہیں۔

ان دونوں انسانی اقسامِ علم میں اصلاً تو فیضانِ الٰہی ہی کی کارفرمائی اصل وجہ اور بنیادی سرچشمہ ہے لیکن عالم انسانیت میں ظاہری اسباب و وجوہ کی بنا پر انسان اپنے پیشرؤوں کے خیالات و مقالات سے اکتساب کرتا ہے۔ اکتسابی علم کے معاملے میں پیشرؤوں سے فیض پانے اور ان کے افکار و خیالات اور تحریروں سے فائدہ اٹھانے کی بات سمجھ میں آتی ہے مگر وہبی علم کے میدان میں پیشرؤوں سے اکتساب کی بات بہ آسانی سمجھ میں آنے والی نہیں ہے۔ اس میں یہ خیال و فکر رکاوٹ بنتا ہے کہ وہبی علوم تو براہِ راست عالمِ ملکوت سے اتصال کی بنا پر خالص فیضان الٰہی کے سبب ملتے ہیں۔

راست فیضانِ الٰہی کی کارگزاری اپنی جگہ قائم و دائم ہے اور اس کی علمی طراوش بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے مگر پیشرو صاحبانِ الہام و القاء اور اگلے حاملین علومِ عرفانی ان علوم و تجربات کو اپنے جانشینوں کو منتقل کرتے ہیں۔ وہبی علوم و تجربات کا ایک نسل عارفین سے دوسری نسل صادقین کی طرف انتقال دو طرح سے

بالعموم ہوتا ہے: ایک زبانی ترسیل وتعلیم کے ذریعہ جو تعلیم وتربیت کا شاید سب سے مؤثر ذریعہ ہے کہ دل و دماغ میں خوب گھر کر جاتا ہے۔ دوسرا تحریر و نگارش کے واسطہ سے جو دل و دماغ میں اتنا پیوست نہیں ہوتا تاہم کاغذ و قرطاس پر ثبت ہوکر مدام بن جاتا ہے۔

وہبی اور اکتسابی علوم کے تجربات جو معلومات کی شکل میں آتے ہیں وہ ٹھوس مادہ علم و عرفان بن جاتے ہیں پھر وہ دونوں شکلوں میں - زبانی اور تحریری صورتوں میں - پیشرؤوں کے علوم کو ان کے جانشینوں تک پہنچاتے ہیں۔ اس طور سے وہبی علوم و تجربات بھی اکتسابی علوم کی طرح ایک ظاہری شکل بھی حاصل کرتے ہیں اور وہ نسل در نسل، طبقہ در طبقہ اور فرد بہ فرد منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ عرفان و جذب کے وہبی اکتسابات اور روحانی تجربات اپنی جگہ منفرد اور خاص ہونے کے باوجود بعد کے حاملین کرام کے علوم و تجربات و اکتشافات میں مشترک بھی ہوتے ہیں۔ صوفیہ کرام سے روحانی تجربات اور فیوض سماوی میں خاص کر ان کے احوال و مقامات کے بہت سے معاملات میں اشتراک ملتا ہے۔ اسی سے وہ نسبت خاص ابھرتی ہے جو ایک سلسلہ کے اکابر کو دوسرے سے مربوط کر دیتی ہے اور اسے خاص رنگ بھی عطا کرتی ہے۔ اکتسابی اور وہبی علوم کے بعض ذرائع مختلف ہیں تو بعض مشترک بھی جو ان میں باہمی تفاعل پیدا کرتے ہیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے کا باعث بھی بن جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو پروان چڑھانے، ترقی دینے اور تکمیل کرنے کا عامل بھی۔ اکتسابی علوم کی بنا پر ایک خاص ملکہ پیدا ہوتا ہے جو تفکر و تعقل جیسی عمدہ صفات و ملکات کا جامع ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اس کو ''حکمت'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ حکمت اندرون میں پیدا ہوتی ہے اور دل و دماغ میں رچ بس جاتی ہے۔ وہ ایک طرف رسوخ فی العلم (علم کی پختگی) کا باعث بنتی ہے دوسری طرف فیضان کو کھینچنے اور جذب کرنے کی صلاحیت دیتی ہے۔

حکمت کو باعثِ خیر کثیر اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ وہ ظاہری اور باطنی دونوں قسم

کے حواس کو طالب علم بنا دیتی ہے۔ ان دونوں کے تفاعل میں اکتسابی علم وہبی علم سے مالا مال اور سرشار ہوتا ہے اور جس کو ملتا ہے وہ منفرد و ممتاز بن جاتا ہے۔ افکار و خیالات کا معاملہ ہو یا تجزیہ و تحلیل کی صلاحیت کا مسئلہ ہو یا تطبیق و توفیق کی حکمت اور تنقید و تمحیص کی دولت ہو وہ اکتسابی علوم کی پختگی اور رسوخ کے بعد ہی نصیب ہوتی ہے۔ اس طرح وہبی علوم کے مظاہر اکتسابی علوم کو پختہ کرتے ہیں۔ اکتسابی علوم کی پختگی اور اس کا پیدا کردہ ملکہ وہبی علوم کو دعوت دیتا ہے اور وہ فکر و خیال، القاء و الہام کی شکل میں اس پر اترتے ہیں۔

ان دونوں کے باہمی تفاعل کی ایک مثال امام بخاریؒ کے تراجمِ ابواب میں بہت ابھر کر سامنے آتی ہے۔ یوں تو ان کے پیشرو محدثین اور ان کے خوشہ چیں شارحین نے بھی اپنی اپنی کتب و شروح حدیث میں ابواب باندھے ہیں مگر ان کے تراجم ابواب امام بخاریؒ کے تراجم ابواب کے پایۂ کمال کو نہیں پہنچتے بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ان کا پاسنگ بھی نہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ حضرت امام کو جو امامت کبریٰ حاصل تھی اور حدیث شریف کے علم و فن میں جو اکتسابی اور وہبی حکمت راسخہ عطا ہوئی تھی وہ دوسروں کو نہیں مل سکی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بخاری تراجمِ ابواب ان دونوں کے علائم بن گئے۔ ان کے پیشرو امام مالکؒ کے تراجم ابواب بلا شبہ اس درجہ کے نہ تھے کہ ان کو تدوین کتاب و تالیف حدیث کی حکمت ملی تھی لہٰذا بقول شاہ ولی اللہ دہلویؒ صحیحین کے شیخین کے بھی امام بن گئے اور ان سے ان دونوں اکابر نے بھی بھرپور استفادہ کیا۔

اپنے پیشرؤوں سے استفادہ اور اکتساب کرنے کی روایت ہمیشہ سے اور ہر قوم اور ہر علم میں چلی آ رہی ہے مگر اس استفادہ اور اکتساب کی مختلف جہات اور صورتیں ہیں۔ ان میں سے کچھ پسندیدہ (محمود) ہیں اور کچھ ناپسندیدہ۔ بقول امام تاریخ و سماجیات ابن خلدونؒ ذہین و فطین اور صاحب لیاقت و صلاحیت استفادہ کرکے اپنے علم کو ترقی دیتے ہیں۔ وہ ان تمام علوم میں جن میں اکتساب کرتے ہیں

اپنی طبعزاد دین اور منفرد عطیہ کا سرمایہ شامل کر کے اسے مزید مالا مال بناتے ہیں لیکن بلید (کند ذہن) اور احمق لوگ صرف نقل کر دیتے ہیں اور یہ نقل خالص عقل سے عاری اور احمقانہ ہوتی ہے۔

اس کی ایک اور جہت یہ ہوتی ہے کہ وہ متاخرین جو پیشرؤوں سے اکتساب کرتے ہیں وہ ان کے علوم و معارف کو ہضم کر کے اپنے علم و نگارش میں اس طرح جذب و آمیخت کرتے ہیں کہ وہ ان کا مال اور ان کا علم وفن بن جاتا ہے۔ وہ گو مستعار و مستفاد ہوتا ہے تاہم سرقہ و توارد نہیں ہوتا۔ اس میں کوئی نہ کوئی چیز زبان و بیان، اسلوب و ادا، مواد و متن، سند و اسناد اور پیشکش و عطیہ خالص ان کا اپنا ہوتا ہے اور اس سے وہ سرقہ و توارد سے بچتے ہیں اور علم و فضل کو آگے بڑھانے کا باعث بنتے ہیں۔ اس کی مثالیں تمام علوم وفنون میں عبقری مؤلفین کے ہاں نظر آتی ہیں۔

ناپسندیدہ اور مذموم جہت یہ ہوتی ہے کہ متاخرین دوسروں سے اکتساب تو کرتے ہیں لیکن بطور نقل کرتے ہیں۔ ان میں اضافہ، ترقی و ارتقاء و تکمیل کرنے کی وہ صلاحیت ہی نہیں رکھتے لہٰذا وہ ماٰخذ و مراجع کا حوالہ نہیں دیتے ہیں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ اسے اپنا بیان، اپنا علم اور اپنا عطیہ قرار دیتے ہیں۔ ایسے اہلِ قلم کو عربی میں حاطب اللیل (رات میں لکڑیاں جمع کرنے والا) کہا گیا ہے کہ وہ رات کے اندھیرے میں خشک اور گیلی لکڑی میں امتیاز نہیں کر سکتا۔ وہ ہر طرح سے مذموم ہے۔ دوسری طرف صاحبانِ صفا اور اہلِ وفا اپنے پیشرؤوں کے عطایا کا اعتراف و اظہار کرتے ہیں اور بسا اوقات ان کے اقتباسات، افکار و خیالات اور نگارشات کا ان کے نام نامی کے ساتھ حوالہ بھی دیتے ہیں اگرچہ اگلے زمانے میں اس کا چلن ذرا کم تھا۔

کسی بھی اہلِ علم اور صاحبِ قلم کے ماٰخذ و مراجع دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک میں شخصیات شامل ہیں دوسری میں کتابیں۔ ان دونوں کے اثرات بہت ہمہ گیر ہوتے ہیں اور ان کا ادراک صرف مذکور اسماء و اقوال اور اقتباسات سے نہیں ہو سکتا۔

شخصیات میں والدین اور گھر کے دیگر بزرگوں کے علاوہ اساتذہ و شیوخ بھی شامل ہوتے ہیں جو بنیادی تشکیل کرتے ہیں۔ ان میں اگر صاحبانِ قلم و نگارش بھی شامل ہوں تو ان کی تہذیب اور تعلیم و تربیت فکری شخصیت ڈھالتی اور سنوارتی ہے۔ ان قریبی شخصیات کے اثرات فکری، علمی، عملی، جسمانی اور مادی طور سے گہرے، دیرپا اور وسیع ہوتے ہیں۔

تعلیم و تدریس اور تہذیب و تربیت کے شخصیت ساز زمانے میں ایک شخص متعدد اہلِ قلم کے زیر اثر آتا ہے۔ وہ ان صاحبِ علم و قلم اکابر سے نہ صرف ان کی کتابوں اور تحریروں سے علم و حکمت اخذ کرتا ہے بلکہ ان کی شخصیت سے بھی فیض پاتا ہے۔ یہ وہ شخصیت ہوتی ہے جو عبقری، منفرد اور ممتاز مؤلفین و مصنفین کی تحریروں میں کارفرما اور کارگزار ہونے کے ساتھ ساتھ ان سے پرے اپنی پوری فکری اور علمی حیثیت سے اثر انداز ہوتی ہے اور لکھنے سے زیادہ سکھاتی ہے۔ ان عبقری شخصیات کا مجموعی اثر ان کی تحریروں سے زیادہ اور پائیدار اور دور رس ہوتا ہے جو شخص پر چھا جاتا ہے۔

جاندار تحریریں، جیتی جاگتی کتابیں اور فکر انگیز نگارشات کے مرجع و ماخذ ہونے کا ایک ظاہری اظہار ہے۔ وہ ہے کسی خاص مبحث مسئلے اور معاملے پر ان میں سے کسی کا حوالہ، خواہ وہ اقتباس کی صورت میں ہو یا محض حوالہ ہو۔ اس کا ایک باطنی اظہار اور اندرونی کردار یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی پوری مجموعی اور ہمہ گیر فکر و علم کو باطنِ شخص میں اتار دیتی ہے۔ دراصل یہ ہمہ گیر قسم کی کارگزاری ہوتی ہے جو متاثر اشخاص کو اپنے مآخذ و مراجع کی روحِ رواں سے سرشار کر دیتی ہے۔ اسلامی مکتبِ فکر و علم ہو یا کسی غیر کا سرمایہ علم و حکمت، ان دونوں سے جب سرشار ہوتا ہے تو اصل ماخذ بن جاتا ہے۔ علومِ اسلامی میں قرآن کریم کی جامع ترین اور ہمہ گیر کارگزاری نے جن صاحبانِ علم کو فیضیاب کیا وہ صرف ظاہری اظہارات تک نہیں رہے، ان کو حکمتِ قرآنی اور فقہ و تفقہ اسلامی سے ایسا بہرۂ وافر ملا کہ وہ خود اپنی شخصیت میں

منفرد بن گئے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی جامع کمالات شخصیت کے مآخذ و مراجع بھی ایسے ہی گوناگوں تھے۔ ان کے ہر علم و فن میں مختلف مراجع و مآخذ ملتے ہیں۔ ان میں سے متعدد کا ذکر انھوں نے کتابوں اور اشخاص کے حوالے سے کیا ہے۔ ان کے افکار و خیالات کا ذکر کیا ہے، ان کے اقوال و اقتباسات دیئے ہیں اور ان کے حوالے بھی نقل کیے ہیں۔ ان میں سے بہت سی کتابوں اور اشخاص کا ذکر محض عام مآخذ و مصادر کی حیثیت سے ملتا ہے جو عام اہلِ علم بھی کرتے ہیں۔ حضرت شاہؒ پر بعض کتب و مراجع اور شخصیات و عبقریات کا ایسا جادو طاری ہے کہ وہ ان کی روحِ قلم میں سما گیا ہے اور وہ ان تحریروں میں ایک فکرِ مسلسل، علمِ بیکراں اور فیضانِ ناپیدا کنار کی صورت میں ہر جگہ جاری و ساری نظر آتا ہے۔ نگارشات و شخصیات کا یہ جامع و وسیع اور ہمہ گیر فیضان بلاشبہ ان کی تحریروں کو گہرائی و گیرائی عطا کرتا ہے۔

ان کے والد ماجد شیخ عبدالرحیم اور ان کے استاد گرامی شیخ ابو طاہر کردی کے ہمہ گیر اثرات ہر جگہ ملتے ہیں۔ قرآنی علوم و فنون میں دوسرے بھی مآخذ و مصادر ہیں لیکن خالص کلامِ الٰہی کا فیضان سب سے زیادہ ہمہ گیر ہے اور اسی نے ان کے ترجمہ و تشریح میں پائیداری کی کاریگری کی ہے حتیٰ کہ ان کے فارسی ترجمے کے رنگ و آہنگ کو ایک خاص امتیاز عطا کر دیا ہے۔ اسے خاکسار راقم ''سبکِ ولی اللہی'' قرار دیتا ہے کہ وہ الفاظ و تعبیرات قرآنی کے نظم الٰہی کی خاص رعایت کرتا ہے اور ہر لفظ و کلمہ کا ترجمہ اسی کے تحت لاتا ہے اور اس پر طرہ یہ کہ فارسی زبان کے قواعد کی خلاف ورزی کے باوجود زبان کی لطافت و سلاست، نزاکت و بانکپن اور فصاحت و بلاغت پر ذرا آنچ نہیں آنے دیتا جبکہ حواشی میں زبان پابند ہے۔ فنِ حدیث میں حضرت امام مالکؒ اور ان کی رجحان ساز کتاب موطا دونوں کا ہمہ گیر اثر ہے اور وہ ان کے بنیادی مآخذ ہیں۔ اگرچہ وہ امام بغوی کا بہت ذکر کرتے ہیں اور دوسرے محدثین کرام اور ان کے کتبِ جامع کا بھی مگر وہ اصلی مآخذ کے بعد آتے ہیں۔ علم فقہ میں حضرت شاہؒ

اصول وفن دونوں میں جس طرح امام شافعی اور ان کی فکر انگیز اور شخصیت ساز کتابوں کے اسیر ہیں وہ دوسرے فقہا اور ان کی کتب کے ذیل میں نظر نہیں آتی۔ اسی طرح دوسرے تمام علوم وفنون بالخصوص تصوف کا معاملہ بھی ہے۔ ان تمام بنیادی مراجع و شخصیات میں اشخاص وکتب کی مجموعی تاثیر حضرت شاہؒ کی روح وقلب اور دل ودماغ پر راج کرتی ہے۔

بلا شبہ حضرت شاہؒ کے تدبر وتفکر اور حکمت وعلم نے ان کو ایک ملکہ عطا کیا تھا اور وہ ان کو متعدد کتبِ فن اور نگارشاتِ علم کے بنیادی مرجع واحد کی پہچان، شناخت اور تشخیص اور تعیین کی طرف لے جاتا تھا مگر اسی میں اس کے مراجع اصلی اور مآخذ بنیادی کی علمی اور فنی عبقریت بھی پوشیدہ ہوتی ہے جس نے حضرت شاہؒ کو ملکہ عطا کیا ہے۔ اور اس سے اکتساب کرنے والوں کے گوناگوں افراد کو ایک ہی ماخذ ومرجع سے اکتساب وفیض اٹھانے پر آمادہ کیا۔ حضرت شاہؒ اپنی اسی ہمہ گیر عبقریت کے سبب بہت سے علوم وفنون کی کتابوں اور ان کے معنوی مؤلفوں میں امام اول کا پتہ چلا لیتے ہیں۔ اسی کے ساتھ وہ ہر مؤلف امام کے افکار وتعلیمات کے صحیح مآخذ کی بھی نشاندہی کر دیتے تھے۔ یہ ان کے وسیع مطالعہ سے زیادہ ان کے فن پر دسترس اور اس دسترس کی بنا پر پیدا ملکہ کی بنا پر ہی ممکن ہو سکا تھا۔

تصوف کے علوم ومؤلفین کے بحر زخار میں حضرت شاہؒ نے پتہ چلایا کہ ''قوت القلوب تصوف کی بنیادی کتاب ہے اور سب کتابیں اسی پر مبنی ہیں جیسے احیاء العلوم، غنیۃ الطالبین، عوارف المعارف وغیرہ۔'' اسی کا ایک اور اظہار یہ بھی ہے کہ طریقۂ عیدروسیہ کی بنیاد امام غزالیؒ کی احیاء العلوم پر ہے اور اس کے تمام اوراد و وظائف ان کے ہاں معمول ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے طریقے کی اصل بنیاد اور اساس ان کی کتابوں غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب اور مجموعۂ ملفوظات مجالس ستین (الفتح الربانی) میں پوری طرح بیان ہوئی ہیں۔ عوارف کو تمام صوفیہ کا مرجع بھی قرار دیا ہے۔

حدیث شریف کے فن میں موطا امام مالک کو تمام کتب حدیث بالخصوص

بخاری و مسلم/ صحیحین کا مرجع اصلی قرار دینا ان ہی کے علمی و فنی دل گردے کا کام تھا۔ آج بھی رہروان و سکبارانِ ساحل ان کے اس انکشاف پر چہ بجبیں ہیں۔ حضرت شاہؒ نے اپنی عبقریت سے ثابت کیا کہ صحیحین اور بعد کی دیگر کتب حدیث نہ صرف موطا سے مستخرج ہیں بلکہ اسی پر مبنی اور اسی سے مستفاد ہیں اور متعدد اکابر متاخرین نے جن میں شیخین بھی شامل ہیں موطا کی احادیث و روایات کو مستند و مرفوع بنانے کے لیے ہی اپنی کتابوں کی تالیف کی۔ متعدد جدید محققین نے حضرت شاہؒ کے بیان و اظہار کی واقعاتی شہادت بہم پہنچائی۔

مآخذ و مراجع حضرت شاہؒ کا یہ تحقیقی مطالعہ دو مباحث پر مبنی ہے: اول مبحث میں کتب و رسائل اور دوسرے مبحث میں شخصیات، یہ مبحث بعد میں پیش کیا جائے گا۔ آخری تجزیہ میں ان دونوں کے اثرات و کمالات کا بھرپور جائزہ لینے کی کوشش کی جائے گی۔ ان دونوں مباحث کے بارے میں ایک اہم بات یہیں کہنی ضروری ہے کہ حضرت شاہؒ کے اصل مآخذ کتب و رسائل ہی ہیں۔ شخصیات و مصنفین کا حوالہ تو انھوں نے ان کی تصنیفات اور تالیفات کے حوالے سے ہی دیا ہے اور موخر الذکر کا نام نہیں لیا۔ اگر چہ ان سے مراد ان کی کتابیں اور رسالے اور کتابچے ہیں۔ حضرت شاہؒ کا یہ طریقہ قدیم و جدید اہل علم میں معروف رہا ہے۔

کتب و رسائل اور ان میں مذکورہ شخصیات و مصادر کا ذکر حضرت شاہؒ کے مراجع میں دو نوعیتوں کا نظر آتا ہے۔ ایک ان کے بنیادی مراجع و مصادر ہیں جن سے وہ روایات و آثار، اقوال و افکار اور واقعات براہ راست لیتے ہیں۔ دوسرے ان بنیادی مآخذ میں مذکورہ شخصیات و روایات اور اقوال و افکار کا ذکر الگ الگ کرتے ہیں اور بعد میں یہ وضاحت کرتے ہیں کہ یہ تمام آثار فلاں کتاب یا فلاں شخص سے لیے گئے ہیں یا ان کی تخریج و ذکر فلاں فلاں اہلِ علم نے کی ہے۔ دوسرے طریقہ کی بنا پر کتب و رسائل اور شخصیات و اکابر کی تعداد بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے اور وہ اپنی وسعت میں ہمہ گیر قسم کی ہے۔

اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ حضرت شاہؒ کے بنیادی مراجع کمیت یا کیفیت کے لحاظ سے کسی طرح فروتر تھے یا وہ ان ثانوی یا راست مراجع میں مذکور کتب و رسائل اور شخصیات و اکابر سے واقف نہ تھے۔ حضرت شاہؒ ان سے گہری، عالمانہ اور مفکرانہ واقفیت رکھتے تھے اور ان میں سے ہر ایک کے بارے میں ان کی ایک رائے بھی تھی۔ اس کا اندازہ اس امر سے ہوسکتا ہے کہ وہ کبھی کبھی ان کی بیان کردہ روایات و آثار یا ذکر کردہ اشخاص و اکابر پر نقد بھی کرتے ہیں یا ان کی روایات و بیانات کی تائید و توثیق اپنے راست مراجع و مصادر کے بیانات و آثار سے کرتے ہیں۔ بہر حال ان مذکورہ مصادر و مآخذ کے علاوہ حضرت شاہؒ کے بہت سے ایسے مراجع و مصادر بھی ہیں جن کا حوالہ و ذکر ان کی تحریروں میں نہیں آیا ہے۔ وہ جب متکلمین، فلاسفہ، اشاعرہ، معتزلہ، صوفیہ وغیرہ جیسے طبقات، اہلِ علم و فکر کے عمومی حوالے سے بحث کرتے ہیں تو ان سے ان کی مراد ان کی نگارشات و تالیفات ہی ہوتی ہیں یا ان کے افکار و اقوال سے متعلق ان کے اپنے معتمد علماء محدثین کی تحریریں۔ ان غیر مذکور مراجع و مصادرِ حضرت شاہؒ کا احاطہ کرنا ناممکن ہے کہ وہ اسلامی علوم و فنون کے بیکراں ذخیرہ کو حاوی ہے۔

آخر میں حسبِ دستور بندہ اور حسبِ ہدایتِ اسلامی اپنے تمام محسنوں، معاونوں اور پیاروں کا تشکر ادا کرنے کا عزیز ترین فریضہ آتا ہے:

-- اللہ رب العزت اور اس کے آخری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں ان کے بے پایاں انعامات و احسانات کا شکریہ ادا کرنا ممکن نہیں کہ رب العزت نے خود انسان کی بے بسی اور بے بضاعتی بیان فرمادی ہے کہ تم چاہو تو بھی ان کی گنتی نہ کر سکتے ہو نہ شکریہ ادا کر سکتے ہو۔ بہر حال اس کے حکم و فرمان کے مطابق اپنے تشکر و امتنان کا اظہار کرتا ہوں کہ ان کی عنایات کے بغیر کچھ بھی ممکن نہ تھا۔

-- والدین ماجدین اور اساتذہ کرام کی محبتوں اور عنایتوں کے لیے سراپا

سپاس ہوں کہ وہی مربی و معلم اور شخصیت ساز ہیں۔

-- اپنے اہلِ خانہ میں سب کی محبت و الفت اور خدمت و عنایت کے لیے شکر گزار ہوں کہ ان سے اطمینانِ قلب میسر ہے۔

-- خاص شاہ ولی اللہ دہلویؒ سمیناروں کے لیے ادارہ علوم اسلامیہ کے تینوں جانشین صدور- پروفیسر عبدالعلی، پروفیسر سید احسن اور پروفیسر ظفر الاسلام اصلاحی- کی محبت بھری تائید و حمایت اور خدمات جلیلہ کے لیے ممنون ہوں۔ اسی طرح حضرت شاہؒ ولی اللہ اکیڈمی پھلت کے ناظم حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی دامت برکاتہم کا خاص طور سے مرہون منت ہوں کہ وہ شاہ ولی اللہ سمیناروں کے انعقاد اور حضرت شاہؒ پر خاکسار کی تصنیفات کے لیے اصل محرک و پشت پناہ ہیں۔ ان کے دست و بازو مولانا وصی سلیمان ندوی مدظلہ اور ان کے رفقاء کرام کی محبتوں کے لیے بھی ممنون ہوں کہ وہ مذاکرے منعقد اور کتابیں چھاپتے ہی نہیں، ان کی تحریک بھی دیتے ہیں اور پست ہمت کی ہمت بندھاتے ہیں۔

-- شاگردانِ عزیز میں تمام کا اور خاص کر عزیز مکرم مولانا ڈاکٹر جمشید احمد ندوی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ میرا دل چاہتا ہے ورنہ وہ اب اس سے مستغنی ہو چکے ہیں۔

-- ادارہ علوم اسلامیہ کے کتب خانے کے سربراہ لائبریرین حضرت کبیر احمد خاں صاحب مدظلہ کی محبت و عقیدت تو میرا سرمایۂ حیات اور مایہ راحت و انبساط ہے۔ اب یہ فکر دامن گیر ہے کہ امسال وہ بھی منصب ملازمت تیاگ دیں گے تو سیلاب بلا کس کے گھر جائے گا۔ کاش خدمت و رفاقت کی موجودہ حدیں نہ ہوتیں تو سلسلۂ رفاقت و محبت رواں دواں رہتا۔ ان کے تمام رفقاء اور ادارہ و شعبہ کے تمام کارکنان گرامی کی محبت و خدمت کے لیے بھی اسی طرح ممنون ہوں۔

-- یگانہ کیلیگرافرس کے مالک جناب سید ساجد علی صاحب کا بھی مشکور ہوں

کہ وہ صرف کمپوزنگ نہیں کرتے، حروف والفاظ میں محبت وعقیدت سمو دیتے ہیں۔ وہ وقت پر نہایت امانتداری سے کام پورا کرتے ہیں جواب صفتِ عنقا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ خوش وخرم رکھے اور ہمارے کام ان سے تمام کراتا رہے۔

-- آخر میں اپنے قارئین، محسنین، مداحین اور ناقدین کی عنایات کے لیے بھی تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان کی وجہ سے سرمایۂ فقیر عام اور رواج پذیر ہوتا ہے۔ فللہ الحمد فی الاولیٰ و الآخرۃ۔

الامین۔ ۶۴/احمد نگر، علی گڑھ
۲۳/ذوالحجہ ۱۴۳۰ھ/ ۱۱/ستمبر ۲۰۰۹ء

خادم علم وعلماء
محمد یٰسین مظہر صدیقی
فون نمبر: ۲۴۵۳۲۶۵ / ۳۲۹۵۶۰۹

تمہید

برصغیر پاک وہند میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ جیسی جامعیت غالباً کسی ایک شخص کو حاصل نہیں ہوسکی۔ وہ تمام علوم اسلامی کے عالم، متبحر اور پارکھ تھے۔ ایسے متبحرین تو اور بھی ہوئے ہیں لیکن تالیف وتصنیف میں ایسی جامعیت وہمہ گیری کسی اور کے ہاں نظر نہیں آتی۔ اسلامی علوم وفنون میں ان کی حکیمانہ شناخت تو بالکل منفرد ہے جو متقدمین کے ہاں بھی بقول شبلی ماند پڑ گئی تھی۔ حضرت شاہؒ نے ان تمام علوم وفنون میں زندۂ جاوید اور روح پرور تالیفات چھوڑیں اور ان میں سابق مصادر اسلامی کا پورا کتب خانہ سمو دیا۔ مختلف علوم وفنون کے مصادر و مآخذ حضرت شاہؒ کا ایک تعارف ذیل کے صفحات میں دیا جارہا ہے۔ مفصل بحث ہر تصنیف یا علوم وفنون کی تصانیف کے مجموعے کے حوالے سے آئے گی۔

قرآن مجید

علوم اسلامی پر لکھنے والے کا سب سے بڑا اور سب سے بنیادی اور ناگزیر ماخذ قرآن مجید ہی ہوتا ہے کیونکہ اسلام کے دین وشریعت اور ان سے وابستہ اور ان سے پیدا شدہ تمام علوم وفنون کا اولین ماخذ ومرجع ہے۔ حضرت شاہؒ نے اگرچہ اپنی ام الکتاب - حجۃ اللہ البالغہ - کو علمِ اسرار حدیث اور علمِ اسرار دین کی کتاب قرار دیا ہے تاہم وہ قرآن مجید کی آیات کریمہ اور ان پر مبنی حکیمانہ مباحث حضرت شاہؒ سے کسی طرح کم منور ومستند اور آراستہ نہیں ہیں۔ حضرت شاہؒ نے قسمِ اول کے ابوابِ حکمت ومعرفت اور قسمِ دوم کے ابوابِ دین وشریعت دونوں میں قرآن کریم کو ماخذ بنایا ہے۔

ظاہر ہے کہ حضرت شاہؒ کی قرآنیات پر دوسری کتابوں اور رسالوں میں قرآن مجید ہی اولین ماخذ بنتا ہے۔ الفوز الکبیر کے تمام مباحث اور فتح الخبیر کے سارے اصول و

قواعد قرآنی آیاتِ کریمہ سے ہی آراستہ و پیراستہ نظر آتے ہیں۔ قوانین الترجمہ پر ان کے مقدمہ سنیہ کی ساری بنیاد آیات الٰہی کے الفاظ وکلمات کی تعبیر وتشریح پر اٹھائی گئی ہے۔ حدیثِ شریف کی تمام کتب و رسائلِ شاہ میں بالعموم اور المسویٰ ومصفیٰ میں بالخصوص قرآن مجید کی آیات سے استدلال کیا گیا ہے۔ موطا امام مالکؒ کے نسخہ مصمودی میں غالباً کتب وابواب کے آغاز میں آیاتِ قرآنی نہیں تھیں اور مطبوعہ تدوینات میں بھی نہیں ہیں۔ لیکن حضرت شاہؒ کے زیرِ استعمال نسخہ مصمودی میں مصفیٰ کے تمام مباحث کے آغاز میں متعلقہ آیاتِ کریمہ ضرور ثبت ہیں۔ حضرت شاہؒ نے فتح الرحمٰن سے الگ اور ممتاز ترجمہ کر کے ان کی حکمت واہمیت اور مرجعیت میں نادر ونایاب اضافہ کر دیا ہے۔ اسی طرح فقہ کی بیشتر کتب میں قرآن مجید ان کے اولین اور مستند ترین ماخذ کی صورت میں نظر آتا ہے اگر چہ اس کے حوالے کم ہیں۔ سیر وسوانح اور تاریخِ خلافت کی کتب و رسائل میں حضرت شاہؒ نے قرآن مجید کی بہت سی آیاتِ کریمہ سے نہ صرف اعتنا کیا ہے بلکہ ان کی بنا پر خلافتِ راشدہ کا اپنا خاص نظریہ تیار و استوار کیا جس کی اولین صورت گری فتح الرحمٰن کے حواشی میں کی تھی۔ حضرت شاہؒ کی کتب و رسائلِ سلوک و تصوف میں بھی قرآن مجید اور اس کی آیاتِ کریمہ سب سے بڑا اور اہم ترین ماخذ ہے۔ سطعات ولمحات کے بیشتر ابواب وفصول میں اور الخیر الکثیر وغیرہ حتیٰ کہ البدور البازغہ میں بہت سے قیمتی قرآنی مباحث ملتے ہیں۔

کتب قرآنیات

قرآن مجید اور اس کی آیات کریمہ کے بعد قرآنیات کے مختلف علوم وفنون کی کتابوں کا مقام ومرتبہ ہے کہ وہ کلامِ الٰہی کی تفسیر وتاویل اور تشریح وتعبیر کا اہم کام انجام دیتی ہیں اور انسانی ذہن کو اپنے مباحث سے جلا دیتی ہیں۔ حضرت شاہؒ نے اپنی متعدد تالیفات میں، خواہ ان کا تعلق کسی بھی اسلامی علم وفن سے ہو، ان کا ذکر کیا ہے اگرچہ کم کیا ہے۔ ان میں کتبِ تفسیر کا مرتبہ سب سے پہلے آتا ہے کیونکہ قدیم

مفسرین اور امامانِ تفسیر و تاویل بہت سے علوم کو سمیٹ لیتے تھے۔ جن میں علوم القرآن کی کتابیں شامل ہوتی تھیں جیسے ناسخ و منسوخ، قراءت و تجوید، اعراب و مشکل قرآن وغیرہ کی تالیفات۔

کتب تفسیر میں حضرت شاہؒ نے بسا اوقات معتبر کتب حدیث کی کتب التفسیر کے حوالے بھی دیئے ہیں جیسے امام ترمذی کے حوالے بعض اوقات ملتے ہیں۔ بخاری و مسلم کے حوالے بھی ہیں لیکن کم ہیں البتہ ان کی اہمیت یہ ہے کہ وہ براہ راست رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی تفاسیر و تشریحات ہیں اور اسی بنا پر علماء و مفسرین کے مطابق ان سے تجاوز کرنا ممکن نہیں ہے۔ البتہ ان کی صحیح تعبیر و تشریح اور دوسری آیاتِ کریمہ اور تفاسیرِ مفسرین کی روشنی میں صحیح تناظر میں تعیینِ معانی کی جا سکتی ہے۔ مفسرین کرام میں امام طبری، امام رازی، امام بغوی، امام زمخشری وغیرہ کے حوالے حضرت شاہؒ نے بہر حال دیے ہیں۔ مثلاً شرح غریب القرآن کے مبحث میں حضرت شاہؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تشریحات کا مدار الفوز الکبیر میں صحیح بخاری کو بتایا ہے۔ اس ضمن میں حضرت ابن عباسؓ سے نافع بن الازرق حروری خارجی (م ۶۵ھ/ ۶۸۵ء) کے مسائل کا ذکر کیا ہے اور اس کے لیے سیوطی کی اتقان کا حوالہ متن میں دیا ہے۔ دلچسپ اور اہم بات یہ ہے کہ ان مسائل ابن الازرق کو طبرانی نے اپنی المعجم الکبیر کے مسندِ ابن عباس میں ایک جزء میں جمع کر دیا ہے جیسا کہ دوسروں نے بھی ان کا ذکر کیا ہے اور موجودہ دور میں عائشہ بنت الشاطی نے کامل جمع و تدوین کر دی ہے۔ اسی طرح ناسخ و منسوخ میں حضرت شاہؒ نے امام ابن العربیؒ کے حوالے سے ناسخ و منسوخ آیات پر بحث کی ہے۔ ان سب پر مفصل بحث اور ان کا کامل تجزیہ ان رسائل و کتبِ قرآنی وغیرہ کے مآخذ کی بحث میں آتا ہے۔ اس تمہیدی تعارف میں اتنا ذکر کافی ہے۔

کتب حدیث

ملتِ اسلامیہ ہندیہ میں حدیثِ نبوی سے تعلق خاطر محض علمی اشتغال سے زیادہ اور ہمیشہ رہا ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وتعلیمات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوی بشری شخصیت کے مظاہر تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر مظہر تمام مسلمانوں کو بالعموم اور اسلامیانِ ہند کو بالخصوص اپنی جان و دل سے بھی عزیز تر رہا ہے۔ حدیث شریف میں ذات وصفاتِ عالیہ کی جھلکیاں اور تجلیات موجود ہوتی ہیں اور وہ تمام اہل ایمان کا دامن کھینچتی ہیں۔ مسلمانوں کی حدیثِ نبوی اور اس شخصی تجلیات سے شیفتگی اور بیکراں محبت دراصل اولین اہلِ ایمان۔ صحابہ کرامؓ۔ کے اتھاہ عشقِ نبوی اور بیکراں محبتِ محمدی کا پرتو رہی ہے اور عطیہ و وراثت بھی۔ اس کو تواتر کا درجۂ اعلیٰ حاصل ہے۔ علمی، دینی اور فکری اشتغال ان کے دینی اور مذہبی جذبات و تعلقات سے وابستہ ہے کہ وہ قرآن کریم کی مانند ماخذ شریعت ہے۔

بعض اہلِ علم نے اپنی سادہ لوحی میں یا لاعلمی کی بنا پر یہ غلط خیال مشہور کر دیا ہے کہ سرزمینِ ہند میں حدیث شریف کا غلغلہ ذرا دیر سے بلند ہوا کیونکہ ملکی اور ریاستی سطح پر اور علمی وتدریسی میدانوں میں فقہ وفقہاء کا غلبہ اور تسلط زیادہ تھا۔ فقہ وفقہاء کا زیادہ وسیع چلن اور غلبہ محض ان کے روزمرہ معاملات اور زندگی کے نئے نئے مسائل حل کرنے کی بنا پر تھا۔ یہ محض سلاطین وامراء اور فرمانرواؤں کی بے جا سرپرستی اور علماء کی فقہ وتفقہ کی غیر اسلامی روش اور طلب وہوس کی وجہ سے نہیں تھا۔ بلاشبہ فقہ کی مہارت کی بنا پر فقہاء کو ملکی اور ریاستی مناصب ملتے تھے اور وہ اس کے طالب بھی تھے اور یہ غیر اسلامی رویہ نہیں تھا۔ وہ فقہ وفتویٰ کے ذریعے اسی طرح دین وملت کی خدمت کرتے تھے اور زیادہ وسیع سطح پر کرتے تھے جس طرح دوسرے خادمانِ دین بالخصوص محدثینِ کرام کیا کرتے تھے۔ پھر فقہاء کرام کو حدیثِ شریف سے عاری اور محدثین کرام کو فقہ وفتویٰ سے خالی سمجھ لیا گیا ہے۔ ان دونوں ہی علوم کے درمیان اور ان کی وجہ سے ان کے حاملین کرام کے بیچ ایک

خاص ارتباط اور لین دین اور اکتساب کا تعلق تھا۔ وہ اٹوٹ ہی نہیں، لازمی اور ناگزیر بھی تھا۔ فقہاء اور مفتیانِ امت اسلامیہ کسی بھی زمانے اور کسی بھی ملک و علاقے میں حدیث شریف سے نابلد، لاتعلق اور جاہل نہیں رہ سکتے تھے اور اسی طرح فقہاء کرام کے اصلی مآخذ محدثین عظام بھی فقہ و فتویٰ کے بالعموم ماہر ہوتے تھے۔

خاص برصغیر ہند و پاک کے علماء و فقہاء اور محدثین کے بارے میں مختلف وجوہ سے غلط فہمیاں ملتی ہیں۔ ان میں سے ایک ''شخصیت پرستی'' کی وبا ہے جو اصلاً تعمیم (generalisation) کے سرچشمہ سے پھوٹتی ہے۔ بالعموم کسی متاخر یا قرونِ وسطیٰ کے بعد کے عالم و بزرگ کے بارے میں یہ سطحی بیان دے دیا جاتا ہے کہ سرزمینِ ہند میں وہ پہلے بزرگ تھے، جنھوں نے یہاں حدیث شریف کو پہلی بار متعارف کرایا یا اس کی امہات الکتب کا چلن عام کیا۔ ایسے بیانات مثلاً حضرت عبدالحق محدث دہلوی (م ۹۵۸ھ/۱۴۴۲ء) جیسے بعض بزرگوں کے بارے میں بیشتر اہل علم نے پھیلا دیئے ہیں۔ دراصل اہلِ تاریخ و سوانح کا یہ ایک عام طریقہ ہے جو وہ ہر علم و فن کے بارے میں کسی نہ کسی شخصِ خاص سے متعلق کر دیتے ہیں۔ اس سے ان کی مراد یہ ہرگز نہیں ہوتی کہ ''وہی شخصِ خاص'' اس علم و فن کی اولین تخم ریزی کرنے والے تھے بلکہ ان کی خدماتِ جلیلہ کی تحسین و تعریف ہوتی ہے۔ کم علم افراد و طبقات اور تعصب و عصبیت کے مارے اذہان اس کو حقیقتِ واقعہ بنا دیتے ہیں پھر ان عمومی بیانات کو ماہرینِ علم و فن بھی بسا اوقات قبول کر کے غلط فہمی کو اور وسیع کر دیتے ہیں۔

سرزمینِ ہند میں حدیث شریف اور اس کے ماہرین کا اصل اور اولین تعارف مسلمانوں کی آمد سے ہوا تھا۔ جہاں جہاں اسلامیانِ عرب و عجم نے اپنے قدم جمائے وہاں وہاں حدیث شریف کا دوسرے علوم کی طرح چلن عام ہوا تھا۔ یہ سلسلۂ پاک ہر زمانے میں ہر صدی میں جاری ہی نہیں رہا بلکہ ان کے عظیم ماہرین اور کریم حاملین نے اس کو توانا تر بنا دیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنے قریبی پیشروؤں سے قدیم اسلاف کی وراثتِ علم پائی اور اس کو مزید تابندگی بخشی۔ حضرت شاہؒ کی خدماتِ حدیث

کی ایک وسیع ترین، ہمہ گیر اور تابندہ ترین کہکشاں ہے جو ان کے اسلاف کے کارناموں پر اضافہ ہے لیکن اس کو کسی طرح اولین تعارفِ حدیث شریف نہیں قرار دیا جاسکتا۔ البتہ وہ نادر و نایاب قسم کی دینِ اسلامی ہے۔ یوں تو ان کی ہر موضوع وفن کی بیشتر بلکہ تمام کتابوں میں حدیث شریف کے علم وفن میں خاص کمالات وعطیات ملتے ہیں لیکن ان کی خاص کتبِ حدیث ۔مسویٰ، مصفیٰ، حجۃ اللہ البالغہ، ازالۃ الخفاء وغیرہ۔ بہت سی کتب ورسائل کو بطور مآخذ بیان کرتی ہیں۔ ان سب کا ایک کامل احاطہ کرنا تو ناممکن ہے کہ صرف ایک کتاب حجۃ اللہ البالغہ یا ازالۃ الخفاء کے مآخذ بہت سے ہیں لیکن ان کا ایک مختصر تعارف پیش کیا جاسکتا ہے کہ ان کے مآخذ حدیث شریف کا پتہ چلایا اور اس کا علمی قطر سمجھا جاسکے۔

دیگر علوم اسلامی میں حضرت شاہؒ کے مراجع ومصادر، فقہ وتفقہ، تاریخ وسیرت، فلسفہ وکلام اور تصوف وغیرہ شامل ہیں۔ فقہ تشریعی اور قانونِ اسلامی میں حضرت شاہؒ کی بنیادی کتاب تو شرحِ موطا ہے جو عربی میں المسویٰ ے نام سے ہے اور فارسی میں المصفیٰ کے عنوان سے۔ حضرت شاہؒ نے ان دونوں شروح میں تمام مکاتبِ فکر بالخصوص مذاہبِ اربعہ کی تمام اہم کتابوں اور مآخذ کا ایک انبارِ عظیم لگا دیا ہے۔ ان میں مذہبین کریمین / مسلکین عظیمین ۔حنفیہ وشافعیہ۔ کی بیشتر کتابوں کا اور خاص کر ان کی بنیادی کتابوں کا حوالہ قدم قدم پر دیا ہے جیسا کہ ان کے مراجع کے تجزیے سے واضح ہوگا۔ حجۃ اللہ البالغہ اور اس سے متخرج ومستفاد رسائل ۔غایۃ الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف اور عقد الجید فی احکام الاجتھاد و التقلید۔ میں بھی فقہ و قانونِ اسلامی کی بیشتر امہات الکتب اور ان کے مؤلفین کرام کا حوالہ ہر باب وفصل میں قدم قدم پر ملتا ہے۔ ان کے علاوہ ازالۃ الخفاء وغیرہ میں فقہ فاروقی کے مستقل رسالے میں بھی فقہاء اور ان کی تالیفات اور ان کے اقوال وافکار کا حوالہ برابر ملتا ہے۔ فقہ کے حوالے بعض دوسری تالیفات میں بھی ہیں۔

سیرت وتاریخ میں حضرت شاہؒ نے بالعموم حدیث شریف، اس کی روایات و

آثار اور کتابوں پر اعتماد کیا ہے لیکن مصادرِ سیرت کے حوالے بالکل عنقا نہیں ہیں۔ ان کا ذکر نسبتاً کم ملتا ہے اور اس کی وجہ حضرت شاہؒ کا طریقِ تالیف ہے، پھر بھی ابن ہشام، محبّ طبری، ابن سید الناس وغیرہ کے حوالے ملتے ہیں۔

فلسفہ و کلام اور تصوف کے مصادر و مراجع بھی حضرت شاہؒ کی تحریروں میں عام و متعین دونوں انداز سے ملتے ہیں۔ بالعموم فلسفہ و کلام کے مصادر کا ذکر حضرت شاہؒ نے طبقات و اکابر کے حوالے سے کیا ہے جیسے متکلمین و فلاسفہ کے اقوال یا ان کے خاص طبقات اشاعرہ، ماتریدیہ اور معتزلہ وغیرہ کے حوالے سے۔ ان کی کتابوں کا ذکر نسبتاً کم ملتا ہے۔

تصوف حضرت شاہؒ کا دوسرا عشق ہے قرآن و حدیث کے بعد، اسی وجہ سے مراجع و شخصیات سب سے زیادہ تعداد میں ان کی کتب و رسائل میں بطور مصادر و ماخذ نظر آتے ہیں۔ خاص کر ان کی بنیادی تالیفاتِ تصوف میں جیسے تفہیمات الٰہیہ، القول الجمیل، الانتباہ اور مکتوبات کے مجموعوں میں، مختصر رسائل میں بھی ان کے مصادر ہیں لیکن کم۔ حضرت شاہؒ نے اپنی کتب و رسائل میں مراجع و مصادر کا کوئی ایک طریقہ اختیار نہیں کیا ہے، وہ گوناگوں اور کافی رنگا رنگ ہیں۔ بہر حال آخری تجزیے میں تمام مسائل پر بحث آئے گی۔ اس تعارفی و تمہیدی ذکر میں مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ تمام علومِ اسلامی کے مصادر ان کی تالیفات میں کم یا بیش ملتے ہیں۔

حجۃ اللہ بالغہ کے مآخذ

حجۃ اللہ البالغہ حضرت شاہؒ کی شاہکار کتاب ہے جس میں ان کی فکری و علمی تحقیق کے سارے دھارے سمو دیئے گئے ہیں۔ عالمِ اسلام میں ایسی جامعیت کی مثالیں کم دستیاب ہیں البتہ اصل کتاب کا درجہ اور اس کی بنا پر شہرہ عام کے لحاظ سے بہت سے اہلِ علم اور عبقریاتِ فنون کے اسماء گرامی ملتے ہیں۔ ان میں سے بیشتر کی متعدد کتابیں ہیں لیکن ام الکتاب کوئی ایک ہے جیسے امام مالک کی موطا، شیخین کی صحیحین، اصحاب اربعہ کی سنن، امام ابن خلدون کا مقدمہ اور امام غزالی کی احیاء علوم الدین وغیرہ۔ حضرت شاہؒ کی ام الکتاب کا ایک منفرد امتیاز یہ ہے کہ اسی سے ان کی بیشتر تالیفات و رسائل برآمد ہوئے ہیں یا اس کی نہادی فکر و تحقیق پر دوسری کتب و رسائل کی باضابطہ اور مفصل و مدلل تالیف کا ڈول بعد میں ڈالا گیا ہے۔ یہ محض دعویٰ یا خوش گمانی نہیں ہے بلکہ ایک مسلمہ حقیقت کا اظہار ہے جس کی اجمالی کیفیت بیان کی جا چکی ہے اور تفصیلی تحقیق زیرِ قلم ہے جو انشاء اللہ جلد ہی پیشِ خدمتِ انام کی جائے گی۔ سردست اس کے بعض شواہد اس کتاب کے مختلف مباحث میں بھی ملیں گے۔

(حجۃ اللہ البالغہ، مرتبہ سعید احمد پالن پوری، مکتبہ حجاز دیو بند، غیر مورخہ، دو جلدیں؛ آئندہ حوالہ صرف "متن حجۃ" کے عنوان سے، رحمۃ اللہ الوسعہ ترجمہ حجۃ سعید احمد پالن پوری، مکتبہ حجاز دیو بند، ۲۰۰۰-۲۰۰۵ء، پانچ جلدیں، میں متن شامل ہے۔ آئندہ صرف رحمۃ اللہ الواسعہ)

اس ام الکتابِ حضرت شاہؒ کے مآخذ غالباً تمام سابق کتب خانہ علوم اسلامی کو محیط ہیں۔ فنون کے اعتبار سے قرآن مجید کے متون/ آیاتِ کریمہ، تفسیر و علوم قرآنی کے بنیادی مراجع، تمام کتب حدیث و سنت، مصادرِ فقہ و تفقہ، رسائل سیر و سوانح اور بیشتر

مباحث وخزائن تصوف وطریقت ان میں نمایاں ترین ہیں۔ حضرت شاہؒ مختلف مباحث میں گوناگوں کتب ورسائل یا مولف شخصیات کا ذکر خیر واضح یا مضمر انداز میں کرتے ہیں لیکن قرآن وحدیث کا ذکرِ خیر ہر باب و بحث میں سب سے اعلیٰ وارفع ہے کہ وہ علوم دین یا حدیث کے اسرار کی کتاب ہے (مقدمہ حجۃ ۱/ ۲۸ ومابعد: بحث علوم الحديث و مكانة علم اسرار الدين منها ،اور علم اسرار الدين ذو اصل اصيل ولكنه انف ،وغیرہ)۔

حضرت شاہؒ اس باب میں بالعموم اپنے مراجع یعنی سورتوں اور آیتوں کے نمبر اور کتبِ حدیث کا ذکر کم کرتے ہیں لیکن آیات واحادیث کے متون دیتے چلے جاتے ہیں یہ جان کر کہ اس کتابِ مستطاب سے اہل علم استفادہ کریں گے جو جانکار ہیں انھوں نے بسا اوقات شخصیات کے اسماء کرام کے حوالے سے بھی اپنے مآخذ کا ذکر کیا ہے جن سے مراد ان کی کتب ہیں ان سب کا ایک مختصر تجزیہ باب بہ باب پہلے پیش کیا جا رہا ہے، بعد میں ان کا تنقیدی تجزیہ کیا جائے گا۔

آیات ومتونِ قرآنی میں مآخذ کی نوعیت

آیاتِ کریمہ کے ذکر و بیان اور اس سے استدلال واستشہاد کے لیے حضرت شاہؒ کا طریقہ بالعموم متقدمین کے طریقہ کے مانند ہے کہ وہ صرف آیاتِ کریمہ کا ذکر کرتے یا حوالہ دیتے ہیں اور سورتوں اور آیتوں کے عدد کا حوالہ نہیں دیتے، بہت کم مقامات پر انھوں نے سورت کا حوالہ دیا ہے اور آیات کا عددی ذکر بالکل نہیں کیا کہ ان کے زمانے میں معروف نہ تھا۔ ان آیاتِ قرآنی کے ذکر میں حضرت شاہؒ کا طریقہ بہت دلچسپ ہے۔ اس کا ایک مختصر تجزیہ ذیل میں دیا جا رہا ہے جس سے ان کے طریقے کا انداز ہو جائے گا اور آیات ومتون قرآنی کے مختصر جائزے سے اس کی تصدیق بھی ہو جائے گی۔

-- وہ کسی ایک نکتہ، مسئلہ یا فکر سے متعلق کبھی صرف ایک آیت نقل کرتے ہیں۔

-- بالعموم وہ آیتِ کریمہ پوری نہیں ہوتی، صرف اس کا بنیادی متعلق حصہ نقل

کردیتے ہیں۔

-- ایک مسئلہ یا نکتہ سے متعلق ایک سے زیادہ آیات بیان کرتے ہیں اور ان میں بھی پوری پوری آیات نقل کرنے کا اہتمام نہیں کرتے، صرف ان کے متعلقہ اجزاء پر مشتمل ٹکڑے بیان کرتے ہیں۔

-- کبھی کبھی وہ آیتِ کریمہ یا الفاظ قرآنی کا ذکر نہیں کرتے بلکہ اپنی عبارت میں اس کا مضمون بیان کردیتے ہیں۔

-- آیاتِ کریمہ کے حوالے اور ذکر میں وہ صحیح عبارت والفاظ کا اہتمام کرتے ہیں۔

-- شاید ہی کوئی مقام ایسا ہوگا جہاں آیت/ آیاتِ کریمہ کے الفاظ وکلمات میں کسی قسم کی غلطی کی ہو۔ البتہ بعض رسائلِ تصوف میں بعض فقروں اور جملوں کی نقل میں تسامح ہوگیا ہے جو کتابت کا شاخسانہ بھی ہوسکتا ہے۔

آیات قرآنی

فلله الحجة البالغة	انعام:۱۴۸	حجۃ اللہ البالغہ کے تسمیہ کے لیے	۱/ ۳۷
لن ينال الله لحومها ولادمائها ولكن يناله التقوىٰ منكم	حج:۳۷	مقصد قربانی	۱/ ۳۸
اقم الصلوٰة لذكرى	طٰہٰ:۱۴	نماز کی اہمیت ومقصدیت	۱/ ۳۸
ولا يحسبن الذين يبخلون بماآتاهم الله من فضله هو خيرا لهم، بل هو شر لهم سيطوقون ما بخلوا به يوم القيامة	آل عمران:۱۸۰	مشروعیتِ زکوٰۃ	۱/ ۳۸

......لعلم تتقون	بقرہ:۱۸۳	مقصد وسبب مشروعیت روزہ	۱/۳۸
ان اول بیت وضع للناس للذی......	آل عمران:۹۶	مشروعیت حج	۱/۳۸
ان الصفا والمروۃ من شعائر الله	بقرہ:۱۵۸	مشروعیت حج	۱/۳۸
ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الباب	بقرہ:۱۷۹	مقصد قصاص	۱/۳۹
لیذوق وبال امرہ	مائدہ:۹۵	حدود کفارات	۱/۳۹
وقاتلوھم حتی لا تکون فتنة ویکون الدین کله لله		مشروعیت جہاد	۱/۳۹
علم الله انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم و عفا عنکم	بقرہ:۱۸۷	حرج دور کرنے کے لیے	۱/۴۰
ان ارید الاالاصلاح ما استطعت وما توفیقی الابالله علیه توکلت والیه انیب	ہود:۸۸	مقصود نبوت وکار نبی	۱/۵۴

یہ محض چند آیات کریمہ ہیں جن کا ذکر ان کی ماخذی نوعیت اجاگر کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔ ورنہ اپنی کتاب حجۃ کے تمام ابواب وفصول میں، صرف ابواب ارتفاقات وغیرہ کو چھوڑ کر، قرآن مجید کی آیات کریمہ کو حضرت شاہؒ نے نقل کیا ہے۔ غالباً ان کی کثرتِ تعداد کے سبب ہی ابھی تک کسی شخص نے اشاریہ آیاتِ کریمہ بنانے کی جراءت نہیں کی ورنہ اصل تعداد معلوم ہو جاتی۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ

تمام ابوابِ و مباحث حجۃ میں آراستگی اور استناد کے لیے مختلف سورتوں سے لائی گئی ہیں۔ اور ان کی تعداد یا اس سے استنادِ شاہ کسی طرح کیفیت میں احادیث نبوی کی تعداد سے کم نہیں ہے۔

بلاشبہ احادیث نبوی کی تعداد و کمیت کہیں زیادہ ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ کتاب حجۃ اسرار حدیث کی کتاب ہے۔ بعض ناقدین نے تعداد حدیث اور اس سے استناد شاہ پر نقد اپنے خاص مزعومات کے تحت کیا ہے۔ ورنہ حاشا وکلا حضرت شاہؒ قرآن مجید کو نظر انداز کرتے ہیں اور نہ اس کی اہمیت کم جانتے ہیں اور نہ اس سے استناد کم کرتے ہیں۔ اصل وجہ یہ ہے کہ فروع، تفصیلات اور جزئیات کلام نبوت میں زیادہ ہیں لہٰذا حضرت شاہؒ ان کو بکثرت نقل کرتے ہیں۔ پھر حضرت شاہؒ دوسرے پیشرو اور متاخر عبقریات کی مانند حدیث نبوی کو قرآن مجید کا شارح اور وحی الٰہی کا دوسرا روپ گردانتے تھے اور اس سے صرف منکرین حدیث ہی انکار کر سکتے ہیں۔ ان کی نظر میں دین و شریعت کا مدار ان دونوں توام مصدرِ وحی الٰہی ہی پر تھا۔ یہ ایسی حقیقتِ واقعہ ہے کہ جس کا اہلِ ایمان کے علاوہ صاحبانِ حق بھی اعتراف کرتے ہیں۔

ذکر و بیانِ احادیث میں ماخذی نوعیت

بہت سے متقدمین، معاصرین اور متاخرین نے متونِ احادیث میں اس کا اہتمام کیا ہے کہ وہ کسی نہ کسی ماخذ و کتاب کا ذکر اس کے عنوان سے یا اس کے جلیل القدر مؤلف کے اسم گرامی سے کر دیتے ہیں لیکن یہ طریقہ بہت زیادہ معروف نہ تھا۔ حضرت شاہؒ کا بیانِ احادیث شریف میں طریقہ ان مؤلفین و محققین کی طرح ہے جو صرف حدیث کا متن نقل کر دیتے ہیں اور ماخذ و کتاب یا مؤلف امام کا بالعموم ذکر نہیں کرتے۔ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ متعین ماخذ کا ذکر انھوں نے کیا ہو۔ ان کے ذکرِ احادیث میں طریقہ شاہؒ کے بنیادی نکات یہ ہیں:

-- کسی نکتہ، مسئلہ، بحث، فکر سے متعلق حدیث شریف کا صرف متعلقہ حصہ نقل کرتے ہیں۔

-- بسا اوقات وہ حدیث کا نقل کردہ حصہ ادھورا ہوتا ہے، وہ شروع میں الفاظ چھوڑ دیتے ہیں یا آخر میں۔

-- پوری حدیث شریف بہت کم نقل کرتے ہیں، صرف مختصر ترین احادیث میں سے وہ پوری حدیث لاتے ہیں۔

-- کسی بحث یا نکتے پر وہ ایک سے زیادہ احادیث کے اجزاء لکھ دیتے ہیں اور وہ ضروری ضروری اجزاء ہوتے ہیں۔

-- بہت سے مقامات پر حضرت شاہؒ حدیثِ شریف کے الفاظ نہیں نقل کرتے بلکہ اپنی عبارت میں اس کا مضمون بیان کر دیتے ہیں جو ان کے مقصد و مبحث سے متعلق یا جس پر ان کے استدلال کا اعتماد ہوتا ہے۔

-- گذشتہ مباحث میں مذکور احادیث کا حوالہ دینے میں حضرت شاہؒ کا یہ بھی طریقہ ملتا ہے کہ وہ صحابی راوی کی حدیث جیسے حدیث عبداللہ بن مسعود، حدیث ابن عمرؓ، حدیث عائشہؓ وغیرہ کا ذکر متعلقہ بحث میں کر دیتے ہیں۔

-- بعض بعض مقامات پر بالخصوص حجۃ میں حضرت شاہؒ کسی کتاب حدیث کا حوالہ دیتے ہیں جیسے حدیث بخاری، حدیث مسلم، حدیث موطا وغیرہ۔

کتابِ حجۃ میں متونِ احادیث

حجۃ اللہ البالغہ میں متون احادیث کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم دفتر تیار ہو جائے گا کہ وہ ہر باب میں بکثرت ہیں۔ لہٰذا اس خاص طریقہ حوالہ اور ماخذ بیان کرنے کے لیے صرف مبحث اول سے متون احادیث کو نقل کیا جا رہا ہے۔ ان کی کتابوں یا مآخذ کی نشاندہی کتاب حجۃ کے متن کے حواشی میں مولانا پالن پوری کی

تخریج کی بنا پر کی جارہی ہے کہ وہ دستیاب ہے۔ نئی تحقیق وتخریج کا موقعہ نہیں اور نہ ہمت ہے۔ ان کے مباحث اور صفحات کا حوالہ بھی دیا جارہا ہے تا کہ ان کی اہمیت سمجھی جاسکے۔

انما الاعمال بالنیات	متفق علیہ/ مشکوٰۃ:۱	تمام اعمال کی بنیاد	۱/۳۸
سترون ربکم کما ترون هـذا القمر، لا تضامون فی رویتـه، فان استطعتم ان لا تـغلبـوا عـلـیٰ صلوٰۃ قبل طلـوع الشمس، وصلوٰۃ قبل غروبها فافعلوا	متفق علیہ/ مشکوٰۃ:۵۶۵۵	باب رویۃ اللہ تعالیٰ، مشروعیتِ نماز	۱/۳۸
فـاخبـرهم ان الله تعالیٰ قد فـرض عـلیهـم صـدقة، تـوخـذمـن أغـنـیـائهم، فتردعلیٰ فقرائهم	متفق علیہ/ مشکوٰۃ:۱۷۷۲	مشروعیتِ زکوٰۃ، وصدقہ	۱/۳۸
فان الصوم له وجاءً......	متفق علیہ/ مشکوٰۃ:۳۰۸۰	مشروعیتِ روزہ	۱/۳۸
......انهـا سـاعة تفتح فیـه ابـواب السـمـاء فاحب ان یصعد لی فیها عمل صالح	ترمذی/ مشکوٰۃ:۱۱۶۹	مقصد روزہ نفل	۱/۳۹
فانه لایدری این باتت یده	متفق علیہ/ مشکوٰۃ:۳۹۱	سنن الغسل، بیداری پرسنت	۱/۳۹
فـان الشیطٰـن یبیت علیٰ خیشومه	متفق علیہ/ مشکوٰۃ:۳۹۲	سنن الغسل، ناک میں پانی ڈالنا	۱/۳۹

......فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله	ترمذی، ابو داؤد/ مشکوٰۃ: ۳۱۸	مایوجب الوضوء نیند کے لیے	۱/۴۰
انه لاقامة ذکر الله	ترمذی، دارمی/ مشکوٰۃ: ۲۶۲۴: رمی الجمار	رمی الجمار کے لیے	۱/۴۰
انما جعل الاستیذان من اجل البصر	بخاری: ۶۲۴۱؛ مسلم: ۱۳۶/۴۰	اجازتِ داخلہ کے لیے	۱/۴۰
انها لسیت بنجس، انما هی من الطوافین علیکم او الطوافات	مالک، ترمذی، ابوداؤد/ مشکوٰۃ: ۴۸۲	بلی کے جھوٹے کے لیے	۱/۴۰
انها تطلع بین قرنی الشیطن، و حینئذ یسجد لها الکفار	مسلم/ مشکوٰۃ: ۱۰۴۲	ممنوعہ اوقاتِ نماز کے لیے	۱/۴۰
اصاب الله بك یا بن الخطاب	ابوداؤد: ۱۰۰۷	سدِ تحریف کے لیے	۱/۴۰
اولکلکم ثوبان......	بخاری ـ ۳۵۸؛ موطا ـ ۱: ۱۴۰؛ مسلم	ضروری لباس نماز	۱/۴۰
صلوٰة الرجل فی جماعة تزید علی صلوٰة بیته و صلوٰته فی سوقه خمسا و عشرین درجة و ذلك ان احدکم اذا توضافأحسن الوضوء تم اتی المسجد لا یریدالاالصلوٰة	متفق علیه/ مشکوٰۃ: ۷۰۲ باب المساجد	مسجد میں باجماعت نماز	۱/۴۰

وفی بضع احدکم صدقة قالوا: یا رسول الله! ایاتی احدنا شهوته ویکون له فیها اجر؟ قال: ارأیتم لو وضعها فی حرام لکان علیه فیه وزرٌ؟ فکذلك اذاو ضعها فی حلال کان له اجر	مسلم:۷:۹۲	نکاح و مباشرت میں اجر	۱/۴۰
اذا التقی المسلمان بسیفیهما فالقاتل والمقتول کلاهما فی النار. قالوا: هذا القاتل، فما بال المقتول؟ قال: انه کان حریصا علیٰ قتل صاحبه	متفق علیہ/ مشکوٰۃ:۳۵۳۸	سدِ قتل مسلمانان	۱/۴۱
......حتی خشیت ان یکتب علیکم	متفق علیہ/مشکوٰۃ:۱۲۹۵	قیام شہر رمضان - تراویح	۱/۴۳
ان اعظم المسلمین فی المسلمین جرما: من سال عن شئی لم یحرم علی الناس، فحرم من اجل مسئلته	متفق علیہ/ مشکوٰۃ: ۱۵۳: باب الاعتصام	بلاوجہ سوال	۱/۴۳
انما مثلی و مثل ما بعثنی الله به، کمثل رجل اتی قوما......الخ	متفق علیہ/مشکوٰۃ:۱۴۸	مقصد نبوت وکتاب	۱/۴۳ - ۴۴

ان مثله کمثل رجل بنیٰ داراو جعل فیها مادبة الخ	متفق علیہ/ مشکوٰۃ:۱۴۴	مقصد نبوت و کتاب	۱/۴۳
انما هی اعمالکم ترد علیکم	مسلم:۱۶:۱۳۳	اعمال کی جزا	۱/۴۴
الا و ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله، و اذا فسدت فسد الجسد کله، الا وهی القلب	متفق علیہ (متن حجۃ میں تخریج نہیں ہے)	اصل ماخذ اصلاح	۱/۴۴

ان تمام مذکورہ بالا متونِ احادیث سے اور ان سے کہیں زیادہ تمام دوسری متون احادیث حجۃ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت شاہؒ نے تمام معتبر و متداول کتبِ حدیث سے اپنی ام الکتاب کو سجایا سنوارا اور مستند و مدلل بنایا تھا۔ اگرچہ حضرت شاہؒ نے کسی دوسرے مقام پر اور دوسرے اہل علم نے اپنے بیانات میں یہ تصریح کی ہے کہ ان کے بنیادی مآخذِ حدیث صحیحین اور ابوداؤد و ترمذی تھے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مذکورہ چار مآخذ حدیث ان کے بنیادی اور اہم ترین مآخذ رہے ہوں گے مگر دوسری کتب حدیث بھی ان کے پیش نظر تھیں اور ان سے انھوں نے بہت سی احادیث و روایات لی ہیں اور وہ صرف ضمناً نہیں اصلاً بھی ہیں۔

تمام بنیادی مآخذِ حدیث سے حضرت شاہؒ کے براہ راست استفادے کی ایک اور شہادت ملتی ہے اور وہ ہے مسویٰ/ مصفیٰ یعنی ان کی دونوں عربی و فارسی شروحِ موطا میں ان تمام کتبِ حدیث کے صریح حوالے اور بیانات۔ حضرت شاہؒ نے ان میں بہت تفصیل کے ساتھ اور تمام مباحث، کتب اور ابوابِ موطا میں احادیث کے مآخذ کا ذکر خاص اپنی تشریحات میں کیا ہے اور وہ قطعی مآخذ کی واضح تصریحات کے ساتھ ملتا ہے۔ یہ ان کی مآخذِ حدیث پر پکی دسترس کی شہادت ہے۔ البتہ ان میں بھی حضرت شاہؒ نے

بعض خاص کتبِ حدیث پر زیادہ انحصار کیا ہے۔ جس پر بحث وہیں کی گئی ہے۔

دوسری شہادت خود حجۃ اللہ البالغہ کی اس بحث میں ملتی ہے۔ جس میں حضرت شاہؒ نے کتبِ حدیث کی ثقاہت و معتبریت کے حوالے سے مختلف خانوں/ درجات میں تقسیم کی ہے۔ اس میں بہت سی متداول کتبِ حدیث کا ذکر واضح و موجود ہے۔ اس بحث سے یہ بہر حال ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شاہؒ نے نہ صرف ان تمام کتابوں کو پڑھا تھا بلکہ ان کو سمجھا اور پرکھا بھی تھا۔ ان کے اسی تبحرِ حدیث نے ان کو ان تمام کتابوں کی درجہ بندی کی توفیق بخشی تھی، معمولی علمِ حدیث سے یہ کام ممکن نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح حضرت شاہؒ نے ازالۃ الخفا میں جس طرح مآخذِ حدیث کی تحقیق و تشریح کی ہے وہ ان کے تبحر کی تیسری شہادت ہے۔

تمام تصریحات و بیانات اور شہادات سے حضرت شاہؒ کے مآخذِ حدیث کی درجہ بندی کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ موطا امام مالک حضرت شاہؒ کے فکر و تجزیہ میں بنیادی کتابِ حدیث وفقہ ہے۔

۲۔ تمام دوسری کتب و مآخذِ حدیث اسی موطا امام مالک پر مبنی ہیں اور اسی کی روایات و آثار کو مستند بناتی ہیں۔

۳۔ دوسرے درجے میں/ حضرت شاہؒ کے اولین طبقہ میں موطا کے ساتھ صحیحین بھی ہیں مگر وہ موطا پر ہی مبنی، اسی سے مستخرج و مستفیض ہیں۔ مستدرک حاکم کی احادیث کو صحیحین کے مرتبہ کی نہیں مانا ہے (ابوداود، ترمذی اور نسائی)۔

۴۔ دوسرے طبقہ و درجہ شاہؒ میں معروف کتب سنن ہیں اور بعض دوسری کتب بھی جیسے امام رزین کی تجرید الصحاح، ابن اثیر کی جامع الاصول اور مسند احمد بھی اس طبقہ میں آسکتی ہے۔

۵۔ تیسرے طبقہ میں حسب ذیل ہیں: تمام مسانید و جوامع و مصنفات جو شیخین کے زمانے سے قبل یا ان کے زمانے میں یا بعد میں تالیف کی گئیں جیسے مسند ابویعلیٰ، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ، مسند عبد بن حمید، مسند

طیالسی، کتب بیہقی وطبرانی وطحاوی وغیرہ۔

۶۔ چوتھے طبقہ میں وہ ہیں جو کافی ضعیف اور نا قابل استناد ہیں جیسے: ابن حبان کی کتاب الضعفاء، ابن عدی کی کامل، کتب خطیب بغدادی، ابی نعیم، جوز جانی، ابن عساکر، ابن النجار، دیلمی، مسند خوارزمی وغیرہ (رحمۃ اللہ الواسعہ ۲/۴۹۰-۵۱۵، پانچواں طبقہ بھی ہے)۔

کتاب حجۃ کے مآخذِ حدیث

حضرت شاہؒ کی کوئی بھی کامل اور بنیادی تالیف ہو اس میں حدیثِ نبوی کے بیشتر ذخیروں کے جواہر ریزے مختلف مباحث میں ملتے ہیں کیونکہ ان میں مفصل ومشرح مباحث ہوتے ہیں اور ان کے متعلقات بھی بہت زیادہ ہوتے ہیں لہٰذا ان کا دامن بہت کشادہ ہوتا ہے اور حضرت شاہؒ کی محدثانہ عبقریت کا اظہار ان میں پوری طرح ہوسکتا ہے اور ہوتا ہے۔ مختصر کتب، چھوٹے چھوٹے رسائل اور چند ورقی کتابچوں میں مباحث کی جگہ بھی نہیں ہوتی اور تنگ دامانی چند احادیث کی متحمل ہوتی ہے۔ ان کی شاہکار کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں بلا شبہ تمام متداول ومعروف کتابوں کی احادیث کا ایک ذخیرہ ملتا ہے۔ حضرت شاہؒ نے چونکہ خود ان احادیث کی تخریج نہیں کی لہٰذا ہمارے زمانے کے ایک صاحب علم وتخریج مولانا سعید احمد پالن پوری کی تخریج احادیثِ حجۃ پر اعتماد کرنا پڑتا ہے کہ خود ان کی تخریج وتحقیق کی اس وقت ہمت ہے نہ اس کا یارا ہے۔ البتہ اس ضمن میں حضرت مولانا کی احسان مندی کے ذکر کے ساتھ یہ حقیقت بھی عرض کرنی ضروری ہے کہ انھوں نے تخریج کے لیے مشکوٰۃ شریف کو اپنا سب سے بڑا ماخذ قرار دیا ہے۔ مشکوٰۃ شریف کی صحت ومرجعیت سے انکار نہیں تاہم وہ بنیادی ماخذِ حدیث نہیں ہے خصوصاً اس صورت میں جب کہ تمام بنیادی مراجع محقق انداز میں دستیاب ہیں۔ بہر حال حضرت موصوف کی اس خدمتِ گرامی کے لیے تمام طالبانِ علم حجۃ ممنون ومشکور ہیں اور اس سے اصل تخریج کی راہ کافی ہموار وآسان ہوتی ہے۔

مولانا موصوف کی تخریج کے مطابق حواشی میں مذکور تمام کتب حدیث حضرت شاہؒ کے پیش نظر رہی تھیں۔ یہ پہلا تاثر ہے جو ایک قاری اور ثانوی محقق کو ہوتا ہے۔ یہ بالکل قطعی امکان ہے کہ حضرت شاہؒ نے ان کتب سے ان کو لیا ہو۔ یہ بھی بہر حال امکان ہے کہ حضرت شاہؒ نے کچھ، متعدد یا بہت سی احادیث دوسری کتابوں سے لی ہوں جو ان کو دستیاب تھیں۔ صحاحِ ستہ بشمول موطا امام مالک اور دوسری معروف و مشہور کتابیں تو بلاشبہ حضرت شاہؒ کے علم و کتاب خانے میں تھیں لیکن یہ بھی قطعی ممکن ہے کہ مولانا پالن پوری کی طرح حضرت شاہ کی ایک بنیادی کتاب حدیث یا ماخذ مشکوٰۃ المصابیح ہی رہی ہو۔

صحیحین/متفق علیہ

حضرت شاہؒ کے ماخذِ حدیث ذکر نہ کرنے کی وجہ سے اور مولانا پالن پوری کی تخریج کے طریقے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت شاہؒ نے بہت سی احادیث صحیحین سے لی تھیں جن کو بالعموم متفق علیہ کہا جاتا ہے۔ یعنی ان پر شیخین کا اتفاق ہے۔ حضرت پالن پوری نے ان کی تخریج بنیادی طور پر مشکوٰۃ سے کی ہے لہٰذا وہ اسی کے حدیث نمبر اور باب کا ذکر کرتے ہیں۔ اس لیے ان متفق علیہ احادیث کا ایک تجزیہ قسم اول کے بعض مباحث کے حوالے سے ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

۱/۵۷-۱۰۷ :			المبحث الاول	: فی اسباب التکلیف و المجازاۃ
۱/۵۸	: مشکوٰۃ	: ۴۱۷۹	: کتاب الاطعمۃ	: التلبینۃ مجمۃ لفؤاد المریض
۱/۵۸-۵۹	: ؍	: ۴۵۲۰	: کتاب الطب	: فی الحبۃ السوداء شفاء من کل داء الا السام

۶۱/۱	״	۴۹۱۹	کتاب البر و الصلة	لما خلق الله الرحم......الخ
۶۲/۱	״	۵۳۸۷	کتاب الفتن	فانی لاری مواقع الفتن الخ
״	״	۵۸۶۲	فی المعراج	فاذا اربعة انهار......الخ
״	״	۵۱۶۰		حفت الجنة بالمکاره الخ
״	״/مسلم	۱۸۴:۱۷	کتاب الجنة	یوتی بالموت کانه کبش
۷۲/۱	فتح الباری	۸/۳۵۲		بیده المیزان یرفع القسط و یخفضه
۷۳/۱	مشکوٰۃ	۴۵۹۶	باب الکهانة	نجوم
۷۳/۱	بخاری	۵۶۷۳؛ مسلم:۱۷:۱۶۱		کتاب صفات المنافقین
۹۳/۱	مشکوٰۃ	۱۴۸	کتاب الایمان/ الاعتصام	انما مثلی و مثل ما بعثنی الله به الخ
۹۹/۱	״	۸۶	باب الایمان بالقدر	النفس تتمنیٰ و تشهتی الخ؛ نیز ۱/۳۰۴: یہی حدیث

صحیح بخاری

بعض احادیث حجۃ صرف صحیح بخاری سے لی گئی ہیں کہ ان کی تخریج صرف امام بخاری نے کی ہے جس کو اصلاح میں افراد بخاری کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ صحیح مسلم میں نہیں ہیں۔ ایسی تمام احادیث حجۃ کا ذکر کرنا مشکل ہے، البتہ چند کا بطور نمونہ ذکر کیا جاتا ہے اور وہ بھی تخریجِ پالن پوری پر مبنی ہے۔

المبحث الاول:فی اسباب التکلیف و المجازاۃ:۱/ ۵۷-۱۰۷

۱/۵۷ : حدیث : ۳۱۹۱،۷۴۱۸ : کان اللہ ولم یکن شئی قبلہ

۱/۶۶ : مشکوٰۃ : ۴۶۰۰ : اذا قضی اللہ الامرفی السماء...... الخ

معہ اصحاب الاربعہ سوائے نسائی کے

۱/۷۱ : ۳۹۳۸ : ۵۸۷۰:۰ : باب المعجزات: ماینزغ الولد الی ابیہ الخ

۱/۷۳ : مشکوٰۃ : ۴۵۹۴وغیرہ : باب الکھانۃ:

۱/۷۴ : حدیث : ۱۲۵ : کتاب العلم: قراء ت الاعمش عن ابن

مسعود: وما اوتوامن العلم الاقلیلا

صحیح مسلم

امام مسلم نے اپنی انفرادی احادیث میں ایک اہم علومرتبت اور معرفت حدیث کا اظہار کیا ہے۔ صحیح بخاری کی طرح وہ بھی ان کی خاص احادیث وروایات ہیں اوران کی استنادی حیثیت کسی طرح صحیح بخاری سے کم نہیں ہے۔ وہ ہم پلہ احادیث ہیں۔ کتاب حجۃ میں بالخصوص حضرت شاہؒ نے بہت سی احادیث صرف صحیح مسلم سے لی ہیں اور وہ ان کا ایک خاص ماخذ ہے۔ بطور مثال مبحث اول سے چند احادیث مسلم کا ذکر تخریج پالن پوری کے مطابق کیا جاتا ہے۔

المبحث الاول:

۱/۶۰ : مشکوٰۃ : ۵۴۷۶ : باب ذکر الدجال

۱/۶۱ : مشکوٰۃ : ۲۱۲۰ : ان البقرۃ و آل عمران تاتیان الخ

۱/۷۳ : مشکوٰۃ : ۴۵۹۲ : باب الکھانۃ

۱/۹۱ : تعرض اعمال الناس فی کل جمعۃ مرتین، حضرت شاہ نے احادیث کثیرہ میں اعمال بنی آدم کے رفع کا عمومی ذکر کیا ہے۔

۱/۹۳ : (۱۵: ۱۱۹: باب فضائل عیسیٰ) الانبیاء بنو علات الخ

۱/۹۴ : مشکوٰۃ : ۲۰۱ : کتاب العلم: الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ

۱/۹۹ : (۱۶: ۱۳۳) مشکوٰۃ : کتاب الاستغفار / کتاب الدعوات: انما ۲۳۲۶ ھی اعمالکم احصیھا علیکم الخ

۱/۱۰۰ : مشکوٰۃ : ۵۳۸۰ : کتاب الفتن: تعرض الفتن علی القلوب الخ

دیگر کتب حدیث حجۃ

حجۃ اللہ البالغہ میں موطا امام مالک سمیت صحاح ستہ کی احادیث شریفہ کے علاوہ متعدد دوسری کتب حدیث سے بھی حضرت شاہؒ نے احادیث نقل کی ہیں (مولانا پالن پوری کی تخریج کے مطابق حضرت شاہؒ نے ان کے مآخذ کا ذکر نہیں کیا)۔ حضرت شاہؒ نے جن مآخذِ حدیث کا ذکر صریح متن حجۃ میں کیا ہے ان کی وضاحت تشریحی حاشیہ میں یا متن میں کردی گئی ہے۔ ذیل میں صفحات ومباحث حجۃ کے حوالے سے ان کتب احادیث کا ایک مختصر تجزیہ پیش کیا جارہا ہے۔

مسند احمد بن حنبل:

۱/۵۹: ۱:۲۹۳؛ ۱/۲:۶۱/۲۶۳؛ مشکوٰۃ: حدیث: ۵۲۲۴: کتاب الرقاق

۱/۶۲: ھذان کتابان من رب العلمین؛ ترمذی اور نسائی کے ساتھ؛

۱/۶۳: " دارمی کے ساتھ

۱/۶۶: انی قمت من اللیل الخ: حدیث طویل معہ ترمذی، طبرانی، حاکم وغیرہ بحوالہ الدر المنثور

۱/۷۱: ان اللہ خلق آدم من قبضۃ قبضھا الخ معہ ترمذی، ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ: ۱۰۰ باب الایمان بالقدر

۱/۷۲: اذا قضی اللہ لعبد الخ مع ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ: ۱۱۰: باب الایمان بالقدر

۱/۷۳: اذا طلع النجم الخ (حدیث نمبر۲: ۳۴۱)؛ من اقتبس شعبة من النجوم بحوالہ مشکوٰۃ: ۴۵۹۸ معہ ابوداؤد، ابن ماجہ: باب الکہانۃ

۱/۷۳: مشکوٰۃ: ۴۵۹۹: ابوداؤد و ترمذی سمیت

۱/۷۳: (۴: ۱۶۳) مشکوٰۃ: ۱/۳۴۷: کتاب القصاص ؛ ۱/۹۳: (۶: ۴۴۳) مشکوٰۃ: ۱۲۳: باب الایمان بالقدر، ابن ابی الدنیا

-- قضاء الحوائج / کنز العمال: ۴: ۴۴۰۷

موطا امام مالک ۱/ ۹۸ (۱: ۲۹۳):

رخص النبی صلی اللہ علیہ وسلم للشیخ قبلة و لم یرخص للشاب الخ بحوالہ ابوداؤد و مشکوٰۃ: ۲۰۰۶

موطا امام مالک / موطا امام محمد

موطا امام مالک اگرچہ حضرت شاہؒ کے فکر و تجزیہ میں حدیث وفقہ کی بنیادی کتاب ہے لیکن کتاب حجۃ میں اس کی احادیث بہت کم لی ہیں۔ غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ شروح موطا۔ مسویٰ و مصفی۔ میں ان کا مفصل تجزیہ کرنے والے تھے۔ دوسری وجہ حرمین شریفین سے واپسی کے معاً بعد کتاب حجۃ کی تالیف کا زمانہ بھی ہے جب حضرت شاہؒ پر اساتذہ حرمین کے اثرات تھے اور ان کے فکر و خیال میں صحیحین و سنن اربعہ کو اہمیت زیادہ حاصل تھی۔ ان کے علاوہ دوسری وجوہ بھی ہوسکتی ہیں۔ بہر حال کتاب حجۃ میں موطا کی احادیث بہت کم اور شاذ و نادر ہی ملتی ہیں جیسے

۲/۵۰: امام محمد نے موطا میں حنفیہ کا مسلک بیان کیا ہے کہ وہ تشہد میں اشہد ان لا الٰہ الا اللہ پر مسبحہ /کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرے گا۔ یہ حدیث کے مطابق ہے۔ مولانا پالن پوری نے اس کی تخریج کی ہے اور باب وغیرہ کا ذکر بھی کیا ہے۔

سنن ابوداؤد: المبحث الاول

۱/۶۸: کتاب الادب: اجعلنی فی الندی الاعلیٰ

۱/۷۱: مشکوٰۃ: ۱۰۰: باب الایمان بالقدر: ان اللہ خلق آدم من قبضة قبضها الخ (دوسری کتب کے ساتھ)

۱/۷۳: مشکوٰۃ: ۴۵۹۸: باب الکهانة: من اقتبس شعبة من النجوم الخ (احمد وابن ماجہ کے ساتھ)

ترمذی: المبحث الاول

۱/۵۹: مشکوٰۃ: ۴۵۳۷: کتاب الطب؛

۱/۶۶: (۱۵۴:۲) وغیرہ: اذا قضیٰ امر سبّح حملة العرش

۱/۹۴: مشکوٰۃ: ۵۱۴۵: باب الامر بالمعروف وغیرہ: الا ان بنی آدم خلقوا الخ

ابن ماجہ

۱/۵۹: بحوالہ مشکوٰۃ: ۴۵۳۷ ترمذی کے ساتھ اور ۱/۶۳: دارمی کے ساتھ

۱/۷۳: بحوالہ مشکوٰۃ: باب الکهانة، ابوداؤد کے ساتھ

نسائی

۱/۱۰۲: اکتبوا العمل کما هو الخ مسند احمد اور صحیح ابن حبان کے ساتھ مگر منذری کی ترغیب: ۲/: ۴۴۳ کا حوالہ ہے۔

البزار

۱/۶۲: ینزل البلاء فیعالجه الدعاء (طبرانی، حاکم اور ترغیب وترہیب کے ساتھ)

بیہقی / کتاب الاسماء و الصفات

۱/ ۶۹:

مستدرک الحاکم المبحث الاول:

۱/ ۶۱: ا:۲۷۷ کنز العمال: ۲۰۹۱۰: ا/ ۶۲؛

طبرانی فی الکبیر والاوسط

۱/ ۶۲: ینزل البلاء فیعالجه الدعاء؛ خلق الله العقل الخ

دارمی

۱/ ۶۳: مسند احمد کے ساتھ؛ ا/ ۹۸ (۲: ۱۲۵) ترمذی: ابواب الرویا

بغوی/ شرح السنۃ

۱/ ۶۴: ان الله لیس یتغیر عظمته و لکن عیناك یغیرهما حتی تراه کیف شاء (صرف معنی حدیث دیا ہے)

ان کے علاوہ تخریج پالن پوری کے مطابق بہت سی دوسری کتبِ حدیث سے حضرت شاہؒ نے احادیث لی ہیں اور ان کی تعداد بلا تکلف بیسیوں سے زیادہ یا سیکڑے سے متجاوز کہی جاسکتی ہے۔ ان کا کامل اشاریہ اور مفصل تخریج ہی ان کا عدد متعین کرسکتا ہے۔

متنِ حجۃ میں ماخذِ حدیث

بہر حال حجۃ اللہ البالغہ کے متن میں بھی حضرت شاہؒ نے اپنے ماخذِ حدیث کا واضح اور متعین ذکر کیا ہے۔ قسم ثانی کے آغاز میں ہی حضرت شاہؒ نے وضاحت کی ہے کہ اس قسم کی ایسی تمام احادیث کا ''جملہ صالحہ'' ذکر کرنا مقصود ہے جو ان کے اہل (حدیث) کے نزدیک معروف و مروی ہیں اور تمام اہل علم کے درمیان متداول ہیں اور جو خاص کر صحیح بخاری، صحیح مسلم اور ابوداؤد و ترمذی کی دو کتابوں میں مروی ہیں۔ ان کے علاوہ جن

کتب سے میں نے احادیث لی ہیں وہ محض ''استطراداً'' (تائیداً) نقل کی ہیں اور ان کی تخریج کرنے والوں کا نام ونسبت ہر حدیث کے بارے میں نہیں بیان کیا ہے اور کبھی میں نے حاصلِ معنی (حدیث) یا حدیث کے ایک حصے (طائفہ) کا ذکر کیا ہے۔ اور طالبِ مآخذ کے لیے ان احادیث کا ان کتابوں سے تتبع اور مراجعہ بہت آسان بھی ہے۔

(حجۃ متن، ۱/۲۵۳؛ رحمۃ اللہ الواسعہ، ۳/ ۳۷: مولانا پالن پوری نے لکھا ہے کہ ''حجۃ اللہ میں حدیثوں کے حوالے نہیں دیئے گئے کیونکہ یہ سب معروف حدیثیں ہیں اور حدیث شریف کی چار بنیادی کتابوں: بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی شریف سے لی گئی ہیں۔ دیگر کتابوں سے شاذ ونادر ہی کوئی حدیث لی ہے۔ البتہ تبعاً اور ضمناً دوسری کتابوں کی حدیثیں بھی آئی ہیں''۔ پھر مولانا موصوف نے اپنی تخریج احادیث کا طریقہ بیان کیا ہے کہ شرح میں مشکوٰۃ میں مل جانے والی احادیث کا حوالہ دیا گیا اور باقی کا اصل کتابوں سے اپنے متنِ حجۃ میں۔ بہر حال موصوف نے تخریج کا اہتمام کیا ہے اور اس پر شرح کا طریقہ ہی غالب ہے۔ اس میں بہت کتب حدیث کی احادیث ہیں)

احادیث حجۃ کی تشریح وتعبیر میں حضرت شاہؒ نے مختلف طریقے اختیار کیے ہیں جن میں بعض کا ماخذ وہ خود ہیں:

۱۔ ان میں حضرت شاہؒ بالعموم ''اقول'' کہہ کر ان کی تشریح کرتے ہیں۔ ۲۔ اس تشریح وتعبیر کی دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ایسی کسی حدیث کا بطن یا سر بتاتے ہیں "بطن هذه الواقعة و سرها" ۔ یہ بالعموم حدیث میں مذکور واقعہ کا ہوتا ہے۔ ۳۔ ایک دلچسپ مجموعی اور مستفاد طریقۂ تشریح یہ ہے کہ وہ اپنی تحقیق وتشریح بیان کرکے اس کو کلامِ صحابہ وتابعین سے مفہوم بتاتے ہیں...... تحقيق شريف مفهوم من كلام الصحابة و التابعين ۔ اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ ۴۔ بعض احادیث شریفہ کی تشریح وتعبیر میں وہ کسی خاص امام، محدث اور مفکر کا حوالہ متعین طور سے دیتے ہیں جیسے بعض مقامات پر انھوں نے مثلاً امام غزالی کے کلام میں اس کی تعبیر کا حوالہ دیا ہے۔ بعض دوسرے محدثین ومآخذ کا بھی ذکر کیا ہے۔

(متن حجۃ، ۱/ ۴۶۳-۴۶۸ و مابعد: ۱/ ۴۶۹ پر امام غزالی کی تعبیر کا حوالہ ہے، اس پر حضرت امام کے مآخذ پر بحث ملاحظہ ہو جو کتب امام میں ایک جگہ جمع کردیئے گئے ہیں)

نقدِ مآخذ/ محدثین و متاخرین

احادیثِ نبوی کی تشریح و تعبیر میں حضرت شاہؒ کے متعدد تنقیدی طریقے بھی نظر آتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ کسی حدیث و سنت کی تشریح و تعبیر میں بعض بزرگوں اور متاخر علماء و محدثین نے اسرائیلیات وغیرہ نقل کی ہیں۔ حضرت شاہؒ نے ان کے بارے میں آگاہ کیا ہے کہ وہ ''احادیثِ محمدیہ'' نہیں ہیں اور اہل حدیث کے متاخرین کا اس قسم کی روایات کی طرف رجوع کرنا ایک قسم کا تعمق و تکلف ہے اور اس بارے میں متقدمین کا کوئی کلام نہیں ملتا ہے۔ (متن حجۃ، ۱/ ۴۷۰)

۲۔ تشریحِ حدیث میں حضرت شاہؒ بعض تعبیرات کے ضمن میں اشعارِ عرب سے کسی نظیر کا ذکر کرتے ہیں مثلاً کسی صحابی کا یہ قول کہ میں فلاں غزوہ میں لکھا گیا تھا: ''کتبت فی غزوۃ کذا'' کا مطلب محض یہ ہے کہ ان کا تعین و انتخاب ہو گیا تھا، ان کا نام کسی دیوان/ رجسٹر میں نہیں لکھا گیا تھا کہ اس زمانے میں دیوان تھا ہی نہیں جیسا کہ حضرت کعب بن مالکؓ نے کہا تھا: اس کی نظیر اشعارِ عرب میں بہت ملتی ہے۔
(متن حجۃ، ۱/ ۴۷۰)

۳۔ کسی حدیث کی صحت پر حدیث کے اہلِ معرفت کا مجموعی ذکر کرتے ہیں کہ وہ اس کی تصحیح پر اجماع و اتفاق نہیں رکھتے مثلاً حدیث ''لا وضوء لمن لم یذکر اللہ'' کے بارے میں حضرت شاہؒ نے یہی لکھا ہے۔ مولانا پالن پوری نے ترمذی وغیرہ کی اس حدیث و لفظ پر مختلف امامانِ فقہ و حدیث کا تبصرہ و نقد نقل کیا ہے کہ اس باب میں مروی تمام احادیث قوی نہیں ہیں۔ (متن حجۃ، ۱/ ۴۸۹ و حاشیہ: ۹)

۴۔ فقہی احادیث میں بالخصوص اختلافی مسائلِ فقہ میں حضرت شاہؒ مختلف فقہاء کا ذکر بطور مآخذ کرتے ہیں جیسے مسِ ذکر یا لمسِ عورت کے باب میں وارد احادیث میں فقہاء و محدثین کے اسماء ان کے اقوال کے ساتھ گنائے ہیں۔ (متن حجۃ، ۱/ ۴۹۳-۴۹۴)

مآخذِ تتمۂ حجۃ اللہ البالغہ/غایۃ الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف

حضرت شاہؒ کے طریقِ تصنیف وتالیف اور تحقیقِ علم وفن کے گونا گوں رنگ اور مختلف اجزاء تھے۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ وہ اپنی شاہکار کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں مختلف تالیفات کو سمو دیتے تھے یا ازالۃ الخفا جیسی کتب میں ان کو ابواب بنا دیتے تھے۔ ان کا بنیادی خیال اور ڈھانچہ ان کی ام الکتاب ہی میں اٹھایا جاتا تھا اور وہی جزوِ اصلی ہوتا ہے۔ اسی سے دوسرا رنگ وجزو یہ نکلتا تھا کہ وہ ان آزاد وخود مختار مباحث کو کچھ ترقی دے کر ایک خاص تصنیف بنا دیتے تھے جیسے غایۃ الانصاف نامی رسالۂ فقہ کو حجۃ اللہ البالغہ سے اور فقہِ عمر بن الخطاب کا رسالہ ازالۃ الخفا سے برآمد کیا تھا۔ اسی طرح وہ بعض مختصر مباحثِ حجۃ کو ترقی دے کر مختصر کتابچے اور رسالے اور آزاد تصنیفات بنا دیتے تھے جو مستقل کتب بن جاتی تھیں جیسے خصائلِ اربعہ وغیرہ کے مباحثِ حجۃ نے ہمعات کی صورت اختیار کی اور علوم وغیرہ قرآنی مباحث نے الفوز الکبیر وغیرہ کی۔

(حضرت شاہؒ کے طریقِ تصنیف پر بحث کے لیے خاکسار کی کتاب: تصانیف شاہ ولی اللہؒ کا تنقیدی مطالعہ، علی گڑھ ۲۰۱۰ء، مختلف ابواب؛ رحمۃ اللہ الواسعہ ۲/ ۵۷۵-۳۹-۷: مولانا پالن پوری کا خیال ہے کہ ''اس تتمہ کے بیشتر مضامین اپنے دو رسالوں سے بعینہٖ اخذ کیے ہیں'' اور حاشیہ میں یہ امکان بھی ظاہر کیا ہے ''اس تتمہ کے مضامین کو لے کر انصاف اور عقد کے دو رسالے تیار کیے ہوں......'' مختلف وجوہ سے دوسرا امکان ہی حقیقت ہے۔ مولانا موصوف کا یہ خیال کہ ''یہ تتمہ ساتویں مبحث کا تتمہ ہے، کتاب کی قسم اول کا نہیں''، صحیح لگتا ہے کہ وہ اسی پر مباحث سے متعلق ومتفق ہے)

مآخذ ومصادر کی بحث میں تتمۂ حجۃ یا غایۃ الانصاف کا ذکر اسی خاص طریقِ تصنیف حضرت شاہؒ کی وجہ سے آیا ہے۔ بہر حال غایۃ الانصاف متن حجۃ کا ایک نا گزیر حصہ ہے لہٰذا مآخذ کی بحث میں اسی کے ذیل میں گفتگو کرنی لازمی ہے اور وہ آزاد رسالہ پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ صرف پندرہ بیس صفحات کے اضافے سے رسالہ غایۃ الانصاف کے، مآخذ میں کوئی جوہری فرق نہیں آتا۔ مفصل تجزیہ تو بعد میں

آئے گا لیکن شروع کی بحثِ مآخذ میں تین چار نکات کی نشاندہی کرنی ضروری ہے کہ اس پر تقسیم مبنی ہے:

۱۔ حجۃ البالغہ کے دوسرے متون کے مقابلے میں تتمۂ حجۃ / غایۃ الانصاف میں خاص متن کے اندر متعدد مآخذ ملتے ہیں۔

۲۔ ان میں کتبِ احادیث کے علاوہ متعدد ائمۂ فقہ اور علومِ اسلامی کی کتابوں کو بھی بطور مآخذ استعمال کیا گیا ہے۔

۳۔ ان پیشرو اکابرینِ علم اور اساطینِ فن کی کتابوں کے نام بھی دیے ہیں اور ان کے اقتباسات بھی نقل کیے ہیں۔

۴۔ ان میں مذکور اقوال و آراء اور اقتباسات سے حضرت شاہؒ نے اپنے نکات، مسائل اور مباحث میں استشہاد و استدلال بھی کیا ہے اور ان پر رد و نقد بھی۔ لیکن وہ لازمی طور سے حضرت شاہؒ کی آراء و افکار نہیں ہیں جیسا کہ سمجھ لیا گیا ہے۔

(الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف، مرتبہ عبدالفتاح ابوغدہ، دار النفائس بیروت ۱۹۷۷ء؛ آئندہ صرف الانصاف)

عام کتبِ حدیث بطور مآخذ

تتمۂ مبحث ہفتم میں حضرت شاہؒ نے حسبِ دستور بیشتر کتبِ حدیث کو بطور مآخذ استعمال کیا ہے جن کا حوالہ کامل متنِ حجۃ کے ضمن میں مختلف اعتبارات سے دیا گیا ہے۔ ان تمام متداول کتبِ حدیث کی صرف ایک فہرست ذیل میں دی جا رہی ہے۔ اسی کے ساتھ یہ عام وضاحت بھی کرنی ضروری ہے کہ حضرت شاہؒ نے جہاں کتابوں یا ان کے مؤلفینِ عظام کا ذکر نہیں کیا ہے اور اہل حدیث / محدثین کا عام طبقاتی مآخذ بیان کیا ہے یا صرف احادیث نقل کی ہیں یا ان کی بنا پر صحابہ و تابعین کا مسلک بیان کیا ہے وہ احادیث کی معتبر کتب سے ہی ماخوذ ہیں جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دادی کا حصۂ میراث میں ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ / مشکوٰۃ مراد ہے۔

عہد فاروقی کے واقعات وتاوئ وغیرہ کے لیے حضرت شاہؒ نے صحیحین وسنن کا ذکر کیا ہے (رحمۃ اللہ الواسعہ ۲/۵۸۲-۵۸۵)۔ صحابہ کرام کے مختلف ممالک میں پھیلنے اور ان کے سات قسم کے اختلاف کے لیے حضرت شاہؒ نے نسائی، ائمہ (حدیث)، اصحاب الاصول، شیخین (مسئلہ تیمم)، مسلم، امام زہری کا ذکر کیا ہے (۲/۵۸۷-۵۸۹)۔ مولانا پالن پوری نے ان کی تخریج بھی کی ہے (۲/۵۹۰ومابعد)۔ ان کے علاوہ حجۃ الوداع کے بارے میں اختلافِ صحابہ پر ابو داؤد کی حدیث نقل کی ہے (۲/۵۹۲ و مابعد)۔ صحابہ سے تابعین اور اخذ روایات ومسالک میں امصار وممالک کے فقہاء تابعین کے خاص مسالک وآراء میں بہت سے علماء وفقہاء کا نام گنایا ہے اور ان کے مسالک کی بنیادِ اصلی نقل کی ہے۔ الانصاف کے محقق مرتب نے اپنے خاص رسالہ میں متن میں مذکور احادیث کی تخریج کی ہے اور ان میں متعدد معروف کتب حدیث شامل ہیں جیسے دارمی، البزار، طبرانی، مالک، احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، صحیحین، سنن، نسائی، مسند احمد، جمع الفوائد وغیرہ۔

کتبِ فقہ وفقہاء

حدیث کی طرح حضرت شاہؒ نے مختلف امامانِ فقہ بالخصوص فقہائے اربعہ کے اقوال، مسالک اور فتاوئ کا ذکر کیا ہے اور ان کے خاص تحریری مآخذ کا ذکر نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ ان سے مراد ان فقہائے اربعہ اور ان کے شاگردوں کی تالیفات ہیں جیسے وضو کے چار یا چھ فرائض اور ان کے بارے میں فقہائے کرام کے مباحث یا مختلف یا متنوع سنتوں پر صحابہ کرام کے عمل کا فرق، صحابہ سے تابعین کے اخذِ مسالک پر روایات وطرق اور دوسرے مباحث میں ان کی کتابوں کا یا ان کے علماء وفقہاء کا ذکر خیر کیا ہے۔ ان کے علاوہ حضرت شاہؒ نے مختلف کتبِ فقہ وفقہاء اور مآخذِ علماء کا خاص اور متعین ذکر کیا ہے۔ ان میں بہت سی کتابیں شامل ہیں۔ چونکہ یہ پورا تتمہ استنباطِ مسائل کی بحث اور فقہی تنوع سے بحث کرتا ہے اس لیے اس میں کتبِ فقہ وحدیث کے ساتھ دوسرے مآخذ کا ذکر بھی

آتا گیا ہے جو بظاہر کسی دوسرے فن سے متعلق تھے، اگر چہ فقہ و حدیث کے مآخذ بنیادی نوعیت کے ہیں۔ ان تمام مآخذِ تتمہ کا ایک مفصل ذکر و تجزیہ ذیل میں الگ الگ ماخذ پر بحث سے کیا جاتا ہے۔

دارمی

امام دارمی (ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل الدارمی السمرقندی، ۱۸۱ھ/ ۷۹۷ء-۲۵۵ھ/ ۸۲۹ء) تیسری صدی ہجری کے عظیم ترین محدثین میں تھے اور امام بخاری کے بزرگ پیشرو بھی۔ ان سے امام مسلم، ابو داود، ترمذی اور نسائی وغیرہ نے روایت لی تھی۔ فواد سزکین وغیرہ نے ان کی کتاب حدیث کو المسند بتا کر اسے السنن بھی کہہ دیا ہے گویا کہ وہ ایک ہی کتاب کے دو نام ہیں۔ لیکن ایسا لگتا ہے کہ ان کی کتاب المسند دوسری تھی اور اب دستیاب نہیں اور کتاب السنن معروف و دستیاب ہے۔

(فواد سزکین، تاریخ التراث العربی، مجلد اول، ۱/ ۲۱۹-۳۲۰: فی علوم القرآن و الحدیث، ریاض ۱۹۸۳ء؛ عربی ترجمہ)

امام دارمی کا حوالہ حضرت شاہؒ نے اس تتمہ میں مختلف مقامات پر دیا ہے اور وہ ان کے اہم ترین ماخذ نظر آتے ہیں۔ حضرت شاہؒ نے ان مقامات پر ان کی کتاب کا نام نہیں بیان کیا کہ وہ مسند دارمی ہے یا سننِ دارمی کہ قضیۂ اختلاف دور ہو جاتا بہر حال ان کے بیانات جو مختلف صحابہ کرام کے طریقے اور اختلاف سے بچنے اور آسانی پیدا کرنے وغیرہ کے متعلق ہیں ان سے مروی ہیں جیسے آثار و اقوالِ حضرت ابن عباسؓ، قاسم (بن محمد بن بکرؒ)، عمیر بن اسحاقؒ، عبادہ بن نسی الکندی کو آغاز ہی میں بیان کرنے کے بعد وضاحت کی ہے کہ ''ان تمام روایات کو دارمی نے بیان کیا ہے۔

(رحمۃ اللہ الواسعہ ۲/ ۵۸۰-۵۸۱: مولانا پالن پوری نے تصحیح متن کے علاوہ دوسری تصریحات کی ہیں اور اپنے ماخذ ''سنن دارمی، مطبوعہ بھوپال'' کا حوالہ دیا ہے؛ الانصاف، ۴۷ و مابعد نے دارمی کی سنن یا مسند کا حوالہ نہیں دیا اور نہ کسی جگہ تخریج ہی کی ہے)

اہلِ حدیث اور اہلِ رائے کے فرق کے باب میں حضرت شاہؒ نے عصرِ تابعین اور اس کے بعد عہد مالک وسفیان تک رائے میں غور و فکر (خوض) اور استنباط سے احتراز وخوف کا ذکر کیا ہے کہ وہ صرف ضروری مقامات پر کرتے تھے ورنہ احادیث پر تکیہ کرتے تھے۔ اس ضمن میں حضرت شاہؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، معاذ بن جبلؓ، ابن عمرؓ، ابونضرہؒ، ابوسلمہؒ وحسن بصریؒ، ابن المنکدرؒ، شعبیؒ وغیرہ کے مختلف معاملات وامور میں سوالات وجوابات کا ذکر کیا ہے کہ وہ سب حدیث پر عمل کرنے اور باقی آراء کو غرقِ دفتر کرنے کا حکم دیتے تھے۔ ان تمام آثار کی تخریج حضرت شاہؒ نے دارمی سے ہی کی ہے۔ (۲/۶۲۹-۶۳۰؛ الانصاف، مذکورہ بالا)

محدثینِ کرام اور فقہائے عظام کے یہ اصول وقواعد اوائل یعنی صحابہ کرام اور تابعین کی تصریحات پر مبنی تھے۔ حضرت شاہؒ نے مختلف تابعینِ کرام کے حوالے سے حضرات ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابن عباسؓ، ابن سیرینؒ، عمر بن عبدالعزیزؒ، ابراہیم نخعیؒ وغیرہ اور ان کے بعض دوسرے معاصرین کی رائیں نقل کی ہیں کہ وہ تمام معاملات میں سنتِ نبوی اور حدیثِ شریف کے مطابق فیصلہ کرتے اور فتویٰ دیتے تھے۔ حضرت شاہؒ نے ان گیارہ روایات (آثار) کو امام دارمی سے نقل کیا ہے اور مولانا پالن پوری نے اپنے تعارفی وتشریحی حصہ میں دارمی کی تمام کتب وابواب کی تخریج کی ہے۔

(رحمۃ اللہ الواسعہ ۲/۶۴۰-۶۴۴؛ الانصاف، ۵۳، میں تخریج نہیں ہے جو محقق ابوغدہ کی تحقیق و ترتیب کی خامی ہیں)

فقہائے کرام کی تدوینِ فقہ کے مبحثِ خاص میں حضرت شاہؒ نے پھر امام دارمی سے بعض آثار نقل کیے ہیں۔ لکھا ہے کہ ان محدثین کے بالمقابل مالکؒ وسفیانؒ کے زمانے میں اور ان کے بعد بھی بہت سے اکابر تھے جو مسائل کو ناپسند نہیں کرتے تھے اور فتویٰ دینے سے نہیں ڈرتے تھے کہ فقہ کی بنیاد بھی دین پر ہے لہٰذا وہ بھی اس کی اشاعت وترویج ہے۔ البتہ وہ روایتِ حدیث سے اس بنا پر ڈرتے اور گریز کرتے تھے

کہ مبادا ان سے حدیث میں کوئی کمی یا زیادتی ہوجائے اور وہ قابلِ مواخذہ گردانے جائیں۔ لہٰذا وہ تابعین وصحابہ اور دوسرے اکابر کے اقوال وفتاویٰ بیان کرنا زیادہ پسند کرتے تھے۔ حضرت شاہؒ نے حضرات عمر فاروقؓ، شعبیؒ، ابن مسعودؓ، علقمہؒ، ابراہیم نخعیؒ وغیرہ کے بارے میں حدیث سے گریز کرنے کی روایات نقل کی ہیں اور ان کے لیے دارمی کا حوالہ دیا ہے۔

(رحمۃ اللہ الواسعہ ۲/۶۵۲-۶۵۶: مولانا پالن پوری نے ان تمام آثار دارمی کی تخریج اپنی شرح میں کی ہے)

امام دارمی بنیادی طور سے حضرت شاہؒ کے ایک اہم ماخذ موطا امام مالک کے حوالے سے بھی رہے ہیں۔ حضرت شاہؒ کا خیال ونظریہ تھا کہ خاص موطا امام مالک کی تمام مراسیل وبلاغات وغیرہ کو مرفوع وموصول بنانے کے لیے امام دارمی نے اپنی مسند تالیف کی تھی جس طرح صحیحین وغیرہ کے مؤلفین کرام نے اس کام کو اپنی اپنی کتابوں میں کیا تھا۔ امام دارمی کے اور بھی حوالے ملتے ہیں یا مل سکتے ہیں، ان کا احاطہ واستقصا کرنے کی کوشش کے باوجود بعض مباحث میں ان کا "ماخذ" متعین کرنے میں فروگذاشت ہوسکتی ہے۔ لیکن اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا کہ امام دارمی بہر حال ایک اہم ترین ماخذ تھے (شاہ ولی اللہ کی خدمات حدیث، ۷۱-۸۷ ومابعد)

ابن الحاجب کی مختصر الاصول

امام ابن الحاجب (جمال الدین ابو عمرو عثمان بن عمر، ۵۷۰ھ/۱۱۷۵ء-۶۴۶ھ/۱۲۴۹ء) نحوی مشہور تھے کہ عربی نحو پر ان کی کتاب الکافیہ اور صرف پر الشافیہ نے ان کو شہرت دوام بخش دی لیکن وہ فقہ واصول وغیرہ کے بڑے مالکی امام ومؤلف بھی تھے۔ حضرت شاہؒ نے حضرات فقہاء کے اختلاف احادیث کی صورت میں صحابہ کرام کی طرف رجوع کرنے کی بحث کی ہے کہ ان کے اقوال سے استناد کریں۔ امام مالکؒ نے "ولوغ الکلب" کی حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ اس بحث

میں ابن الحاجب کے مختصر الاصول کا حوالہ دیا ہے اور یہ بھی وضاحت کی ہے کہ اس پر فقہاء کا عمل نہیں معلوم ہوتا ہے۔ اس سے قبل امام شعبیؒ وامام ابراہیمؒ کے حوالے بھی ہیں۔

(مقالہ محمد بن شنب، ابن الحاجب، اردو دائرہ معارف اسلامیہ؛ رحمۃ اللہ الواسعہ ،۲/ ۶۰۵-۶۰۶: اس کے بعد امام مالک کے اس معروف فیصلہ کہ ''اس میں یہ سنت ہے اور ہمارے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں'' کا منبع یہ بتایا ہے کہ جب اہلِ مدینہ بالخصوص اور دوسرے امصار کے علماء اپنے اماموں کے کسی مسئلہ پر متفق ہو جاتے تو اس کو اس شہر کا اجماع اور اسی کو سنت کہا جاتا۔ حضرت شاہؒ نے حضرت امام مالکؒ کے ماخذ/ کتاب کا حوالہ نہیں دیا مگر اس سے بلاشبہ موطا مراد ہے کہ اس میں حضرت امام نے جابجا ''السنة التی لا اختلاف فیها عندنا'' جیسے جملے استعمال فرمائے ہیں؛ شاہ ولی اللہ کی خدمات حدیث)

فقہائے اربعہ وغیرہ کی تدوینات

حضرت شاہؒ نے صحابہ وتابعین کے مسالک ومناہج پر استوار ہونے والے متعدد فقہاء کے مکاتبِ فکر وفقہ کا ذکر ان کے اماموں اور ان کی تدوینات کے حوالے سے کیا ہے کہ اس طبقہ نے تدوین وتالیف کا ڈول ڈالا اور ان میں شامل تھے:

۱۔ امام مالکؒ اور امام محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئبؒ نے مدینہ میں تدوین کی۔ حضرت شاہؒ نے امام مالکؒ کی موطا کو تمام ریاست کا دستور العمل اور اصل فقہ بنانے کے معاملے میں خلیفہ المنصور اور ہارون الرشید کا ذکر کرنے کے بعد امام مالکؒ کی فقہ کی تدوین پر بحث کی ہے اور اس کے سلسلے میں الموطا کے خاص حوالے کے علاوہ تاریخی واقعہ کے ضمن میں سیوطی کا حوالہ دیا ہے۔ (۲/ ۶۱۱)

۲۔ ابن جریجؒ وابن عیینہؒ نے مکہ میں

۳۔ امام ربیع بن الصبیحؒ نے بصرہ میں۔

(رحمۃ اللہ الواسعہ ۲/ ۶۱۱-۶۱۲)

حنفی فقہ کی تدوین کے مآخذ میں امام ابوحنیفہؒ اور امام نخعیؒ کے اصول وغیرہ کا

ذکر کر کے امام محمدؒ کی ''کتاب الآثار''، امام عبدالرزاقؒ کی جامع اور مصنف ابی بکر بن شیبہ سے ان کے موازنہ و مقارنہ کا ذکر کیا ہے کہ وہ ان سے بالعموم باہر نہیں جاتے۔ امام ابو حنیفہؒ کے علاوہ ان کے صاحبین امام ابو یوسفؒ اور امام محمد بن الحسنؒ کی مساعی اور مآخذِ فقہ کا ذکر کرنے کے علاوہ موخر الذکر کی تصنیف کا عام ذکر کیا ہے جس پر فقہِ حنفی مرتکز ہے۔ ان فقہاء حنفیہ کے خراسان اور ماوراء النہر میں پھیلنے کا اور تسمیہ کا ذکر بھی کیا ہے۔ (۲/۶۱۳-۶۱۶)

فقہِ شافعی کو اولین دو مذھبین کا جامع بتاتے ہوئے ان کی کتاب الام کا شروع میں بطور ماخذ ذکر کیا ہے اور پھر کتبِ اصول کا۔ امام محمدؒ سے امام شافعیؒ کے مباحثہ کا مختصر ذکر کرنے کے ساتھ ہی ان کی کتاب الام کو اصول الفقہ کی اولین تدوین قرار دیا ہے۔ (۲/۲۱۷-۲۱۹)۔ مولانا پالن پوری نے حضرت شاہؒ کی اس خاص بحث پر کہ بہت سی احادیث علما و تابعین کو نہیں پہنچی تھیں اور امام شافعیؒ کو مل گئیں تھیں اس بنا پر فقہ شافعی کے بعض مسائل کو صحیح حدیث پر مبنی قرار دیا ہے نقد کیا ہے کہ یہ خیالِ شاہ صحیح نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ وغیرہ کو وہ احادیث۔ قلتین وغیرہ۔ مل گئی تھیں لیکن وہ ان کی دوسری تاویل دوسری احادیث کی بنا پر کرتے ہیں اور ان کا مسلک حدیث ہی پر مبنی ہے)

مختلف نسخِ حدیث اور ابن الھمام

ابن الھمام اور نسخہ بُرید، نسخہ عمرو بن شعیب جیسے مختصر و غیر معروف رسائلِ حدیث، ابو داؤد سجستانی کے رسالہ/ گرامی نامے بنام اہل مکہ اور مختلف کتبِ حدیث و سوانح وغیرہ کا ذکر عام و خاص کر کے حضرت شاہؒ نے تدوین حدیث فقہ کی خاص طرحِ نو کا ذکر کیا ہے۔ اس بحث میں حضرت شاہؒ کے مباحث مآخذ کے لحاظ سے اور دوسرے اعتبارات سے بھی بہت اہم ہیں۔ حضرت شاہؒ کے مطابق حدیثِ صحیح کی روایت خاص کسی شہر کے علماء/ اہل نے کی ہے جیسے شامی اور عراقی اور اہل بیت کے خاص افراد یا کسی کم روایت صحابی سے جو غیر معروف بھی رہے ہوں صرف ایک مختصر جماعت نے

روایات لی تھیں اور ان سے عام اہلِ فتاویٰ ناواقف رہے تھے۔ اسی طرح سفیانؒ اور وکیعؒ جیسے محتاط اکابر نے متصل ومرفوع احادیث کومدون کیا اوران کی تعداد ایک ہزار سے کم رہی تھی۔ ان کے بارے میں حضرت شاہؒ نے مذکورہ بالا مآخذ کا ذکر کیا ہے۔ پھر لکھا ہے کہ اس طبقہ کے محدثین نے چالیس ہزار احادیث روایت کی تھیں اور امام بخاریؒ کے بارے میں صحیح روایت ہے کہ انھوں نے چھ لاکھ احادیث سے اپنی صحیح میں اختصار کر کے روایات لی ہیں اور امام ابوداوٗدؒ نے اپنی سنن کے لیے پانچ لاکھ احادیث سے انتخاب کیا تھا اور امام احمد نے اپنی مسند کو میزان قرار دیا تھا۔ اس کے بعد حضرت شاہؒ نے طبقات المحدثین کے اکابر اور طبقہ اول میں شامل محدثین کے اسمائے گرامی گنائے ہیں اور بتایا ہے کہ فنِ روایت کے استحکام اور مراتب احادیث کی معرفت کے بعد ہی محققین نے فقہ کی طرف توجہ دی اور اپنے قواعد بنائے (رحمۃ اللہ الواسعہ ۲/۶۳۳-۶۳۶)

محدثین کے قواعدِ اجتہاد کا مختصر ذکر کیا ہے جس میں چار اہم نکات ہیں اور اس کے لیے انھوں نے اپنے ایک ماخذ تالیف کا ذکر کیا ہے لیکن اس کا نام نہیں لیا۔ انھوں نے صرف یہ لکھا ہے جیسا کہ ہم نے حال صحابہ کے بیان میں اس پر لکھا ہے۔ مولانا پالن پوری نے اپنے مختصر تبصرہ میں قوسین میں لکھا ہے کہ ”(معلوم نہیں شاہ صاحب رحمۃ اللہ نے یہ بات کہاں بیان کی ہے؟)“۔ غالباً حضرت شاہؒ کی اس سے مراد ازالۃ الخفا کے مباحثِ صحابہ ومسانید تھے جو اس دوران تالیف کے مرحلے سے گزر رہے تھے۔ اس کا بھی امکان ہے کہ حال صحابہ سے کتاب حجۃ کی ہی کسی بحث کو مراد لیا ہو (۲/۶۳۷-۶۳۹)

غایۃ المنتہیٰ / امام مرعی بن یوسف حنبلی

کتب حدیث

اسی کے ساتھ متصلاً حضرت شاہؒ نے امام ترمذی کی ایک روایت حضرت ابوالسائب سے نقل کی ہے جس میں رائے کی بنیاد پر ایک قولِ امامان ابراہیم نخعی و

ابوحنیفہ پر حضرت وکیعؒ کے غیظ وغضب کا ذکر کیا ہے۔ متعدد حضرات صحابہ وتابعین کا قول نقل کیا ہے کہ ہم جو بات کہتے ہیں وہ ہمارا قول ہے اور وہ مردود ہے، سوائے قولِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ بہر حال ان قواعد پر فقہ کی تدوین پر مختصر وجامع بحث کرکے حضرت شاہؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھے گئے ایک سوال کا جواب بہت دلچسپ انداز سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص ایک لاکھ حدیث جمع کرلے تو کیا فتویٰ دے سکتا ہے؟ حضرت امام نے فرمایا کہ نہیں، سوال میں تعداد حدیث بڑھائی گئی اور پانچ لاکھ احادیث کی بنیاد پر امام احمد نے فتویٰ دینے کی امید ظاہر کی۔ حضرت شاہؒ نے اس کے لیے ''غایۃ المنتہی'' کا حوالہ دیا ہے۔ مولانا پالن پوری نے اپنی تعارفی تشریح میں وضاحت کی ہے کہ وہ علامہ مرعی بن یوسف گزمی حنبلی (م ۱۰۳۳ھ/۱۶۲۴ء) کی کتاب ''غایۃ المنتہی فی الجمع بین الاقناع والمنتہیٰ'' ہے اور وہ فقہ مالکی کی کتاب ہے اور غیر مطبوعہ ہے (رحمۃ اللہ الواسعہ، ۲/۶۴۰-۶۴۶)

حضرت شاہؒ نے اکابر محدثین میں خاص بخاری، مسلم، ابوداؤد، عبد بن حمید، دارمی، ابن ماجہ، ابویعلیٰ، ترمذی، نسائی، دارقطنی، حاکم، بیہقی، خطیب، دیلمی اور ابن عبدالبر اور ان کے امثال کا خاص ذکر کیا ہے اور ان میں چار اکابر کو علم کے لحاظ سے وسیع ترین، تصنیف کے اعتبار سے نافع ترین اور شہرت کے اعتبار سے ممتاز ترین قرار دیا ہے: وہ امام بخاری، مسلم نیساپوری، ابوداؤد بجستانی اور ترمذی ہیں جنھوں نے اکابر کے طریقے کو مستحسن ومستحکم کیا تھا۔ ان کے مختصر فضائل ومناقب اور امتیازات بھی بیان کیے ہیں اور امام ابوداؤد کے حوالے سے ان کی کتاب کو بطور ماخذ بیان کیا ہے۔

(رحمۃ اللہ الواسعہ، ۲/۶۴۹-۶۵۲: حضرت شاہؒ نے ان کے خاص طریقہ تدوین وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے اور ان کے مآخذ بھی رہے ہوں گے؛ الانصاف، ۵۴-۵۷ ومابعد)

ابو طالب مکی کی قوت القلوب

خاص و عام میں اس بات کو شہرت دی گئی ہے کہ چوتھی صدی ہجری سے پہلے تقلیدِ شخصی نہیں تھی اور یہ حضرت شاہؒ کا خیال بلکہ فتویٰ ہے۔ لیکن حضرت شاہؒ نے اس کو امام ابو طالب مکی (محمد بن علی حارثی، م ۳۸۶ھ/ ۹۹۶ء) کی قوت القلوب کے حوالے سے لکھا ہے اور ان کا اقتباس نقل کیا ہے: ''بیشک (فقہ کی) کتابیں اور مجموعے نئی چیزیں ہیں۔ لوگوں (فقہاء) کے اقوال کا قائل ہونا، ان میں سے کسی ایک مذہب کے مطابق فتویٰ دینا، اسی کے قول کو اپنانا، ہر معاملہ میں اسی کی بات نقل کرنا اور اس کے مذہب کے مطابق فقہ حاصل کرنا: یہ سب باتیں زمانۂ قدیم میں یعنی پہلی اور دوسری صدی میں نہیں ملتیں''۔ حضرت شاہؒ نے اقتباس نقل کر کے لکھا ہے کہ بلاشبہ دو قرنوں کے بعد تخریج کی بنا پر فقہ کا سلسلہ چلا لیکن چوتھی صدی کے لوگ ایک مذہب کے مطابق تقلید خالص پر متفق و مجتمع نہ تھے اور نہ ان کی تفقہ اور قول کے پابند تھے۔ پھر خاص و عام لوگوں کا حال بیان کیا ہے۔

(رحمۃ اللہ الواسعہ، ۲/ ۶۶۱-۶۶۴؛ الانصاف، ۶۸ میں حکایۃ حال الناس قبل المائۃ الرابعۃ میں حضرت شاہؒ نے ترمیم و اضافہ کر کے وضاحت کی ہے کہ امام ابو طالب مکی نے اصلاً پہلی اور دوسری صدی میں تقلیدِ مذہب واحد پر اجماعِ امت نہ ہونے کی بات کہی تھی جو تتمہ میں بھی ہے لیکن چوتھی صدی کے فقرے سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے جسے حضرت شاہؒ نے متن الانصاف میں بدل دیا ہے۔ اس میں حضرت شاہؒ نے اقتباس و کلام مکی کے بعد خاصا اضافہ کیا ہے جو الخاصہ (یعنی علماء) کے مراتب وغیرہ سے متعلق ہے اور ۶۹-۸۴ صفحات تک وسیع ہے)

امام غزالی/ ابن الھمام

علم فقہ میں جدل و خلاف کا آغاز چوتھی صدی ہجری کے بعد ہوا۔ تین اسباب سے تقلید میں مزید رسوخ ہوا اور فنون میں تدقیق و تعمق کا سلسلہ چلا۔ حضرت شاہؒ نے اس پر بحث امام غزالی کی احیاء العلوم کے ایک طویل و جامع اقتباس سے کی ہے جو

مولانا پالن پوری کی تصریح و تشریح کے مطابق ان کی احیاء علوم الدین کی پہلی کتاب کتاب العلم کی چوتھی فصل (۱:۴۷) کی تلخیص پر مبنی ہے۔ حضرت شاہؒ نے امام غزالی کے ذکرِ خلاف و جدل کا اسے حاصل قرار دیا ہے اور اپنی زبان میں بیان کیا ہے۔ یہ بہت دلچسپ اور اہم بحث ہے لیکن اس میں حضرت شاہؒ نے ذکرِ غزالی کے نام کی صراحت نہیں کی ہے اور صرف حوالہ دیا ہے (رحمۃ اللہ الواسعہ ،۲/۲۶۴-۲۶۸)۔ تقلید کے رواج عام اور سختی سے نفاذ کے بارے میں حضرت شاہؒ نے جو بحث کی ہے اس کے لیے علامہ ابن الہمام وغیرہ کا پھر حوالہ دیا ہے (۲/۲۶۸-۲۶۹)۔ اسی کے ساتھ تقلیدِ جامد کے نقصانات پر بحث کی ہے۔

امام ابن حزم ظاہری (م ۴۵۶ھ/۱۰۶۴ء)

حضرت شاہؒ نے بعد کی صدیوں میں متاخرین کی جدل و خلاف کی مذموم حرکات اور تقلید جامد کی مصیبتوں پر بحث کی ہے مگر اسی کے ساتھ یہ بھی صراحت کردی ہے کہ چاروں مدون مذاہبِ فقہی، جواب باقاعدہ تحریری شکل میں موجود ہیں، پر تمام امت کا اجماع ہے کہ ان چاروں کے دائرے سے موجودہ زمانے میں باہر جانا خطرناک ہے اور اسی بنا پر ان کی تقلید کے جواز کو ثابت کیا ہے۔ حضرت شاہؒ نے مذاہبِ اربعہ کی تقلید اور ان سے باہر جانے کی خلاف ورزی کرنے کے نقصانات پر دوسرے مقامات پر بھی بحث کی ہے۔ مولانا پالن پوری وغیرہ نے اپنی تشریحات میں مزید تفصیل اور عمدہ دلیل فراہم کردی ہے۔ پھر یہ تقلیدِ شخصی نہیں، ائمہ کے واسطے سے کتاب وسنت کی پیروی ہے۔ اس نکتہ کو تقلیدِ مذہب اور اتباعِ مسلک کی مخالفت کرنے والوں نے نہیں سمجھا لہٰذا انھوں نے تقلید ہی کو حرام قرار دے دیا۔ ان میں امام ابن حزم ظاہری (علی بن احمد اندلسی، ۳۸۴ھ/۹۹۴ء-۴۵۶ھ/۱۰۶۴ء) سب سے بڑے ناقدِ تقلید ہیں۔ حضرت شاہؒ نے ان کا ایک خاصا بڑا اقتباس نقل کرکے ان کے دلائل کا رد کیا ہے اور بتایا ہے کہ صرف چار قسم کے لوگوں۔ مجتہد، خالص سنت جان لینے والوں اور

فقیہ، معین فقہ کی تقلید کرنے والے عامی، تمام علماء سے فتویٰ نہ لینے والوں کے لیے تقلید صحیح نہیں ہے۔ حضرت شاہؒ نے اس بحث میں بعض دوسرے اماموں کے بھی اقتباس اور خیال کو نقل کیا ہے۔

امام عزالدین دمشقی

شیخ عزالدین بن عبدالسلام دمشقی (۵۷۷ھ/۱۱۸۱ء-۶۶۰ھ/۱۲۶۲ء) کے دو مختصر اقتباسات نقل کیے ہیں۔ ان میں ان کی بحث کا ماحصل یہ ہے کہ مقلدین فقہاء کا یہ معاملہ عجیب ہے کہ وہ اپنے امام کے مآخذ کے ضعف کو جاننے کے باوجود جبکہ اس کا کسی طرح دفاع نہیں کیا جا سکتا اسی کی تقلید کیے جاتے ہیں اور کتاب وسنت کی شہادت چھوڑ دیتے ہیں بلکہ ان کی غلط تاویلات کرتے ہیں، ان کو کتاب وسنت اور طریق صحابہ کی پیروی کرنی چاہیے (امام مجتہد تھے اور صاحبِ تصانیف جن میں ''الـمـام فـی ادلۃ الاحکام'' اور ''قواعد الاحکام'' بہت مشہور ہیں۔ حضرت شاہؒ نے ان میں سے بعض کا حوالہ دیا ہے)

امام ابوشامہ

امام ابو شامہ (عبدالرحمٰن بن اسماعیل دمشقی، ۵۹۹ھ/۱۲۰۳ء-۶۶۵ھ/۱۲۶۷ء) کا اقتباس یہ بتاتا ہے کہ فقہ سے اشتغال رکھنے والے شخص کو صرف کسی ایک امام کے مذہب پر انحصار و اکتفا نہیں کر لینا چاہیے بلکہ ہر مسئلہ کی صحت کو کتاب وسنت کی دلالت سے جانچنا چاہیے۔ اس لیے علوم میں تبحر اور تعصب وجدل سے احتراز ضروری ہے۔

امام مزنی/مختصر

مختصر المزنی (امام ابو ابراہیم اسماعیل بن یحییٰ، ۱۷۵ھ/۷۹۲ء-۲۶۴ھ/۸۷۷ء) کا اسی ضمن میں حضرت شاہؒ نے حوالہ دیا ہے کہ امام مزنی نے اپنے مختصر کے

شروع میں ہی یہ لکھا ہے کہ اس مختصر کو میں نے امام شافعیؒ کے علم سے اختصار کیا ہے، ان کے قول کے معنی سے منتخب کیا ہے تاکہ جو لوگ اس کا ارادہ کریں ان کے لیے وہ وجہ تقریب بن جائے البتہ یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ امام شافعیؒ اپنی اور اپنے علاوہ دوسروں کی تقلید سے منع کرتے تھے۔ حضرت شاہؒ نے اس باب میں امام ترمذی کی حضرت عدیؓ بن حاتم کی وہ حدیث بھی نقل کی ہے جو آیت کریمہ: اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون الله کی شرح میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی یعنی ان کے احبار و علماء کی وہ عبادت تو نہیں کرتے مگر ان کے حلال کو حلال اور ان کے حرام کو حرام سمجھ لیتے ہیں۔

(رحمۃ اللہ الواسعہ، ۲/ ۶۷۹-۶۸۴؛ حضرت شاہؒ نے ان تمام اقوال و افکار کے نقل کرنے کے بعد امام حزمؒ کے بارے میں کہا ہے کہ ان کے قول کا مصداق فقہائے اربعہ کی تقلید ہرگز نہیں ہے اور اس باب میں خاصی مدلل بحث کی ہے: ۲/ ۶۸۵-۶۸۷)

حسن بصریؒ (۲۱ھ/ ۶۴۲ء-۱۱۰ھ/ ۷۲۸ء)

کے اقوال و افکار سے حضرت شاہؒ نے مختلف مقامات اور متعدد کتب میں اعتنا کیا ہے کہ وہ عظیم ترین تابعین اور محدثین و فقہاء میں تھے۔ کلامِ فقہاء پر تخریج اور لفظ وحدیث کی پیروی کرنے پر بحث کرتے ہوئے حضرت شاہؒ نے فرمایا ہے کہ ان دونوں کی دین میں ایک مضبوط اصل ہے لہٰذا ہر زمانے میں محققین نے ان دونوں سے استفادہ کیا ہے لیکن ان دونوں میں افراط و تفریط سے بچنا ضروری ہے اور اس کے بارے میں حضرت حسن بصریؒ کا قول نقل کیا ہے کہ تمہاری سنت خدائے وحدہٗ لاشریک کی قسم غالی (غلو کرنے والے) اور جافی (ظلم کرنے والے) کے درمیان ہے: ''سنتکم -والله الذی لا اله الا هو- بین الغالی و الجافی'' (۲/ ۶۹۰ و مابعد)۔ اسی کی تشریح میں امام شافعیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ جب بھی میں کوئی بات کہتا یا کسی اصل کو بیان کرتا ہوں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خلاف کوئی بات تم کو ملتی ہے

تو اصل قول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے یعنی میرا قول ترک کردو۔ یہی دوسرے ائمہ سے منقول ہے۔

(رحمۃ اللہ الواسعہ ،۲/ ۶۹۱-۶۹۲ و ما بعد: احکامِ شرعیہ کی معرفت کے لیے کتاب وسنت وآثار کی تلاش وتتبع کرنے کے مختلف مراتب کی بحث میں حضرت شاہؒ نے امام احمد حنبلؒ کا حوالہ جمعِ روایات میں غوروفکر (امعان) کے بارے میں دیا ہے)

شیخ عبدالوہاب بن احمد شعرانی مصری (۸۹۸ھ/۱۴۹۳ء-۹۷۳ھ/۱۵۶۶ء)

کی کتاب: الیواقیت و الجواھر فی عقائد الاکابر (۲:۹۶)

احکام شرعیہ کی معرفت کے لیے کتاب اور سنت وآثار کے تتبع وتلاش اور اعلیٰ مرتبہ والوں کے لیے دلائل تلاش کرنے کی بحث میں حضرت شاہؒ نے متعدد اماماںِ فقہ وحدیث کا خاص ذکر کیا ہے اور ان کے آثار کا بھی۔ ان میں امام احمد بن حنبلؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ کے اقوال وآثار کا ذکر شامل ہے جیسا کہ اوپر بعض مباحث میں آچکا ہے۔ ان سب میں اس اصول پر تمام اماموں کا اجتماع ہے کہ ان کے اقوال ان کے خیال وفکر اور فہم کے مطابق ہوتے ہیں جو بدلتے بھی رہتے ہیں، اگر اس سے کوئی بہتر بات کہے یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا صحابہ کا تعامل مل جائے جو اس کے خلاف ہو تو اس کی پیروی کرو اور ان کے اقوال ترک کردو۔ ان میں تقلید امام اور تقلید جامد کی سختی کے ساتھ تردید کی گئی ہے۔ حضرت شاہؒ نے ان تمام آثار کے ساتھ امام حاکمؒ اور بیہقیؒ کی روایات بھی امام شافعیؒ کے بارے میں نقل کی ہیں۔ حضرت شاہؒ نے ان تمام اقوال وآثار کو امام شعرانی کی کتاب ''الیواقیت والجواہر'' سے لیا ہے۔ اسی طرح فتویٰ دینے کی شرائط اور مفتیانِ کرام کی صفات پر اماموں کے آثار نقل کیے ہیں جن میں شامل ہیں: ابویوسفؒ، زفرؒ، عصام بن یوسفؒ، محمد بن الحسنؒ، ابوبکر الاسکاف بلخیؒ وغیرہ۔ ان کے علاوہ ''مبسوط سرخسی'' کا حوالہ بھی خاصا دلچسپ ہے کہ اجتہاد کی سب سے ادنیٰ شرط مبسوط کا حفظ ہے۔ یہ آثار

بھی اسی ماخذ سے آئے ہیں (۲/۲۰۷؛ مولانا پالن پوری نے عقد الجید ص ۴۶ کے حوالے سے مبسوط کے لیے فتاویٰ سراجیہ کو ماخذ بتایا ہے)

البحر الرائق بھی حضرت شاہؒ کا ایک ماخذ اس تتمہ/ غایۃ الانصاف میں ہے اور اس میں چار کتابوں کا دلچسپ حوالہ بھی ہے۔ کسی شخص نے امام ابونصر محمد بن سلام بلخیؒ (م ۳۰۵ھ/ ۹۱۷ء) کے پاس مسئلہ پوچھا کہ کیا ''کتاب النوادر'' مؤلفہ ابوبکر ابراہیم بن رستم مروزی شاگردِ امام محمدؒ، ''کتاب ادب القاضی'' مؤلفہ امام احمد بن عمر خصاف (م ۲۶۱ھ/ ۸۷۵ء)، ''کتاب المجرد'' مؤلفہ امام حسن بن زیاد لولوی اور ''کتاب النوادر'' مؤلفہ امام ہشام بن عبداللہ رازی کی بنا پر فتویٰ دینا جائز ہے؟ امام بلخیؒ نے جواب دیا کہ ان کتابوں کی بنیاد پر فتویٰ دینا صحیح نہیں ہے، اس کے لیے دلائل کا جاننا ضروری ہے۔ اگلی بحث میں بعض مسائل میں فتویٰ دینے اور معتمد مفتی کے فتوے پر اعتماد کرنے کے لیے پھر اسی کتاب البحر الرائق کا حوالہ دیا بلکہ اس سے طویل اقتباس نقل کیا ہے۔ وہ امام ابن نجیم مصری (زین بن ابراہیم، م ۹۷۰ھ/ ۱۵۶۳ء) کی تالیف ہے (رحمۃ اللہ الواسعہ، ۲/۲۰۷-۸؛ ان مسائل میں بحثِ شاہ اور تشریح پالن پوری ملاحظہ ہو)۔

حافظ ابن الصلاح (عثمان بن عبدالرحمٰن، ابو عمرو، ۵۷۷ھ/۱۱۸۱ء-۶۴۳ھ/ ۱۲۴۵ء) ایک اور ماخذِ تتمہ/ غایۃ الانصاف ہیں۔ حضرت شاہؒ نے ان کے نام سے ایک مختصر اقتباس دیا ہے لیکن کتاب کا نام نہیں لکھا ہے۔ مولانا پالن پوری کی تحقیق و تخریج ہے کہ وہ ''کتاب ادب المفتی والمستفتی'' (ص ۱۲۱) سے ماخوذ ہے یا ان کے کسی دوسرے ماخذ سے۔ حضرت شاہؒ نے ان کی بات کے لیے امام نووی کی ''شرح مہذب'' (۶۴:۱) کو بطور ماخذ نقل کیا ہے اور یہ قوی امکان ظاہر کیا ہے کہ حضرت شاہؒ نے اس قولِ ابن الصلاح اور اس کی تحسین وتقریر نووی کو اسی دوسری کتاب سے لیا ہو جیسا کہ مولانا پالن پوری کا بیان ہے۔ بہر حال اس اقتباس کا مقصود ومطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے سامنے اس کے مذہب کے خلاف کوئی حدیث آئے تو وہ اگر مجتہد ہے تو اس پر عمل کر سکتا

ہے لیکن اگر اس پر کسی امام کا عمل نہ ملے تو وہ اپنے امام کا مذہب چھوڑ سکتا ہے۔ یہ مقلد عالم کے لیے ایک طریقہ پیروی کا ہے۔ (رحمۃ اللہ الواسعہ، ۲/ ۷۰۹-۷۱۰)

المبسوط/ آثارِ محمد/ کلام شافعی

ان تین مآخذ کی بنیاد پر حضرت شاہؒ نے یہ بحث کی ہے کہ اکثر فروعی مسائل میں راجح، مرجوح، افضل اور غیر افضل کا اختلاف ہے۔ ان تمام مسائل میں دونوں جانب اقوال و روایاتِ صحابہ ملتی ہیں جیسے تکبیراتِ تشریق و عیدین، نکاح المحرم، تشہد ابن عباس و ابن مسعود، بسملہ اور آمین کا سری و جہری کہنا وغیرہ۔ لہٰذا وہ دو قولوں میں سے کسی ایک کی ترجیح کا معاملہ ہے اور دونوں کی مشروعیت میں کسی قسم کا اختلاف نہیں خاص کر سلف میں۔ حضرت شاہؒ نے دوسری مثالوں سے بھی اس کو آراستہ کر کے امام محمدؒ کی مبسوط و کتاب الآثار اور امام شافعیؒ کی عبارتوں کو مآخذ بتایا ہے۔ ان دونوں میں ان مسائل کو بہت کثرت سے بیان کیا گیا ہے اور وہ دراصل سنتوں کا تنوع ہے۔

(رحمۃ اللہ الواسعہ ۲/ ۷۱۰-۷۱۲: بعد میں لوگوں نے تصلب کی وجہ سے صرف ایک قول/ وجہ کو قبول کر کے جائز و ناجائز کا معاملہ بنا دیا۔ بحث کے لیے ملاحظہ ہو کتابِ خاکسار: سنتوں کا تنوع، علی گڑھ ۲۰۰۶ء، مختلف ابواب بالخصوص افضل و غیر افضل کی بحث)

حضرت شاہؒ نے صحابہ و تابعین اور علماء و فقہاء کے توسع اور رواداری کا دوسروں کے قول و مسلک پر عمل کرنے کا ذکر بہت تفصیل سے کیا ہے اور اس کے لیے چند مآخذ کا حوالہ دیا ہے جو ذیل میں درج ہیں:

۱۔ فتاویٰ بزازیہ علیٰ ھامش الھندیہ

۲۔ جامع الفتاویٰ مؤلفہ ناصر الدین سمرقندی (م ۵۵۶ھ/ ۱۱۶۱ء)/ شیخ قرق امرہ حمیدی (م ۸۸۰ھ/ ۱۴۷۵ء)، موخر الذکر غیر معتبر ہے۔

۳۔ امالی امام محمد غالباً یہ تمام اقوال و آثار سمرقندی کی جامع الفتاویٰ سے منقول ہیں (۲/ ۷۱۴-۷۱۹)

کتب حنفی فقہاء

فقہ حنفی کے اصل معاملات و مسائل اور بعد میں بڑھائے گئے مسائل اور ان کے مذہب کی کتابوں میں عقلی دلائل کے بعد میں بڑھائے جانے کی بحث میں حضرت شاہؒ نے جن متعدد کتبِ حنفیہ اور محققینِ حنفیہ کا بطور مآخذ ذکر کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ تخریج کرخیؒ، ۲۔ تخریج طحاویؒ، ۳۔ ابن الھمامؒ، ۴۔ ابن النجیمؒ، ۵۔ مبسوط السرخسیؒ، ۶۔ الھدایہ، ۷۔ التبیین، ۸۔ کتاب البزدویؒ۔ (رحمۃ اللہ الواسعہ ۲/ ۷۱۹-۷۳۴)

حضرت شاہؒ نے آخر میں اہلِ ظاہر اور اہلِ رائے کی تعریف بیان کی ہے اور اس خیالِ خام کی تردید کی ہے کہ ہر وہ امام جس نے قیاس کیا اور استنباط کیا وہ اہلِ رائے میں سے ہے۔ بلکہ اہلِ رائے سے مراد وہ لوگ (قوم) ہیں جنھوں نے مسلمانوں کے درمیان متفقہ مسائل میں متقدمین میں سے کسی شخص کی اصل کی بنا پر تخریج کی اور نظیر کو کسی دوسری نظیر اور اصول میں سے کسی اصل پر محمول کیا اور وہ ظاہری قیاس کو نہیں مانتا اور نہ آثارِ صحابہ و تابعین کو تسلیم کرتا ہے جیسے داؤد ظاہریؒ اور ابن حزم اندلسیؒ۔ ان دونوں کے درمیان احمد و اسحاق جیسے محققین اہلِ سنت تھے۔ حضرت شاہؒ نے اس مسئلہ میں کلام میں دراز نفسی اور بحث کی وجہ بھی بتائی ہے اور اسی پر تتمہ اور غایۃ الانصاف کا خاتمہ ہوتا ہے۔

(رحمۃ اللہ الواسعہ ۲/ ۷۳۴-۷۳۹)

رسالہ الانصاف میں اضافہ/ مآخذ

''غایۃ الانصاف'' کو جب ''الانصاف'' کے عنوان سے الگ حضرت شاہؒ نے شائع کیا تو اس میں چند صفحات/ اوراق کے اضافے کیے اور ان میں بعض مباحث بھی نئے لائے جو اصلاً ضمنی قسم کے ہیں البتہ وہ خاصے قیمتی ہیں۔ دونوں حدیث و فقہ کے لحاظ سے۔ ان میں چند مآخذ کا اضافہ بھی ملتا ہے۔ ان کا مختصر ذکر درج ذیل ہے:

امام خطابی/ معالم السنن

اپنے زمانے میں اہلِ علم کے دو حزبوں-اصحابِ حدیث اور اہلِ فقہ ونظر-میں منقسم ہونے کے بارے میں اپنے شواہد کی تائید کے لیے امام ابوسلیمان خطابیؒ اوران کی کتاب ''معالم السنن'' کا ذکر کیا ہے۔ یہ اصلاً امام خطابیؒ کے زمانے میں تقسیمِ طبقات کا ذکر ہے جو ایک طویل اقتباس کی شکل میں حضرت شاہؒ نے دیا ہے اور وہ الانصاف کے چار صفحات پر پھیلا ہے۔(الانصاف،۶۴-۶۷)

فتاویٰ ابن زیاد الیمنی

مراتب الخاصہ یعنی مراتبِ علماء اوران کے حالات سے بحث میں حضرت شاہؒ نے اضافہ کرتے ہوئے اپنی بحث کی تائید فقیہ ابن زید شافعی یمنی کے فتاویٰ سے کی ہے اور ایک صفحہ کے اقتباس میں امام بلقینی کے مذہب شافعی کے خلاف جواب دینے اور کلام بلقینی کی صحیح توجیہ سے فقیہ موصوف کی عبارت نقل کی ہے(الانصاف،۷۳)

ا۔سیوطی/ شرح التنبیہ - ابن الصلاح/ نووی

امام بلقینی کی بحث واقتباس اور اجتہاد میں تبدیلی پر بحث کے ضمن میں حضرت شاہؒ نے اس اضافہ میں جلال سیوطی کی کتاب شرح التنبیہ فی باب الطلاق کا ایک اقتباس دینے کے بعد فتاویٰ ابن الصلاح سے امام بلقینی، ابن الصباغ، امام الحرمین اور امام غزالی کے اجتہاد مطلق کے مرتبے پر فائز ہونے کا اثبات کیا ہے اور ان کی کتاب ''آداب الفتیا'' اور نووی کی ''شرح المہذب'' سے تائید حاصل کی ہے۔ان کے علاوہ ماوردی، رویانی کی البحر اور بغوی کی تہذیب وغیرہ کا حوالہ دیا ہے اور نووی کی شرح المہذب میں بیان کردہ کتاب الرد علیٰ من اخلد الیٰ الارض الخ کے ساتھ نووی، ابن الصلاح کی طبقات اور ابن السبکی کا حوالہ دے کر ائمہ شافعیہ کی تصنیفی وتدریسی خدمات کا ذکر کیا ہے(الانصاف،۷۴-۷۵)۔

۲۔ الرافعی/ کتاب الشرح

اس ضمن میں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ جو اصحابِ امام کسی مستقل مذہب کے بانی بن گئے ان کے اقوال کو مذہب امام میں تفرد یا ایک دوسری وجہ نہیں قرار دیا جا سکتا جیسے امام ابو جعفر بن جریر طبری شافعیؒ تھے لیکن پھر مستقل مذہب کے بانی بن گئے اور ان کے لیے رافعی اور ابوزرعہ کا حوالہ اور خیال پیش کیا ہے۔ اس پر نقد بھی کیا گیا ہے اور رافعی کی کتاب الشرح کے اول کتاب الزکوٰۃ، نووی کی تہذیب، ابو عاصم عبادی کا حوالہ بھی ملتا ہے لیکن یہ رافعی کا اقتباس ہے اور اس کے مطابق امام طبری شافعی تھے یعنی اجتہاد اور استقراءِ ادلہ میں امام شافعیؒ کی پیروی کی تھی۔

۳۔ سبکی/ طبقات الشافعیہ

مختلف محدثین اور اماموں اور فقہاء کے کسی خاص امامِ فقہ کے پیرو ہونے کی شہرت و روایت کے سلسلے میں حضرت شاہؒ نے امام بخاریؒ کے بارے میں اضافہ میں یہ بحث کی ہے کہ ان کا شمار بھی طبقاتِ الشافعیہ میں کیا گیا ہے اور جس امام نے ان کا یہ ذکر کیا ہے وہ "طبقات الشافعیہ" کے مؤلف شیخ تاج الدین سبکی ہیں اور انھوں نے کلام نووی سے بھی تائید حاصل کی ہے۔ اس اقتباسِ سبکی میں متعدد اماموں کا مذہب و تقلید کے تابع ہونے اور متعدد کے ان سے خارج ہونے کا ذکر کیا ہے اور اس میں متعدد دوسرے اماموں کے حوالے ہیں۔ اسی طرح امام اشعری کو بھی امام سبکی نے شافعیہ میں شمار کیا ہے۔ اس بحث کے بعد ابن زیاد کا قول/ اقتباس ختم ہوتا ہے (۷۷)۔ گویا سیوطی، ابن الصلاح، نووی اور رافعی وغیرہ کے تمام حوالے ابن زیاد کی کتاب الفتاویٰ سے ماخوذ ہیں جو اصل ماخذِ شاہ ہے۔

کتاب الانوار

کتاب الانوار کا حضرت شاہؒ نے اسی کے ساتھ بطور تائید ماخذ ذکر کیا ہے۔ حضرت شاہؒ نے اس کے ذکر کے شواہد میں بیان کیا ہے کہ امامانِ فقہ۔ شافعی، ابو حنیفہ،

مالک، احمد۔ کی طرف منسوب کئے جانے والے (المنتسبون) مختلف اصناف میں ہیں:
۱۔عوام، ۲۔البالغون الی رتبۃ الاجتہاد، ۳۔المتوسطون (الانصاف، ۷۷)

النہرالفائق شرح کنز الدقائق

حضرت شاہؒ کے اضافہ الانصاف کا ایک اور نیا ماخذ ہے۔اس کے مطابق ہند اور ماوراء النہر وغیرہ علاقوں اور ملکوں میں جب انسان جاہل ہو اور وہاں کوئی شافعی، مالکی اور حنبلی عالم نہ ملے اور نہ ان کی کتابیں دستیاب ہوں تو اس کے لیے امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تقلید واجب ہے اور اس سے خروج حرام ہے۔ حرمین وغیرہ کی بات دوسری ہے کہ وہاں تمام مذاہب کی معرفت کے مواقع ہیں (الانصاف، ۷۹)

نووی/ المنہاج

مجتہد مطلق کے لیے پانچ علوم اور دوسری شرائط وصفات کے لیے حضرت شاہؒ نے المنہاج میں امام نوویؒ کی بحث شرط القاضی کا اقتباس دیا ہے (الانصاف، ۷۹-۸۱ و ما بعد؛ حضرت شاہؒ نے اس بحث میں فقہاء اربعہ اور ان کے مذاہب کی بنیادوں اور مآخذ کا سراغ لگایا ہے اور تمام مذاہب کا ایک دوسرے سے موازنہ کیا ہے اور ان کے ربط وارتباط سے بھی بحث کی ہے۔ یہ بہت قیمتی بحث ہے۔اس میں امام شافعی کے مذہب اور ان کے عطایا کی بہت تحسین ہے۔البتہ ان کا یہ بیان بہت اہم ہے کہ ان کے مذہب کا مادہ کتاب الموطا ہے کہ اسی پر مبنی ہے، اسی طرح صحیح بخاری، صحیح مسلم، کتب ابی داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، مسند الشافعی، سنن النسائی، سنن الدار قطنی، سنن البیہقی اور بغوی کی شرح السنہ بھی اسی کتاب موطا پر مبنی ہیں: ۸۱-۸۶: مسند الشافعی کے جامع عباس الاصم تھے)

اس کے بعد الانصاف کے تمام ابواب تمہ حجۃ کے مماثل ہیں اور ان کے مآخذ بھی۔ صرف بعض فقرات وکلمات کا فرق متن میں ہے (الانصاف، ۸۷-۱۱۱) بعض مقامات پر عبارتوں کی ترتیب بھی بدلی گئی ہے (ص: ۱۰۲ و ما بعد)۔ اسی پر رسالہ الانصاف تمام ہو جاتا ہے۔

مآخذ عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید

یہ رسالہ فقہ بھی حضرت شاہؒ کے مشہور رسالہ فقہ "غایۃ الانصاف" کی مانند کتابِ حجۃ سے ماخوذ ومستفاد ہے۔ بلکہ اجتہاد کی حقیقت، شرط وغیرہ میں بحث حجۃ سے اور باقی فصول وابواب میں وہ تتمہ/ غایۃ الانصاف سے ماخوذ بلکہ انھیں پر مبنی ہے۔ اس کے عربی ایڈیشن کے علاوہ اس کا متن مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی کے اردو ترجمہ سلک مروارید میں بھی شامل ہے اور وہ مشہور مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء میں چھپا تھا۔ دیباچہ مترجم کے بعد فہرست مضامین ہے اور اس کے بعد داہنے کالم میں عربی متن اور بائیں میں اردو ترجمہ ہے۔ ان دونوں سے اس تالیف لطیف کے مآخذ ومصادر کا ایک مختصر تجزیہ ذیل میں پیش کیا جارہا ہے۔

امام غزالیؒ

امام غزالیؒ کا ایک مختصر اقتباس حقیقتِ اجتہاد اور اس کے متعلقہ مسائل میں دیا ہے کہ اس زمانے میں اجتہاد فقہ کی ممارست سے حاصل ہوتا ہے اور وہ صحابہ کے زمانے میں نہیں تھا (ص ۷۰)۔ امام غزالی کے اقوال کا حوالہ حضرت شاہؒ نے بعض دوسرے مقامات پر بھی دیا ہے جیسے:

-- امام شافعی پر قلتین سے کم پانی کی نجاست پر امام غزالی کا استدراک جو احیاء میں مذکور ہے (۸۴)۔

-- امام غزالی کا ایک اقتباس اہلیت اجتہاد اور اس کی شرائط کے باب میں متکلمین کے طریقوں کے مطابق اصول الاعتقاد جاننے سے متعلق نقل کیا ہے (۸۷)۔

بغوی/ شرح السنہ

-- امام بغویؒ کا ایک اقتباس اس موضوع سے متعلق ہے کہ مجتہد کو پانچ علوم

میں دسترس بلکہ تبحر حاصل ہونا چاہیے (۷-۹)۔ حضرت شاہؒ نے ان کے کلام کے ختم ہونے کی بھی صراحت کی ہے جیسا کہ وہ ہر امام و مؤلف کے اقتباس کے خاتمے پر کرتے ہیں۔

-- بغوی نے ''شرح السنہ'' کے افتتاحیہ میں وضاحت کردی ہے کہ میں نے زیادہ تر قدیم ائمہ کی اتباع کی ہے، صرف بعض جگہ اپنی بات کہی ہے۔ حضرت شاہؒ نے اس سلسلے میں ان کی کتاب کے باب الدعاء کا خاص حوالہ دے کر اختلاف مباح کا ذکر کیا ہے، دوسرے ابواب وائمہ کا بھی حوالہ اس میں دیا گیا ہے۔ اسی طرح حدیث بروع بنت واشق کی شرح بغوی سے منقول ہے۔ (۸۲-۸۳)

-- حاکم کا قول ان احادیث کے بارے میں خاص کر امام شافعی کی تصریحات سے متعلق نقل کیا ہے۔ (۸۳)

-- بیہقی کا شافعی پر استدراک بھی نقل کیا ہے جو حدیث عبداللہ بن عمرو کے ذریعے کیا گیا ہے۔ (۸۴)

-- امام زمخشری نے امام ابوحنیفہ کے متعدد مسائل میں استدراک کیا ہے اور ان پر حضرت شاہؒ کی بحث بھی ہے۔ (۸۴-۸۵)

-- امام رافعی اور امام نووی اور ان کے علاوہ بیشمار علماء کی تصریح نقل کی ہے کہ مطلق مجتہد، جس کی تفسیر گذر چکی، دو قسموں کے ہوتے ہیں: ۱۔ مستقل اور دوسرے منتسب، پھر ان کے کلام سے مجتہد مطلق اور مجتہد منتسب کے اوصاف بیان کیے ہیں۔ (۱۰-۱۱)

بیضاوی / المنہاج و شافعی / کتاب الام

کسی حکم میں مجتہدین کے اختلاف خاص کر مسائل فرعیہ میں جن میں کوئی برہان قاطع نہ ہو کے معاملہ میں متعدد علماء متکلمین اور فقہاء کا ذکر کیا ہے کہ ان میں

سے ہر ایک برسرِ صواب (مصیب) ہوتا ہے یا ان میں صرف ایک مجتہد ہی صواب پر ہوتا ہے۔

۱۔ اول خیال کے حاملین کرام ہیں: شیخ ابو الحسن اشعریؒ، ۲۔ قاضی ابو بکرؒ، ۳۔ قاضی ابو یوسفؒ، ۴۔ امام محمد بن الحسنؒ، ۵۔ ابن شریحؒ۔ اسی طرح قاضی ابو یوسف کی کتاب الخراج میں اشاعرہ و معتزلہ کے جمہور متکلمین سے نقل کیا گیا کہ اول نقطہ نظر زیادہ صحیح ہے اور اس کے اشارات ملتے ہیں۔

۲۔ دوسرے خیال کے قائل جمہور فقہاء ہیں اور وہ ائمہ اربعہ سے منقول ہے۔ ابن السمعانی نے قواطع میں اس کو امام شافعی کا ظاہر مذہب بتایا ہے اور امام بیضاویؒ نے المنہاج میں دو مجتہدوں کے درمیان اختلاف میں حکم کا تعین ان کے اختلاف کی نوعیت پر کیا ہے (۱۱-۱۳)۔ اس پورے بیان کے بعد کلام بیضاوی کی انتہا کا ذکر حضرت شاہؒ نے کیا ہے اور اس پر خود بھی بحث کی ہے اور امام بیضاوی پر نقد بھی کیا ہے اور اپنی تائید میں امام شافعی کی کتاب الام کو بطور ماخذ نقل کیا ہے (۱۳-۱۴ و مابعد)

کتب اصول فقہ

-- کتب اصول الفقہ میں مذکورہ مسائل کے بارے میں حضرت شاہؒ نے دو قسمیں بتا کر ان کی شرح و تفسیر کی ہے۔ (۱۹ و مابعد)

-- امام خطابی کا بیان کردہ معنی حدیث: ''فطرکم یوم تفطرون و اضحاکم یوم تضحون''، تفصیل سے نقل کیا ہے اسی ضمن میں (۲۲ و مابعد)

-- امام سفیان ثوری کا قول پانی کے معاملے میں نقل کیا ہے (۲۴)

-- امام نسائی سے اسی بحث کے ضمن میں جنبی شخص کے تیمّم کرنے اور نماز پڑھنے سے متعلق واقعہ و حدیث نقل کی ہے (۲۶)

امام عز الدین بن عبد السلام دمشقی

-- امام عز الدین بن عبد السلام کا قول صحیح قرار دیا ہے کہ جس شخص نے اس

عمل کو کیا جس پر علماء کا اتفاق پایا جاتا ہے اور اس عمل سے احتراز کیا جس کی حرمت پر ان کا اجماع ہے اور علماء نے جس کو مباح کرنے پر اتفاق کیا ہے اس کو مباح سمجھا۔ اسی استحباب و کراہت پر ان کے اتفاق کا ذکر کر کے امام موصوف کی ایک خاص مفصل بحث دی ہے۔ اس اقتباس کے خاتمے کے بعد اس مسئلہ پر بحث امام لکھی ہے کہ کسی مقلدِ امام (چاروں مذاہب میں سے) کو کسی دوسرے امام کی تقلید کرنے کی اجازت ہے یا نہیں اور اس پر خاصی تفصیل دی ہے (۲۷-۲۹)۔ اس کے بعد حضرت شاہؒ نے اجتہاد کے باطل اور صحیح ہونے کی بحث کی ہے۔

امام موصوف کا ان فقہاء مقلدین پر نقد بھی تفصیل سے لکھا ہے جو اپنے امام کی رائے کی غلطی سے واقف ہو جانے کے باوجود اس پر جمے رہتے ہیں اور کتاب وسنت اور صحیح تعبیر وقول کی غلط سلط تاویلات کرتے ہیں (۳۶-۳۷)

-- امام ابن حزم: کے اس خیال پر کہ تقلید حرام ہے حضرت شاہؒ نے سخت نقد کیا ہے اور اپنے نقد کے دلائل دیے ہیں۔ یہ نقد دراصل ان کی مفصل بحث کے بعد آتا ہے جس میں انھوں نے چاروں فقہی مذاہب میں کسی ایک کی تقلید کرنے کو کتاب وسنت اور سوادِ اعظم کی تقلید قرار دیا ہے اور جن کی تقلید سے باہر جانے کو اجماع امت اور سواد اعظم کی خلاف ورزی بتاتا ہے (۳۴-۳۶ وماقبل)

کتاب زید/ ابن رسلان میں (سائر الائمة) بالخصوص شافعی، مالک، نعمان، احمد بن حنبل وسفیان وغیرہ کو ائمہ ہدایت بتانے والے دو شعر نقل کیے ہیں اور اس کی شرح غایۃ البیان کا تائیدی حوالہ دیا ہے اور تحفہ کا مذکورہ بالا بیان گزرنے کا حوالہ بھی دیا ہے (۸۰)۔

الشیخ عبدالوہاب الشعرانی کی کتاب الیواقیت والجواہر سے امام ابوحنیفہ وامام مالک کا اور حاکم وبیہقی سے امام شافعی وغیرہ کا قول بیان کیا ہے کہ صحیح حدیث ہی میرا قول ہے اور صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مرجع ہے باقی سب مردود بھی ہیں (۸۰-۸۱)

امام ابوشامہ کا قول وخیال نقل کیا ہے کہ فقہ سے اشتغال کرنے والوں کو کسی ایک امام کے مذہب پر کلی انحصار نہیں کرنا چاہیے اور صرف اس قول و مسئلہ کی صحت تسلیم کرنی چاہیے جو کتاب وسنت کی دلالت سے قریب ترین ہو (۳۷)

امام مزنی کے مختصر کا حوالہ امام شافعی کے اس قول عظیم کے بارے میں دیا ہے کہ وہ اپنی تقلید سے منع کرتے تھے اور امام شافعی کے علم سے اقتصار واختصار مسائل و اقوال کے معانی بتائے ہیں (۳۷-۳۸)

امام ترمذی کی حدیث حضرت عدی بن حاتمؓ سے نقل کی ہے جو آیت کریمہ: اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے (۳۸-۳۹) اور اس پر اپنی بحث کی بنیاد رکھی ہے۔

(یہ تمام اقتباسات اور ماخذ کے حوالے اسی ترتیب کے ساتھ الانصاف / غایۃ الانصاف۔ تتمہ میں بھی موجود ہیں)

کتبِ حدیث وفقہ

محدثین عظام اور ان کی کتب حدیث وفقہ جیسے موطا مالک، صحیحین، ترمذی، ابوداؤد اور نسائی کا حوالہ دیا ہے کہ ان چاروں مذاہب کی بنیاد ان صحیح ومعتبر کتابوں میں محفوظ احادیث ہی پر ہے اور یہ چوتھے باب کی فصل اول کی بحث ہے جو مجتہد مطلق اور مجتہد منتسب کے بارے میں ہے۔ اور اس پر حضرت شاہؒ نے فقہاءِ اربعہ کے فقہی منہج اور طریقے سے بحث کی ہے (۴۰-۴۴)

فتاویٰ سراجیہ کا حوالہ بطور ماخذ مجتہد فی المذہب کی فصل میں مسئلہ اول میں دیا ہے جو یہ بتاتا ہے کہ وہ حدیث صحیح اور اجماعِ سلف کی مخالفت نہ کرے اور اپنے ائمہ کے اقوال کے ماخذ اور ان کے دلائل سے بقدر استطاعت واقف رہے (۴۵)۔

فصول العمادیہ کی فصل اول کا حوالہ اس امر میں دیا ہے کہ وہ مجتہد اگر خود صاحب اجتہاد نہیں تو اسے صرف بطریق حکایت اقوالِ فقہاء کو بیان کرنا چاہیے۔ اس میں امام ابو یوسف، زفر اور عافیہ بن زید کے اقوال کا بھی ذکر کیا گیا ہے (۴۵-۴۶)

عمدۃ الاحکام

عمدۃ الاحکام میں المحیط کے اس منقولہ قول کو بیان کیا ہے جو اہلِ اجتہاد کے بارے میں ہے کہ وہ کتاب وسنت، آثارِ صحابہ وتابعین وغیرہ اور وجوہ فقہ کے عالم ہوں (۴۶)۔

-- عمدۃ الاحکام میں فتاویٰ صوفیہ کا ایک مسئلہ عید الفطر کے بارے میں منقول ہے جو وقت زوال میں نماز پڑھنے سے متعلق ہے (۶۶)۔

-- عمدۃ الاحکام میں منقول کشف البزدوی کی عبارت مسائل متفرقہ کے بارے میں نقل کی ہے (۷۳)

اس کی مزید تائید بزدوی کی شرح الجامع الصغیر سے فراہم کی ہے۔ عمدۃ الاحکام میں کتے اور خنزیر کے جھوٹے کے بارے میں مسئلہ نقل کیا ہے (۷۴)

خزانۃ الروایات

فتاویٰ خانیہ میں یہ مذکور ہے کہ اجتہاد کے لیے مبسوط کا حفظ ہونا، ناسخ و منسوخ کا جاننا اور محکم و ماول کو پہچاننا اور لوگوں کی عادات وعرف کو سمجھنا ضروری ہے (۴۶)۔

-- فتاویٰ سراجیہ میں اجتہاد کی ادنیٰ شرط یہ ہے کہ مجتہد کو مبسوط یاد ہو بحوالہ خزانۃ الروایات۔

-- خزانۃ المفتین میں ان تمام روایات کے مذکور ہونے کی صراحت حضرت شاہؒ نے کی ہے۔ گویا ان کا اصل ماخذ خزانۃ المفتین ہی ہے اور مذکورہ

کتب و مآخذ نہیں ہیں اور اگر ہیں تو ثانوی لحاظ سے (۴٦)

محققین فقہاء کے نزدیک مسائل کی چار اقسام ہیں اور ان کی تفصیل و تشریح میں حضرت شاہؒ نے ائمہ کرام اور ان کے اقوال کے علاوہ بعض کتب فقہ کا حوالہ دیا ہے یا ان پر نقد کیا ہے جیسے

-- ہدایہ
-- خزانۃ الروایات جس میں فقیہ ابو اللیث السمر قندی کی کتاب بستان الفقیہ سے قول منقول ہے (۴۸-۴۹)۔
-- خزانۃ الروایات میں فتاویٰ سراجیہ کی ایک عبارت مذکور ہے جو نادر و متروک روایات پر فتویٰ دینے سے متعلق ہے (۷۱ و ما بعد)۔ یہ سب حوالے خزانۃ الروایات سے لیے گئے ہیں۔

البحر الرائق

البحر الرائق میں چار کتابوں کا حوالہ امام ابو اللیث سے امام ابو نصر کے بارے میں مروی ہے کہ ان کی بنا پر فتویٰ دیا جا سکتا ہے یا نہیں:

۱۔ کتاب ابراہیم بن رستم
۲۔ آداب القاضی عن الخصاف
۳۔ کتاب المجرد
۴۔ کتاب النوادر (۴۸-۴۹)

کتب فقہ و شروح حدیث

-- ائمہ اربعہ اور ان کے تلامذہ میں اختلاف اگر کسی مسئلہ میں ہو تو مجتہد ان میں سے کس کا قول اختیار کرے گا؟ حضرت شاہؒ نے حنفی امام اور صاحبین کے بارے میں ان کی عام کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔

-- المنہاج کا حوالہ مذہب شافعی کے لیے دیا ہے۔

-- فتاویٰ الفقیہ الیمنی ابن زیاد، امام بلقینی اوران کی بعض معاملات میں اتباع بخاری کا حوالہ دیا ہے، موجودہ زمانے میں علوی اشراف کو زکوۃ دینے کے جواز کے بارے میں امام فخرالدین رازی کا قول نقل کیا ہے اور بعض دوسرے مسائل میں بعض اہم شافعی علماء جیسے بلقینی، ابن زیاد، امام ابن عُجیل کا حوالہ دے کر امام احمد کے مذہب کا صرف ایک سرسری ذکر کیا ہے کہ وہ امام شافعی کے اجل اصحاب میں سے تھے اوران کا مذہب اسی مذہبِ شافعی کی ایک فرع ہے (۴۹-۵۰)

منہاج البیضاوی/ ابن امام الکاملیہ کی شرح المنہاج

شرح منہاج البیضاوی مؤلفہ ابن امام الکاملیہ میں عامی شخص کے مفتی سے کسی معاملہ میں فتویٰ پوچھ کر عمل کرنے کے بارے میں ذکر ہے (۷۸)

مذہب میں تبحر کے بارے میں جو اپنے مذہب کی کتابوں کا حافظ ہو چند مسائل کا ذکر کیا ہے جن کے مآخذ ہیں:

ابن النجیم، البحرالرائق (۷۶: فصل فی العامی میں جس کا کوئی معین مذہب نہیں ہوتا اور وہ مفتی کا فتویٰ ہی ہوتا ہے۔ البحرالائق کا دوسرا حوالہ بحالت روزہ پچھنا لگوانے اور دانستہ کھالینے کے بارے میں ہے)

النہرالفائق، کی کتاب القضاء

محمد بن الحسن کی کتب مشہورہ متداولہ

امام رازی/بعض نسخ النوادر (دوبارہ امام رازی اور بعض نسخ النوادر کا حوالہ: ۹۰)

الھدایۃ / قول صاحب الھدایۃ فی روضۃ العلماء الزندویسیۃ فی فضل الصحابۃ (دوبارہ ۹۰)

المبسوط (دوبارہ حوالہ: ۹۰)

موطا امام مالک کا ذکر/ حوالہ ملتا ہے۔

فتاویٰ القینیہ

-- فتاویٰ القینیہ کا بطور ماخذ مفتی کے باب اور اس کے احکام کے بارے میں ذکر کیا ہے۔

-- فتاویٰ القینیہ میں بھی نادر مسائل میں مفتی کے طریق افتاء کے بارے میں بحث کا حوالہ دوبارہ دیا ہے اور اسی میں تیسرا حوالہ ہے۔

(۵۱-۵۳ اور ۴۷: یہ تیسرا حوالہ کتاب ادب القاضی کے حوالے سے ہے؛ ۴۷ میں مفتی کے فتوے سے متعلق قینیہ کا چوتھا حوالہ ہے۔

سنن بیہقی

-- الاقناع کے حوالے سے حضرت شاہؒ نے سنن بیہقی میں یہ قول شافعی نقل کیا ہے کہ کوئی حدیث صحیح ہو اور میرا قول اس کے خلاف ہو تو میرا قول ترک کر دو۔

-- امام الحرمین نے النہایہ میں امام شافعی کے بارے میں یہی بات دوسرے انداز سے کہی ہے۔

-- خطیب بغدادی نے اپنی سند سے امام دارکی الشافعی کے فتاویٰ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بسا اوقات اپنے امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کے اقوال کے خلاف حدیث صحیح کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔ حضرت شاہؒ نے ہدایہ میں مذکورہ ایک مسئلہ میں نقد کیا ہے۔

فتح القدیر

-- فتح القدیر کی کتاب آداب القاضی سے یہ بحث نقل کی ہے کہ قاضی اور مفتی دونوں کے شرائط وغیرہ ایک جیسے ہیں۔

(۸۹-۹۳: یہ اقتباس طویل ہے جو آخر کتاب تک چلا گیا ہے اور اسی پر رسالہ عقد الجید تمام ہوتا ہے جیسی کہ حضرت شاہؒ کی صراحت ہے)

-- الکافی / الحمیدی میں ہے کہ قولِ مفتی کے کسی شرعی دلیل کا ہونا ضروری ہے۔/حمیدی کا دوسرا حوالہ بھی ہے۔

-- المناوی میں ایک مسئلہ پر اتفاق علماء کا ذکر کیا ہے۔

خزانۃ الروایات حضرت شاہؒ کی تصریح کے مطابق مذکورہ بالا تمام آثار و روایات کا بنیادی ماخذ ہے (۵۳-۵۶)

خزانۃ الروایات سے ایک اور ماخذ بالواسطہ کشف القناع کا ذکر کیا ہے اور ابن حاجب وغیرہ کے قول کا بھی (۶۴) جو شرح الحاجب سے لیا گیا ہے (۶۵-۶۶)

-- مختصر ابن الحاجب، ابن الصلاح اور امام نووی تینوں کا اسی باب/فصل میں حوالہ دیا ہے اور یہ سب اقوال المتبحر فی المذہب کے بارے میں ہیں (۵۶-۵۸)۔ ابن الحاجب اور نووی اور خطیب وغیرہ کا حوالہ عامی کی فصل میں پھر آیا ہے (۷۸)

-- نووی کا استدراک بر امام شافعیؒ "بیع معاطاۃ" کے مسئلے میں منقول ہے (۸۴)

-- تبحر فی المذہب کے تیسرے مسئلہ میں امام غزالیؒ اور بعض دوسرے علماء کا عمومی حوالہ دیا ہے۔ امام کے افضل اور غیر افضل کی بحث اور ان کی تقلید کے مسئلہ میں حضرت شاہؒ نے آمدی، ابن حاجب اور ابن ہمام اور امام نووی وغیرہ کے متبعین جیسے ابن حجر، رملی اور حنابلہ اور مالکیہ کی جماعات کا حوالہ دے کر ابن الھمام کا موقف لکھا ہے جو مذہب امام کے خلاف عمل کرنے سے متعلق ہے (۵۸-۶۱)۔ حضرت شاہؒ نے اس ضمن میں بعض مسائل کے لیے ابن حجر کی کتاب التخلیص، رافعی کی تخریج احادیث اور حاکم کی کتاب علوم الحدیث کا بطور ماخذ ذکر کیا ہے (ص ۶۱)۔ حضرت شاہؒ نے متعدد مسائل کے بارے میں بحث کرنے کے بعد کہا ہے کہ ہم نے ان کے رسائل کی تلخیص کر دی ہے (۶۳ وما قبل)۔

بیضاوی / المنہاج

-- بیضاوی کی المنہاج کے حوالہ سے کنایہ طلاق اور صریح طلاق کے مسئلہ میں صورت طلاق بیان کی ہے کہ وہ شوہر کی رائے پر مبنی ہوگی (٦٧)۔

شیخ ابو طاہر کردی

-- اپنے شیخ ابو طاہر کردی کی سند سے ان کے شیخ حسن العجیمی الحنفی کا مسلک و فتویٰ بیان کیا ہے کہ وہ ہم کو تھوڑی نجاست کے بارے میں عورتوں پر سختی و شدت کرنے سے منع کرتے تھے (٨٥)۔

کتاب الانوار

کتاب الانوار اور بالخصوص اس کی کتاب القضاء کی دو عبارتوں کے اشکال کو حضرت شاہؒ نے اس طرح حل کیا ہے کہ ایک شافعی شخص کو بھی اس سے اطمینان ہو گیا۔ یہ مسئلہ ایک مجتہد مذہب سے دوسرے مجتہد کے مذہب کی طرف منتقل ہونے کے معاملے سے متعلق ہے۔

(٦٧-٦٨ اس کے آخر میں اس کا حاصل کہا ہے۔ پھر کتاب الانوار کی فصل / باب الاحتساب سے ایک مسئلہ حل کیا ہے۔ اور اس مسئلہ کو امام غزالی کے ایک قول اور بعض لوگوں کے خیال پر مبنی قرار دے کر مسترد کیا ہے اور جمہور کے قول کو ترجیح دی ہے)۔

-- کتاب الانوار سے حضرت شاہؒ نے اجتہاد کی اہلیت اور اس کی شرائط کی جامع بحث نقل کی ہے (٨٥-٨٧)

-- کتاب الانوار میں یہ بھی منقول ہے کہ مجتہد کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس کا مذہب مدون ہو۔ اس میں تقلید ائمہ پر بھی بحث ہے (٨٧-٨٨)۔

مضمرات

-- مضمرات کا ماخذ اس مسئلہ سے بحث کرتا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور صاحبین

میں اختلاف کی صورت میں مفتی کس کا قول اختیار کرے۔

-- مضمرات کا ایک دوسرا حوالہ مفتی کے اقوال متروکہ پر فتویٰ دینے سے متعلق ہے (۷۲-۷۳)

-- امام ابوالفتح الھروی امام اعظم کے شاگرد کا ایک قول وفتویٰ العامی کے بارے میں منقول ہے اور کتاب الانوار کے حوالہ کے بعد ہی ہے (۸۸-۸۹)

-- لباب السعایۃ سے حنفی اماموں کا قول و مذہب چغل خور سے تاوان لینے کے باب میں نقل کیا ہے (۷۲)

-- الفتاویٰ الاعتمادیۃ میں فتویٰ سمرقندی سے حضرت سعید بن المسیب کا ایک قول مسئلہ حلالہ پر ہے (۷۴)

-- التحفہ شرح المنہاج میں امام عراقی نے ایک امام کے دو قولوں میں کسی ایک کے اختیار کرنے کی اجازت پر اجماع نقل کیا ہے (۷۵) جبکہ امام سبکی، امام ماوردی اور امام غزالی کے اقوال و آراء سے بھی اس کو مدلل و مستند کیا ہے۔

-- امام ابن الصلاح کا قول نقل کیا ہے کہ افتا و قضا میں مفتی کے لیے فقہاء اربعہ کے علاوہ دوسرے فقہاء کی تقلید صحیح نہیں ہے (۷۶)

-- امام نووی نے بھی مفتی کے فتویٰ اور عامی کے تعلق سے ایک خاص موقف اختیار کیا ہے (۸۹)

-- المحیط میں روزہ دار کے کفارے کے مسئلہ پر ایک بحث کا حوالہ فصل فی العامی میں دیا ہے (۷۷) اور دوسرے مسائل میں بھی (۷۸)۔

-- جمع الجوامع میں مفتی کو اپنے فتویٰ سے عامی شخص کے بارے میں دینے

کے بعد رجوع نہ کرنے کا مسئلہ لکھا ہے (۷۸)۔ اسی طرح عامی کو ایک معین مذہب کا التزام کرنے کی ہدایت ملتی ہے (۷۹)۔ یہی امام کیا ہراسی اور امام نووی کا بھی خیال ہے (۷۹)۔

تتمہ، الانصاف اور عقد الجید کے متون و مآخذ

حجۃ اللہ البالغہ کے مبحث ہفتم کے تتمہ، رسالہ غایۃ الانصاف اور رسالہ عقد الجید کے متون کا ایک موضوعاتی مطالعہ دو اہم ترین امور کا تصفیہ کر سکتا ہے اور کرے گا: ایک ان تینوں کے متون کتنے یکساں اور کتنے مختلف ہیں اور اختلافی حصوں میں دونوں آزاد رسالوں کے اعتبار سے نفس متن میں کتنا اور کیسا اضافہ کیا گیا ہے۔ دوسرے ان کے ۔تینوں متون کے۔ مآخذ میں کلی مماثلت ہے یا آزاد و خود مختار رسائل میں کچھ نئے مآخذ کا اضافہ ہے۔ اس کا ایک مختصر تجزیہ اور موضوعاتی مطالعہ تتمہ حجۃ اور رسالہ الانصاف کے تقابلی مطالعہ اور موخر الذکر میں اضافاتِ حضرت شاہؒ کے حوالے سے پہلے ہی کیا جا چکا ہے۔ ان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تتمہ اور الانصاف کے تمام بنیادی مباحث و ابواب یکساں ہیں اور ان کے مآخذ بھی یکساں ہیں۔ البتہ آزاد رسالہ الانصاف میں حضرت شاہؒ نے جو اضافے کیے ہیں ان میں صرف ضمنی اور ذیلی فصول و مباحث کا اضافہ ملتا ہے اور ان میں چند مآخذ کا بھی۔

عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید کے چار ابواب ہیں اور ان میں سے بعض کی ذیلی فصول کئی گئی ہیں۔ ابواب یہ ہیں:

۱۔ باب اول: اجتہاد کی حقیقت اور اس کی شرط اور اس کی اقسام کے بیان میں ہے اور مختصر ترین ہے اور ذیلی فصول سے بالکل خالی (۶-۱۱)

۲۔ باب دوم: مجتہدین کے اختلاف کے بیان میں ہے اور خاصا مفصل اور متعدد معاملات واصول سے بحث کرتا ہے (۱۱-۳۱)

۳۔ مذاہب اربعہ پر عمل کرنے کی تاکید اور ان کے ترک کرنے اور ان سے

خروج سے احتراز کرنے پر ہے اور ان کے مصالح کو بیان کرتا ہے (۳۱-۷۶)۔ اس میں متعدد فصول ہیں جیسے ا۔ فصل مجتہد مطلق ومنتسب میں، ۲۔ مجتہد فی المذہب میں، (جس میں تین مسائل سے بحث ہے)، ۳۔ فصل فی المتبحر فی المذہب میں اور ان کے مختلف مسائل میں جیسے مجتہد کی تقلید کی دو صورتوں-واجب وحرام- میں، چوتھی فصل فی العامی میں ہے۔

۴۔ چوتھا باب، جو فصل فی العامی کے عنوان سے ہے، مرتب ومترجم کی نظر میں باب بن گیا ہے۔

۵۔ اصل میں چوتھا اور مترجم ومرتب کے لحاظ سے پانچواں باب تقلید میں اعتدال رکھنے کے بیان میں ہے (۷۶-۹۳)

اس مختصر رسالہ عقد الجید کے تمام ابواب وفصول اور ان کے مباحث ومسائل سب کے سب تتمہ اور الانصاف میں پائے جاتے ہیں اور ان میں بہت مشکل ہی سے کوئی اختلاف صریح اور اضافہ خطیر پایا جاتا ہے۔ ایسا واضح ہوتا ہے کہ رسالہ عقد الجید کے مباحث ومسائل اصل کتاب حجۃ اللہ البالغہ سے اٹھائے گئے ہیں اور ان کو ایک رشتہ میں گوندھ کر ایک منفرد وممتاز رسالہ بنا دیا گیا ہے۔ بہر حال تتمہ اور غایۃ الانصاف میں متعدد مباحث ایسے بھی ہیں جو رسالہ عقد الجید میں نہیں بار پا سکے ہیں۔ ان میں اہم ترین اولین ابواب ہیں جیسے ا۔ ابواب اسباب اختلاف الصحابۃ و التابعین فی الفروع، اختلاف مذاہب الفقہاء، اختلاف بین اہلِ الحدیث واصحاب الرای، حکایۃ حال الناس قبل المائۃ الرابعۃ (او القرنین الاولیین)، وغیرہ۔ البتہ ان کے بعض مباحث عقد الجید میں تقلید واجتہاد کے حوالے سے بھی آئے ہیں۔

ان اہم ترین مآخذ کے علاوہ عقد الجید میں فتح القدیر، خزانۃ الروایات، ابن الصلاح، فتاویٰ سراجیہ، عمدۃ الاحکام، خزانۃ المفتین / خزانۃ الروایات، فتاویٰ القینیہ، امام رازیؒ کی کتاب النوادر کے مآخذ مماثل ویکساں ہیں۔ البتہ بعض کا اضافہ بھی ملتا ہے جیسے امام عراقی کی شرح المنہاج / التحفہ، جمع الجوامع، الفتاویٰ الاعتمادیہ، لباب السعایہ،

مضمرات، شیخ ابو طاہر کردی کی روایت، کتاب زید بن ارسلان اور اس کی شرح غایۃ البیان وغیرہ۔ بہر حال ان نئے ماخذ کے اضافہ کے باوجود حضرت شاہؒ کے تمام مباحثِ اجتہاد وتقلید تینوں متنوں میں یکساں ہیں اور بسا اوقات ایک ہی ترتیب سے بھی منقول ہوئے ہیں جیسے ابن حزم پر نقد کے سلسلے میں شیخ عز الدین، ابو شامہ، امام مزنی اور امام ترمذی کی تشریحات وغیرہ کا معاملہ ہے۔

کتب علوم قرآنی کے مآخذ

قرآنی علوم وفنون پر خاص کتابیں اور رسائلِ حضرت شاہؒ تو صرف تین چار ہی ہیں: (۱) فتح الرحمٰن بترجمۃ القرآن (۲) الفوز الکبیر فی اصول التفسیر مع فتح الخبیر (۳) المقدمۃ فی قوانین الترجمۃ یا مقدمہ درفن ترجمۂ قرآن۔ ان میں سے فتح الخبیر کو الگ رسالے کی شکل میں چھاپنے کی وجہ سے اس کو الفوز الکبیر سے الگ تصنیفِ شاہ مانا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ حضرت شاہؒ کی اپنی تصریح کے مطابق الفوز الکبیر کا پانچواں باب ہے لیکن حضرت شاہؒ کے طریقِ اشاعت کے علاوہ اس کی زبان عربی اس کو ایک آزاد ومنفرد رسالہ کی حیثیت عطا کرتی ہے اس لیے اسے چوتھی تصنیف سمجھنا چاہیے۔

مذکورہ بالا تصانیف ورسائل کے علاوہ بعض دوسرے رسالوں اور کتابوں میں بھی بہت اہم قرآنی مباحث ملتے ہیں۔ ان میں ازالۃ الخفا، قرۃ العینین، حجۃ اللہ البالغہ کے قرآنی مباحث بہت اہم اور مفصل ومدلل بھی ہیں جو الگ رسالے بن سکتے ہیں۔ حضرت شاہؒ کی بعض تحریروں میں خاصے قرآنی مباحث ومقالات پائے جاتے ہیں اور ان کی تعداد بھی خاصی ہے جیسے البدور البازغہ، الخیر الکثیر، التفہیمات الالٰہیہ، سطعات، لمحات، تاویل الاحادیث وغیرہ۔ ان میں بعض بہت قیمتی قرآنی مباحث ہیں اور ان سے ان کے مکتوبات کے مجموعے بھی خالی نہیں ہیں اور ان میں بھی مآخذ ہیں۔ بہر حال ان کے مآخذ قرآنی ان کتابوں اور رسالوں کے مآخذ کے ساتھ بحث میں آئیں گے اور ان کی تصریح کی کوشش بھی ہوگی۔ اس جزو یا مبحث میں خاص قرآنی تصانیف شاہؒ کے مآخذ کی نشاندہی کی جا رہی ہے۔

الفوز الکبیر فی اصول التفسیر

اصلاً حضرت شاہؒ کا یہ مختصر رسالہ اصول تفسیر سے زیادہ علوم قرآن کے مباحث و مندرجات رکھتا ہے۔ اگرچہ اس کا عنوان اصولِ تفسیر کا فقرہ اضافی بھی رکھتا ہے لیکن دوسری جگہ اس کے علومِ قرآن کا رسالہ ہونے کا بھی ذکر ہے۔ حضرت شاہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اور دوسرے مقامات پر اس کے فن اور وقت تصنیف کا ذکر و حوالہ بھی دیا ہے۔ اس کے مطابق وہ فتح الرحمٰن کے ساتھ ساتھ ہی مرتب ہوتا گیا تھا اور ترجمہ قرآن کی تکمیل کے ساتھ اشاعت پذیر ہوا۔ حضرت شاہؒ نے اس کے بعض مباحث میں اپنے مآخذ کا ذکر کیا ہے جن کا تجزیہ مآخذ کے حوالے سے پیش ہے۔

(الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، عربی ترجمہ محمد منیر دمشقی، قیومی پریس کانپور غیر مورخہ، ۳: تمہید میں یہی نام و عنوان رسالہ ہے)

باب ثانی: معانی نظم قرآن کے خفا کے وجوہ کے بیان میں: فصل اول: شرح غریب القرآن میں:

صحیح بخاری: شرح غریب القرآن میں حضرت ابن عباس از ابن ابی طلحہ/ طریق ضحاک/ ۲۰-۲۱

سوال/ مسائل ازرق (نافع بن الازرق)

-- ائمہ تفسیر سے امام بخاری نے شرح الغریب میں جو نقل کیا ہے۔

-- دوسرے ائمہ تفسیر کی روایات، صحابہ و تابعین اور اتباع تابعین سے۔

اتقان سیوطی: ان تینوں طرق کا ذکر کرتی ہے جو اوپر شرح غریب کے ضمن میں وارد ہوئے ہیں: ۲۱۔ حضرت شاہؒ نے اسی بحث کے بعد لکھا ہے کہ اس رسالہ کے باب پنجم میں غریب القرآن کی شرح معہ اسباب النزول کے جمع کر دیا ہے، جو چاہے اس کو مستقل رسالہ بنالے اور جو چاہے اسی رسالہ میں داخل کرلے۔ یہ فتح الخبیر کی طرف واضح

اشارہ ہے۔

الفصل الثانی: معرفت ناسخ ومنسوخ میں:

کتاب الاتقان میں جلال الدین السیوطی نے مفصل بحث کی ہے اور شیخ ابن العربی جیسے متاخرین کے خیال کے مطابق منسوخ آیات کے بارے میں آراء لکھی ہیں اوران منسوخ آیات کی تعداد بیس کے قریب بتائی ہے۔اس کے بعد منسوخ آیات کا ذکر ہے۔جس میں مختلف علماء کے اقوال ہیں جیسے

ابن العربی :بقرہ-۱۸۱؛۱۸۷

ابن جریر طبری :بقرہ-۲۴۰

امام احمد :مائدہ-۱۰۶

حضرت امام نے اس کے بعد وضاحت کی ہے کہ ان اکیس آیات کے نسخ کے بارے میں امام سیوطی نے امام ابن العربی کے مطابق بحث کی ہے۔ ۲۱-۲۵

فصل سوم :اسباب النزول

صحیح بخاری :میں مرفوع روایات/ حدیث آئی ہے کہ اہلِ کتاب کی تصدیق کرو نہ تکذیب ۲۶

ابوداؤد کا اشارہ (حدیث میں):لا یکون احد فقیها حتی یحمل الآیة الواحدة علی محامل متعددة ۲۶

ابن عمرؓ کی شرح وتفسیر آیت:الذین یکنزون الذهب والفضة الخ ۲۷

ابن عباسؓ :تطبیق آیات کریمہ ۲۸

عائشہؓ :صفاومروہ کی سعی/طواف ۲۸

بخاری، ترمذی، حاکم فی تفاسیرهم من اسباب النزول و توجیه المشکل الخ ۲۸-۲۹۔ان ہی کی تفسیر وتوجیہ صحیح ہے۔

محمد بن اسحاق، واقدی، کلبی نے ہر آیت میں ایک قصہ بیان کر کے افراط کیا ہے اور وہ محدثین کے نزدیک صحیح نہیں۔ان کی اسناد میں نظر/ کلام وشبہ ہے اور وہ شروط

تفسیر میں شامل نہیں۔ ۲۹-۲۸

بقیہ مباحث باب دوم: حذف وابدال وغیرہ

-- شعر مشہور:

بثینة شانها سلبت فوادی   بلا جرم اتیت به سلاما

۳۳۔

-- متعدد آیات قرآنی ۲۹ومابعد

-- قسطلانی فی شرح کتاب الحج فی باب المعتمر: کیا طواف عمرہ طواف وداع کے لیے کافی ہوسکتا ہے؟

-- سیبویہ: اذیقول المنفقون والذین فی قلوبهم مرض

-- زمخشری: وما اهلکنا من قریة الاولها کتاب معلوم

حروف وا وبسا اوقات وصل کی تاکید کے لیے لایا جاتا ہے عطف کے لیے نہیں۔اس بحث میں مذکورہ بالا اقوال ہیں۔ ۳۵-۳۳

باب سوم: قرآن کے اسلوب بدیع میں: تین فصول میں ہے۔فصل اول: سورتوں کے اسلوب میں

-- حضرات شیخین-ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما-کے زمانے میں سورتوں کی ترتیب کے ساتھ ایک مجموعہ میں تدوین جو مصحف کہا گیا۔

-- حضرت عثمان کے اس مصحف امام سے مصاحف نقل کر کے صوبوں میں بھیجنے کا واقعہ۔

-- مختلف اسالیب پر احادیث وواقعات جیسے ہرقل کے نام نامہ نبوی، خواتیم سور/ جوامع الکلم وغیرہ ۳۹-۳۷

فصل دوم: سورتوں کی آیات میں تقسیم کی بحث

-- قصائد موزونہ مقفاۃ اور اراجیز رائقہ کی مثال

خلیل بن احمد-عربی زبان کا قانون وضع کیا/ عروض، زحافات وغیرہ،

-- ان تمام کے لیے بے شمار کتابیں لکھی گئیں۔

-- طریق وتوفیق حضرت شاہؒ۔ تلمیذ القرآن بلا واسطہ/ اویسی لروح حضرۃ رسالۃ صلی اللہ علیہ وسلم ۴۷

--شعر: ولو ان لی فی کل منبت شعرۃ
لسانا لما استوفیت واجب حمدہ (۴۷)

سبب نزول کے بیان میں مرویات: اسرائیلیات جن کا اعتبار نہیں

-- ابن عباسؓ: فامسحوا بروؤسکم و ارجلکم الی الکعبین: غسل ہی مراد ہے، مسح نہیں، دفاع ابن عباس ۴۸

اسی باب کے بقیہ لطائف میں استنباط احکام کی بحث ہے جو کتاب حجۃ کے مبحث ہفتم سے ماخوذ ہے: ۵۱ و مابعد

تاویل متشابہات اور بیان حقیقت صفات میں حضرت شاہؒ نے متکلمین کے غلو آمیز طریقے کو ناپسند کیا ہے اور مالک وثوری وابن المبارک اور تمام قدماء کا مذہب اپنایا ہے اور آثار صحابہ وتابعین پر اعتماد کلی کرنے کا خیال ظاہر کیا ہے۔ ۵۲

نحو القرآن میں حوالے ہیں:

-- مذہب سیبویہ

-- مذہب فراء

-- حضرت عثمانؓ کا قول: والمقیمن الصلوٰۃ و الموتون الزکوٰۃ کے بارے میں کہ عرب اپنی زبانوں سے اس کو قائم کرلیں گے (ستقیمھا العرب بالسنتھا)۔ تحقیق حضرت شاہؒ کہ وہ بمعنی المرفوع ہے کلام عرب کے مطابق۔ ۵۲

-- معانی و بیان قرآن میں۔ عرف جمہور عرب ۵۲-۵۳

-- اشارات صوفیہ وغیرہ در حقیقت فن تفسیر سے تعلق نہیں رکھتے۔ وہ لطائف ہیں۔ ۵۳

-- غرائب القرآن صرف مذکورہ ابواب میں محصور نہیں ہیں، وہ بلاغت کلام

اور طرفگی اسلوب سے بھی آتے ہیں جیسے سورہ رحمٰن حدیث میں عروس القرآن کہی گئی ہے۔ احادیث سورتوں کے باب میں بطور ماخذ: ۵۴

-- ترقیمہ/ خاتمہ کتاب الفوز الکبیر میں حضرت شاہؒ نے اپنی کتاب تاویل الاحادیث کا حوالہ دیا ہے۔ ۵۵

-- دوسرا حوالہ فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن کا حوالہ ہے خاص اس کے فارسی کے اسلوب کے لحاظ سے۔ ۵۵

فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن

فارسی زبان میں حضرت شاہؒ کا ترجمۂ قرآن اولین ترجمہ تو نہیں ہے، نہ برصغیر پاک و ہند میں اور نہ دوسرے دیار اسلام میں۔ اس سے پہلے متعدد جزوی یا کامل تراجم قرآن فارسی اور دوسری زبانوں میں ہو چکے تھے لہٰذا ہندوستان میں فارسی ترجمہ قرآن مجید سے وابستہ قصّے خاص کر حضرت شاہؒ کے خلاف سازش، حملہ اور سزا کے افسانے محض من گھڑت ہیں اور ان پر کافی تحقیقات ہو چکی ہیں لیکن وہ اب بھی دہرائے جاتے ہیں۔ البتہ حضرت شاہؒ کے ترجمہ فتح الرحمٰن کی خصوصیات ایسی نادر و نایاب اور عظیم الشان ہیں کہ وہی ترجمہ اب معیار اعلیٰ بن چکا ہے۔ اس کی تالیف دراصل متن قرآن کریم کی تدریس و تعلیم حضرت شاہؒ سے ہوئی لہٰذا اس میں کافی عرصہ لگ گیا اور وہ ۱۱۵۰ھ /۱۷۳۸ء میں مکمل ہو گیا۔

فتح الرحمٰن کے مختصر مقدمے میں حضرت شاہؒ نے اس کی تدریس و تعلیم، تالیف و تدوین اور اشاعت و ترویج کے واقعات مختصراً بیان کیے ہیں اور ان اسباب و علل پر روشنی ڈالی ہے جن کی وجہ سے اس کی تالیف میں رکاوٹیں پڑتی رہیں اور اس کی خصوصیات بھی گنائی ہیں۔ ان کے ضمن میں بعض کتابوں، اشخاص اور تراجم کا ذکر کیا ہے اور اپنے رسالہ مقدمہ فی قوانین الترجمہ کا حوالہ بھی دیا ہے جو توام تصنیف ہے۔ حواشی فتح الرحمٰن میں حضرت شاہؒ نے فقہی مباحث میں فقہاء اربعہ بالخصوص امامان

عظیمان-ابو حنیفہ و شافعی- کا نام لے کر ان کا مسلک بیان کیا ہے اور بعض دوسرے اکابر کا بھی ذکر کیا ہے۔ تفسیری مباحث میں جمہور مفسرین و محدثین اور طبقات کے علاوہ بعض شخصیات کا حوالہ دیا ہے۔

(مقدمہ فتح الرحمٰن برصغیر میں چھپنے والے مصاحف بالخصوص تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی، لاہور کے نسخوں میں ضرور شامل ہوتا ہے۔ سعودی عرب کا مجمع الملک فہد، مدینہ منورہ سے شائع ہونے والے نسخوں میں ابھی تک شامل نہیں دیکھا۔ نہ جانے اس میں کون سی مصلحت شرعی مضمر ہے جبکہ عربی و فارسی میں مجمع کے سربراہ اور مترجمین/مصححین کے دو دو دیباچے شامل ہوتے ہیں جن کی ضرورت سوائے تقدیم کے اور کوئی نہیں ہو سکتی)۔

مقدمہ فتح الرحمٰن: میں چند مقاصد کا ذکر قدیم مصنفین کی رسم و طریقے کے مطابق کیا ہے۔ اس کے ماٰخذ حسب ذیل ہیں:

۱۔ کتاب وجیز و جلالین کی مانند اس ترجمہ و حواشی میں حضرت شاہؒ نے بعض لفظی و معنوی تشریحات کی ہیں۔

-- امام غزالی کو حجۃ الاسلام کے لقب سے یاد کر کے یہ اہم بیان دیا ہے کہ وجیز و جلالین کی مشاکلت پر ان کی یہ شہادت ہے کہ وجیز جیسی کتاب کو پڑھنے والا علم تفسیر کا ادنی حصہ (طبقہ سفلیٰ) ضرور حاصل کر لیتا ہے۔

-- اپنے ترجمہ قرآن کی باجماعت اور در حلقہ قراءت و سماعت کے لیے مختلف طبقات کے افراد کو برانگیختہ کرتے ہیں۔ خاص کر تصوف و سلوک سے وابستہ یاران سعادت مند کو یاد دلاتے ہیں کہ جس طرح وہ کتب تصوف پڑھتے ہیں اس سے زیادہ اس کتاب الٰہی کو پڑھنے کی ضرورت ہے اور اس ضمن میں متعدد کتب تصوف کا ذکر کرتے ہیں:

۱۔ مثنوی مولانا جلال الدین رومی

۲۔ گلستان شیخ سعدی

۳۔ منطق الطیر شیخ فرید الدین عطا

۴۔ فصوص فارابی

۵۔ نفحات مولانا عبدالرحمٰن (جامی)

اصح تفاسیر محدثین:

ماثور (متعلق بہ نقل) روایات کے ماٰخذ عام حضرت شاہؒ نے محدثین کی صحیح ترین تفاسیر کو بتایا ہے کہ ان سے اس کتاب میں مدد لی ہے اور ان میں سے تین محدثین کے نام بھی لیے ہیں:

۱۔ تفسیر بخاری ۲۔ ترمذی ۳۔ حاکم

-- کتاب وجیز اور جلالین سے اپنے ترجمہ کے موازنہ کا مختصر حوالہ دیتے ہوئے فتح الرحمٰن کے امتیازات گنائے ہیں۔

-- رسالہ قواعد ترجمہ کا اسی ذیل میں ذکر کیا ہے کہ اس ترجمہ کے مسائل کا اس میں ذکر کیا ہے۔

ج-ھ

-- آخر میں روایت حفصؒ کے مطابق قرآن مجید کی اپنی قراءت کامل کے لیے عربی میں سند دی ہے جس میں متعدد اکابر کے اسماء اور ان میں سے بعض کی کتابوں کے عناوین بھی مذکور ہیں۔

حواشی فتح الرحمٰن کے ماٰخذ

ترجمہ تو حضرت شاہؒ نے ہر آیت کریمہ کے ہر لفظ وکلمہ کے تحت فارسی میں لکھا تھا اور اسی طرح چھپوایا بھی تھا اور اسی کی وصیت وتاکید اپنے مقدمہ فتح الرحمٰن میں کاتبوں کو کی تھی لیکن جدید کاروں نے خاص کر مجمع الملک فہد کے ذمہ داروں نے قرآن مجید کے متن کو ایک کالم میں اور اسی صفحہ پر ترجمہ فارسی کو اس کے متوازی دوسرے کالم میں چھاپا ہے یا ایک صفحہ پر متن کر دیا ہے اور دوسرے صفحے پر فارسی ترجمہ اور حواشی اس کے نیچے دیے ہیں۔ جبکہ طباعات شاہ و برصغیر میں حواشی بیچ بیچ ہر صفحہ کے حاشیہ پر ہیں۔ ان میں آیاتِ کریمہ کے عدد کے ساتھ ان کو متعلق کیا گیا ہے۔ اس طریقہ کار کے مطابق

حواشی کے ماخذ حسب ذیل ہیں:

حدیث کے عام حوالے

سورہ بقرہ :۱۷۳: درحدیث سباع وحمار و مانندرانیز حرام شمردہ است

سورہ نساء: ۲۵: باندی کی سزائے زنا: پچاس تازیانہ: این معنی درحدیث مبین شدہ

سورہ نساء: ۳۱: معنی گناہ کبیرہ درسنت صحیحہ

سورہ نور : ۵۵: قاتلان حضرت عثمان کو مصداق بتایا: تفسیر ایں آیت در حدیث آمدہ: ان الخلافة بعدی ثلاثون سنة......

کتب حدیث کے خاص ماخذ: حضرت شاہؒ نے اپنے مقدمہ فتح الرحمٰن میں صراحت کردی ہے کہ اپنی تمام روایات منقولہ بالعموم صحیحین اور کتب سنن وغیرہ سے لی ہیں لیکن ان کے خاص حوالے بہت کم اپنے حواشی میں دیے ہیں۔ البتہ بعض حواشی میں وہ صراحت کے ساتھ مذکور ہیں جیسے

-- سورہ قلم :۴۳: خاشعة ابصارهم ترهقهم ذلة ط وقد كانوا يدعون الى السجود وهم سلمون کے حاشیے میں لکھا ہے کہ صحیحین میں ہے اور لفظ حدیث بخاری سے ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے الخ۔

مسالک فقہاء

۱۔ سورہ بقرہ: ۱۸۴: روزہ کا فدیہ دینے کے مسئلے میں قاسم وسعید بن جبیر کی روایت اور مذہب شافعی کا حوالہ ہے۔

-- سورہ مائدہ: ۳ : بھوک میں مردار کھانے کے مسئلہ پر فتاویٰ ابوحنیفہ، مالک وشافعی

-- " : ۵ : محصنٰت کے معنی: امام ابوحنیفہ کے نزدیک پارسا، امام شافعی کے نزدیک آزاد عورتیں

-- " : ۶ : اولٰمستم کے معنی نزدیکِ امام شافعی عورتوں کو چھونے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔ دوسروں اور حضرت شاہؒ کے نزدیک اس کے معنی جماع کے ہیں۔

-- " : ۹۵ : بری شکار محرم کی جزا: شافعی و ابوحنیفہ کا مسلک: بخلقت و ہیئت / بہ قیمتِ صید

-- " : ۱۰۸ : تاویل آیت بمذہب شافعی / وبمذہب ابی حنیفہ

-- سورہ نور: ۳ : زانی کا نکاح زانیہ یا مشرکہ سے ہی ہو: مذہب احمد، امام ابوحنیفہ وشافعی کی تاویلِ آیت کہ زنا حرام ہے۔

جمہور کے حوالے

بالعموم منسوخ و ناسخ آیات کے باب میں جمہور کا نقطۂ نظر بیان کیا ہے جیسے سورہ بقرہ-۲۴۰ جمہور کے نزدیک آیت کریمہ: اربعة اشہر و عشرا سے منسوخ ہے۔

-- عامہ مفسرین پر نقد کیا ہے سورہ مائدہ: ۲ کے حوالے سے کہ ان کے خیال نسخ صحیح نہیں

-- بسیاری از مفسرین- سورہ انعام: ۲۰: الذین اتینھم الکتب یعرفونه کے معنی۔

-- اکثر مفسرین- سورہ نمل: ۴۳: "وصدھا ما کانت تعبد" میں ما مصدریہ یا موصولہ۔

-- بعض مفسران- سورہ عنکبوت: ۴۹: "الذین اوتوا العلم" سے مراد تنہا ذات حضرت پیغامبرست صلی اللہ علیہ وسلم

کتب سماویہ

حضرت شاہؒ نے اسلامی عقائد وقوانینِ شریعت کے لیے بعض کتب سماویہ کے حوالے بھی دیے ہیں جو عام و خاص دونوں ہیں: عام حوالے "کتابہای سابقہ" کے

مختلف مقامات پر ہیں جیسے سورہ انعام: ۱۰۵؛ کتب الٰہیہ: سورہ انعام: ۱۴۳؛ سورہ اعراف: ۱۷۵: کتب الٰہی: حضرت موسیٰ کے بلعم باعور وغیرہ نے پڑھی تھیں: طہٰ: ۱۳۳: قصص قرآن وغیر آن موافق کتب سابقہ" وغیرہ۔

تورات:

سورہ نساء: ۱۶۱: نزول ووفات/رفع عیسیٰ علیہ السلام اور ربا وغیرہ کے بارے میں۔

کتب سیرت وتاریخ

-- سیرت ابن اسحاق: سورہ انعام: ۱۱۴: ہجرت کے بعد یہود نے عناد وانکار کی روش اختیار کی۔

فتح الرحمٰن کے غیر مذکور مآخذ

حسب دستور حضرت شاہؒ نے جدید طریق تحقیق کے برخلاف فتح الرحمٰن کے حواشی میں ہر ایک حاشیہ میں مذکور واقعہ، حدیث وغیرہ کے مآخذ کا ذکر نہیں کیا ہے۔ ایسے غیر مذکور مآخذِ فتح الرحمٰن کی تعداد سیکڑوں سے متجاوز ہے۔ حضرت شاہؒ نے بلاشبہ تین محدثین کرام۔ بخاری، ترمذی اور حاکم۔ جن کے نام مقدمہ فتح الرحمٰن میں گنائے، کے علاوہ بہت سے دوسرے محدثین سے بھی روایات واحادیث وتفاسیر لی ہیں۔ حضرت شاہؒ نے مفسرین کے عمومی حوالے کئی مقامات پر دیے ہیں لیکن ان میں سے کسی کی تعیین نہیں کی۔ بلاشبہ انھوں نے معتبر ومشہور مفسرین کی متداول کتابوں سے بھی بھرپور استفادہ کیا ہے۔ انھوں نے معتبر روایات کے ساتھ بعض کمزور روایات بلکہ اسرائیلیات بھی قبول کرلی ہیں جیسے حضرت داؤد علیہ السلام سے متعلق آیات کریمہ کی تفسیر میں کیا ہے۔ سعودی طباعت کے ایک نسخہ میں اس کے مصححین نے ان پر نقد بھی کیا ہے۔

-- حواشی فتح الرحمٰن میں حدیث کے عام حوالے کہ "حدیث میں ہے" بھی

چند ہیں اور ہماری تحقیق کے مطابق وہ صرف چار ہیں۔

-- کتبِ حدیث میں صحیحین اور لفظ بخاری کی تصریح صرف ایک مقام۔ سورہ قلم: ۴۳:۳ میں کی ہے۔ جو بہت ضروری نہ تھی۔

-- اس سے زیادہ واقعات جیسے فک، نکاح زینب، غزوات بدر واحد، فتح مکہ وغیرہ کے بارے میں کوئی متعین یا عام مآخذ کا ذکر نہیں فرمایا حالانکہ ان میں سے بعض بعض کے حواشی کافی مفصل ہیں۔

-- سیرت وتاریخ میں صرف ایک جگہ سیرت ابن اسحاق کا ذکر کیا ہے: سورہ انعام: ۱۱۴۔ لیکن یہ اپنی جگہ طے ہے کہ حضرت شاہؒ نے ان کی سیرت سے بالخصوص اور دوسری کتب سیرت سے بہت استفادہ کیا تھا۔

-- کتب سماویہ کے بعض عام حوالے ملتے ہیں اور خاص حوالوں / ماخذوں میں تورات کا ایک آدھ جگہ ذکر کیا ہے۔

-- جمہور/ مفسرین کے عام حوالے بھی پانچ چھ سے زیادہ نہیں حالانکہ ان کی تفاسیر سے ان کے حواشی آراستہ ہیں۔

-- فقہی مسالک میں بھی سات آٹھ مقامات پر فقہاء اور ائمہ بالخصوص امام ابوحنیفہ وامام شافعی کا قول و مذہب نقل کیا ہے۔ وہ بھی صرف سورہ بقرہ، سورہ مائدہ اور بعد میں ایک جگہ سورہ نور میں ملتا ہے۔

-- حضرت شاہؒ نے اپنے حواشی کو مختصر و جامع رکھنے کی بنا پر تفصیل سے احتراز کیا ہے اور مآخذ کے ذکر سے اسے بوجھل بھی نہیں کیا ہے تاہم وہ اختصار و جامعیت کے امام ہونے کے سبب اپنے مآخذ۔ عام وخاص۔ میں معتد بہ اضافہ فرما سکتے تھے۔

رسالہ مقدمہ فی قوانین الترجمہ کے مآخذ

اس رسالہ میں حضرت شاہؒ نے قرآن مجید کی بعض آیات کریمہ کو بطور استشہاد و استدلال نقل کیا ہے۔ ایک حدیث: فرب مبلغ اوعیٰ لہ من سامع کے "فحوائے

حدیث'' سے استدلال کیا ہے جس کو ماخذ عمومی کہا جاسکتا ہے۔ باقی پورے رسالہ میں کوئی ماخذ مذکور نہیں ہے۔

(رسالہ برہان، دہلی، اکتوبر۔نومبر ۱۹۴۵ء، ۲۳۲-۳۰۰، متن معہ اردو ترجمہ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی: عنوان ہے: ''حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور مقدمہ ترجمۃ القرآن''۔ ظاہر ہے کہ رسالہ کا صحیح عنوان نہیں لکھا گیا ہے)

فتح الخبیر کے مآخذ

مطبع نول کشور لکھنؤ، ۱۳۱۴ھ سے شائع کردہ رسالہ فتح الخبیر صرف ۳۴ صفحات پر مشتمل ہے لیکن اس کی تقطیع خاصی بڑی ہے۔ اس کی تمہید میں حضرت شاہؒ نے یہ وضاحت کر دی ہے کہ یہ غریب القرآن کی شرح سے متعلق ہے اور اس امت کے حبر (عالم) حضرت عبداللہ عباسؓ کے آثار میں سے ہے۔ اور ان سے بطریق ابن ابی طلحہ مروی ہے۔ اس کی تکمیل امام ضحاک کے طریقے سے کی ہے جیسا کہ ہمارے مشائخ کے شیخ امام جلیل جلال الدین السیوطی نے اپنی کتاب الاتقان میں کیا ہے۔ ان دونوں طریقوں میں بعض غرائب (قرآن) کی تفسیر نہیں کی ہے لہٰذا میں نے ان کی تکمیل مسائل نافع بن الازرق کے طریق سے کی ہے اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس باب میں جو کچھ بیان کیا ہے اس سے بھی کی ہے۔ اسی کے ساتھ اسباب النزول کے باب میں مفسر کو جن تشریحات کی ضرورت پڑتی ہے ان کو محدثین کرام کی صحیح ترین تفاسیر سے پیش کیا ہے۔ میری مراد تفسیر بخاری، ترمذی اور حاکم سے ہے اور میں نے اس مفید رسالہ کا عنوان رکھا ہے: فتح الخبیر بما لا بد من حفظه فی علم التفسیر۔ حضرت شاہؒ نے اس کے بعد سورۂ فاتحہ سے آخری سورت قرآن تک مختلف کلمات وتعبیرات کی تفسیر و تشریح کی ہے۔ ان میں حدیث کے عمومی حوالے بھی ہیں اور خاص متعین مآخذ کے حوالے بالکل نہیں ہیں۔ عمومی احادیث آیات وفقرات قرآنی کی تشریح میں بکثرت نقل کی گئی ہیں اور ان میں سے بیشتر میں حوالہ یا ذکر ماخذ نہیں ہے۔

حدیث کے عمومی مآخذ: حضرت شاہؒ بالعموم حدیث / احادیث میں اس کی تشریح یہ ملتی ہے'' جیسے صیغے لکھتے ہیں۔

سورۂ بقرہ: یستفتحون علی الذین کفروا یہودِ خیبر کے غطفان سے قتال میں دعاء کا ذکر بحوالہ حدیث۔

سورۂ بقرہ:...... شطرہ بیت المقدس کو قبلہ بنا کر نماز پڑھنے کی روایت بلا حوالہ

سورۂ براءۃ: شروع میں بسملہ نہ لکھنے کے سبب میں حضرت عثمانؓ کا بیان وواقعہ

" :استغفار حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال سے ایک شخص مسلم کا اپنے مشرک والدین کے لیے استغفار کا واقعہ

" :علی الثلثۃ الذین خلفوا کی تشریح میں ''کعب بن مالکؓ وصاحبیہ'' کی تشریحات شاہؒ۔

سورۂ یونس: لھم البشریٰ میں فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اس سے مراد الرویا الصالحہ ہیں جن کو مسلمان دیکھتا ہے۔

اقوال صحابہ ومفسرین

حضرت شاہؒ نے بعض مقامات پر حضرت ابن عباسؓ کا قول بتا کر کسی آیت کی تشریح کی ہے۔ بعض بعض آیات میں حضرت علیؓ یا حضرت عائشہؓ کا قول نقل کیا ہے جیسے سورہ حدید میں ہے، سورہ حشر میں حضرت ابن عباس اور عائشہ کے قول ہیں۔ اختلاف فکر وخیال کی صورت میں وہ بھی کبھی دو یا زیادہ صحابہ کرام کے معارض اقوال کا بھی حوالے دیتے ہیں جیسے سورۂ نجم کی ایک آیت کی تشریح میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس کا خیال تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا جبکہ حضرت عائشہ کا خیال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا تھا اور ان کی اصلی صورت میں ان کو دو بار دیکھا۔ ایسے بعض اقوال اور بھی سورتوں کی آیات کے حوالے سے مل سکتے ہیں اور مل جاتے ہیں۔

تاویل الاحادیث کے مآخذ

تاویل الاحادیث کی تالیف وتصنیف کا منہج واسلوب حضرت شاہؒ کی کتب حجۃ سے بہت متاثر ہے۔ اس میں عالم ملکوت کے اسرار وحکم، قوت ملکیہ وقوت بہیمیہ کی کار پردازیاں، عالم غیب وشہادت کے باہمی تفاعل اور متعدد دوسری فلسفیانہ موشگافیوں اور حضرت شاہؒ کے تصوف وحکمت کے معانی ومفاہیم کی جھلکیاں بہت زیادہ ہیں۔ حضرت شاہؒ نے انبیائے کرام کے قصوں، واقعات اور کارناموں کو احادیث کا نام دیا ہے اور وہ پوری ترکیب قرآنی ہے جس کا خاص الخاص ذکر حضرت یوسف علیہ السلام کے وہبی علم وحکمت کے حوالے سے کیا گیا ہے۔ اس پر الخیر الکثیر کا اسلوب بھی غالب ہے۔ حضرت شاہؒ نے تاویل الاحادیث میں قرآنی آیات اور احادیث نبوی سے خوب استدلال کیا ہے اور وہی ان کے بنیادی مآخذ ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے وہبی علوم وحکم جو القاء والہام اور فیضانِ الٰہی سے ان کو ملے تھے سب سے زیادہ ماخذی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس اہم کتاب میں فلسفیانہ تصوف کے عناصر کے غلبہ کی وجہ سے مآخذ برائے نام ہیں اور ایک آدھ کے سوا باقی سب عمومی انداز کے ہیں:

احادیث کے عمومی مآخذ: مختلف انبیاء کرام کے واقعات واحادیث کے ضمن میں حضرت شاہؒ نے کسی حدیث کا عام حوالہ دیا ہے جیسے سورۂ یوسف میں مذکور قید یوسف علیہ السلام کے ضمن میں اس حدیث کا حوالہ ہے کہ میں خود اتنی مدت تک صبر نہ کرسکتا تھا۔ حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کے واقعہ کے پس منظر میں حدیث نبوی کا ذکر ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قل زدنی علماً ......رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بالخصوص امتِ محمدیہ کے واقعات کے حوالے سے اس حدیث کا ذکر کیا ہے جس میں بارہ خلفاء کے ہونے کی پیشگوئی ہے۔

(مطبع احمدی دہلی، متن مع اردو ترجمہ غیر مورخہ، ۳۸، ۴۲، ۴۵، ۶۹، ۷۰-)

تورات کا ایک حوالہ تاویل احادیث شمویل وداؤد لخ علیہم السلام کے باب

میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی کہ یہود دو بار سرکشی کریں گے (۴۵)

صحابی حضرت ابن مسعودؓ کے ایک قول کا حوالہ لغتِ عرب پر قرآن مجید کے نزول کی بحث میں دیا ہے (۸۱-۸۲)

امام ابن الماجشون کو امام ہدیٰ قرار دے کر سورہ دخان کی تفسیر میں دیا ہے کہ: یوم تاتی السماء بدخان مبین سے کیا مراد ہے (۸۲)۔ تاویل الاحادیث جیسی اہم تصنیف میں اسی طرح کے چند اور عمومی حوالے اور مآخذ ہیں۔

کتب حدیث وفقہ کے مآخذ

حضرت شاہؒ نے امام مالکؒ کی موطا کو حدیث وفقہ دونوں کا جامع اور دونوں علوم کی اولین کتاب قرار دیا ہے جبکہ بہت سے علماء اور ماہرین فن اس کو صرف کسی ایک علم وفن کی کتاب مانتے ہیں۔ موطا امام مالکؒ حضرت شاہؒ کے نزدیک عہد ساز ہی نہیں بلکہ علومِ شریعت کی بنیادی کتاب ہے۔ بعد کی تمام کتبِ حدیث وفقہ اس پر مبنی ہیں یا اس سے مستفاد۔ وہ اپنی مقبولیت اور مرجعت کے لحاظ سے بھی اہم ترین کتاب ہے کہ تمام اسلامی ممالک کے علماء وفقہاء اور محدثین نے اس کی سماعت وقراءت حضرت مولف امام سے کی تھی (بحث کے لیے شاہ ولی اللہ کی خدمات حدیث کے مختلف مباحث)

رواۃ موطا

محدثین اور اہل علم پر یہ حقیقت مخفی نہیں کہ موطا امام مالکؒ کے بہت سے رواۃ / راوی تھے اور ان کی تصانیف موطا الگ الگ تھیں۔ بعض اہل علم نے ان مختلف روایات موطا کی تعداد سولہ بیان کی ہے جس سے غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز اور ان کے پیشرو بزرگوں نے سولہ روایاتِ موطا کا ذکر ان کے مخطوطوں کے حوالے سے کیا ہے یعنی ان کے علم میں موطات کے اتنے ہی نسخے / نسخ یا روایات معلوم ہیں یا دستیاب، ورنہ ان کی تعداد سیکڑوں تک جاتی ہے کہ حضرت امام مالکؒ کے تلامذہ اور ان کی موطا کے سماعت وقراءت کرنے والے اور ان کی روایات

مرتب کرنے والے ہزار سے اوپر تھے۔

(بحث کے لیے شاہ ولی اللہ کی خدمات حدیث، ۸۷-۱۰۹ و ما بعد؛ نیز فواد سزگین کی متعلقہ بحث)

اپنی شروحِ موطا مسویٰ اور مصفیٰ میں حضرت شاہؒ نے مالکی مذہب کے امام و نمائندے اور ترجمانِ اصلی حضرت امام یحییٰ بن یحییٰ مصمودی (م ۲۰۴ھ/ ۸۱۹ء) کے نسخۂ مصمودی کو اصل متن بنایا اور اس میں ذرا کمی بیشی نہیں کی چنانچہ مطبوعہ مسویٰ/ مصفیٰ میں متنِ موطا اسی روایت و نسخۂ مصمودی پر مبنی ہے اور اس پر بہت مفصل بحث کی جا چکی ہے۔ حضرت شاہؒ نے تفہیمات کی وصایا میں موطا بروایت یحییٰ بن یحییٰ مصمودی کو اصل علمِ حدیث قرار دیا ہے کہ اس کے پڑھنے والے فیض پاتے ہیں (۲/ ۲۹۵)۔ بایں ہمہ حضرت شاہؒ دوسرے رواۃِ موطا کی ان احادیث کا ذکر مختلف مقامات پر کرتے ہیں جو نسخۂ مصمودی میں موجود نہیں ہیں۔

(مذکورہ بالا: اس وصیت/تفہیم میں حضرت شاہؒ نے مختلف کتب علوم اسلامی کی تدریس و تعلیم کا ذکر کیا ہے: ۲/ ۲۹۵ و ما بعد)

اس حوالۂ تخریج میں حضرت شاہؒ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ بالعموم رواۃِ موطا کا عمومی حوالہ دے کر حدیث بیان کرتے ہیں اور اس کے لیے ''رواۃِ موطا، اکثر رواۃ موطا، بعض رواۃ موطا'' وغیرہ کی تعبیرات اختیار کرتے ہیں اور یہ بہر حال خالص عمومی حوالہ ہے۔ کبھی کبھی وہ کسی دیگر نسخۂ موطا کی تعیین اس کے مؤلف و مدون کے نام سے بھی کر دیتے ہیں لیکن یہ بہت کم مواقع پر ملتا ہے۔ بہر حال ان دونوں خصوصی رواۃ موطا یا متعین نسخِ موطا سے یہ بات بلکہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ نسخۂ مصمودی حضرت امام مالک کی تمام احادیث کا جامع نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ بعد کے کامل ترین نسخہ پر مبنی ہو لیکن وہ اختلافِ متون کو اجاگر کرتا ہے۔

''اکثر رواۃ موطا'' کی روایات و احادیث مختلف موضوعات و مضامین سے متعلق نظر آتی ہیں۔ ان کا ایک مختصر اور کامل تجزیہ پہلے کیا جا چکا ہے مگر یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان اکثر راویانِ موطا کی مختلف و زائد روایات و احادیث سے اول تو دوسرا متن/

حدیث سامنے آتی ہے جو نسخۂ مصمودی میں نہیں ہے۔ دوم وہ نسخۂ مصمودی کی غلطی و وہم کی اصلاح کرتی ہے، سوم وہ متون کے بعض مختلف الفاظ و تعبیرات کو سامنے لاتی ہے۔ چہارم وہ مصمودی کی روایت کا نقص بتاتی ہے۔ ایسی ہی بعض اور تخریجات اور مآخذ سے متعلق اہم اور مفید معلومات ان سے ملتی ہیں۔ ان کے چند نمونے درج ذیل ہیں:

(شاہ ولی اللہ کی خدمات حدیث کے اولین مباحث)

(۱) اکثر رواۃ موطا کا اضافۂ حدیثِ موطا:

۱/ ۵۸-۵۹: راوی حُمیدہ کو تصغیر کے ساتھ صحیح بتایا ہے؛

۱/ ۹۹ : رواۃ موطا کے ''جمع کثیر'' نے حدیث انما الاعمال بالنیات نقل کی ہے۔ ان میں محمد بن الحسن، قتیبہ اور قعنبی شامل ہیں۔

(۲) برائے نقد مصمودی:

۱/ ۴۲ : عبداللہ بن زید کو جد بتانے کی روایت مندرجہ ذیل؛

۱/ ۵۸ : راوی کا نام حَمیدہ غلط بتایا ہے، ایک اور وہم مصمودی کا ذکر ہے؛

۱/ ۹۲ : حضرت محمود بن ربیع انصاری کی جگہ محمود بن لبید کو راوی بنا دیا؛

۱/ ۱۲۳ : ابوالعاص کے والد ربیعہ کا صحیح نام ربیع ہے؛

۱/ ۱۶۹ : اصل متن میں ابوبکر بن عمرو ہے لیکن صحیح ابوبکر بن عمر ہے؟؛

۱/ ۲۵۴ : اخت عقیل کو امراۃ عقیل بنا دیا؛

(۳) برائے تصحیح مصمودی و اکثر رواۃ

۱/ ۹۲ : اکثر رواۃ موطا نے عبداللہ بن زید مازنی کا ''جد'' بتانے میں غلطی/ تحریف کی ہے؛

۱/ ۱۰۲ : رفع یدین میں حدیث مصمودی میں ''واذا رکع'' کا فقرہ ساقط ہے مگر اکثر رواۃ موطا میں ثابت ہے۔

متعین رواۃ / نسخ موطا

اکثر رواۃ موطا کے ساتھ ساتھ اور کبھی کبھی الگ سے کسی خاص روایت و نسخہ موطا کا ذکر بھی کیا ہے۔ ان میں حضرت شاہؒ امام محمد بن حسن شیبانی کے نسخہ موطا کا ذکر زیادہ کرتے ہیں اور کبھی صرف ان کے نام ہی کا ذکر کرتے ہیں یعنی ''قال محمد بن الحسن''۔ بعض مقامات پر موطا محمد بن الحسن کا واضح یا مضمر ذکر بھی ملتا ہے۔ بالعموم یہ مصمودی پر اضافہ و نقد کے لیے ہوتا ہے۔ دوسرے رواۃ موطا میں کبھی صرف ایک نسخہ/ راوی کا ذکر کرتے ہیں اور کبھی ایک یا دو سے زیادہ کے اور ان کا مجموعہ کا ذکر اضافہ روایت کے لیے ہی ہوتا ہے جیسا کہ حدیثِ نبوی: ''انما الاعمال بالنیات'' کے ضمن میں انھوں نے اکثر میں سے تین رواۃ کا متعین ذکر کیا ہے۔

موطا امام محمد

۱/۱۰۹ : چار رکعات نمازوں کے دوسرے ''شفع'' میں فاتحہ کے بعد سورہ پڑھنا بھی حسن ہے؛ نقد بر فتاویٰ عالمگیریہ؛

۱/۱۱۶ : تشہد میں کلمہ تہلیل پر انگلی/ مسبحہ سے اشارہ کرنا؛ ایسے حوالے متعدد مقامات پر بالخصوص اختلاف میں آتے ہیں۔

مصفیٰ میں قرآنی آیات

حضرت شاہؒ نے عربی شرحِ موطا المسویٰ اور فارسی شرحِ موطا مصفیٰ میں ہر کتاب فقہ و حدیث کے ہر باب میں قریب قریب آیات کریمہ نقل کی ہیں بلکہ ان ہی آیات الٰہی سے اپنی شرح و تعبیر کا آغاز کیا ہے۔ مصفیٰ میں ان آیات کریمہ کا فارسی ترجمہ دیا ہے جو فتح الرحمٰن سے خاصا مختلف بھی ملتا ہے اور خاکسار راقم نے ان کو باب بہ باب جمع کرکے ان کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے اور جو حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے دوسرے ترجمہ قرآن کریم کے عنوان سے چھپے گا۔ ان آیاتِ کریمہ کا ایک مختصر تجزیہ بلکہ جائزہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے کہ

قرآن مجید کے اولین ماخذ ہونے کا ثبوت پیش کیا جا سکے۔ اس ضمن میں سب سے اہم اور دلچسپ بات یہ ہے کہ حضرت شاہؒ کے نسخۂ مصمودی کے موطا کے اولین باب/ کتاب الصلوٰۃ کے آغاز میں کوئی آیت کریمہ قرآنی ثبت نہیں ہے اور نہ ہی اس سے قبل کوئی تمہید و مقدمہ ہے جس میں حمد و صلوٰۃ کا ذکر ہو۔ یہ اصلاً کتابوں کے آغاز کا ایک ناگزیر اور لازمی حصہ ہوتا ہے بلکہ اسے اسلامی روایتِ آغاز بھی کہا جا سکتا ہے۔ تمہید/ حمد و صلوٰۃ وغیرہ کے فقدان کی وجہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت شاہؒ کے زیر استعمال نسخۂ مصمودی ناقص الاول تھا۔ اسی طرح کتاب الصلوٰۃ سے متعلق صرف ایک حدیث بیان کر کے کتاب الوضوء/ الطہارۃ کا ذکر ہے اور ان کے آغاز میں آیات کریمہ نہیں ہیں۔ یہ بھی ترتیب نسخہ مصمودی کے نقص کی علامت ہے۔ اس پر مفصل بحث شاہ ولی اللہ کی خدمات حدیث میں آچکی ہے۔

بہر حال باب الصلوٰۃ الوسطیٰ کے ساتھ آیاتِ کریمہ کا سلسلہ کا آغاز ہوتا ہے اور اس میں متعلقہ آیت کریمہ:

حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطیٰ و قوموا اللہ قنیتن منقول ہے اور اس کا ترجمہ بھی ہے: ۱/ ۸۰۔ اس کے بعد آیات کریمہ کا ذکر مسلسل ملتا ہے۔ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

باب فضل صلوٰۃ الفجر الخ--قال اللہ تعالیٰ:

و سبح بحمد ربك بالعشی والابکار

باب وجوب استقبال القبلۃ/ الکعبۃ فی الصلوٰۃ:

قد نریٰ تقلب وجھك فی السماء الخ

باب سترالعورۃ فی الصلوٰۃ:

یٰبنی ادم خذوا زینتکم عند کل مسجد

باب تجب النیۃ فی ابتداء الصلوٰۃ:

وما امروا الالیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین

اس ضمن میں ایک نکتہ پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ ہر بابِ کتاب کے آغاز میں

آیات کریمہ سے استدلال نہیں کیا گیا ہے۔ دوسرے ہر کتاب جیسے کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصیام، کتاب الحج وغیرہ کے آغاز میں بالعموم آیات متعلقہ کا ذکر ضرور کیا گیا ہے۔

مفسرین کرام

قرآنیات وحدیثیات اور فقہیات تینوں بنیادی علوم دین وشریعت کا آپس میں لازم وملزوم کا رشتہ ہے۔ قرآن مجید اور اس کے علوم بالخصوص تفسیر اپنے خاص علوم میں تو بنیادی ماخذ ہیں ہی، وہ حدیث وفقہ میں بھی اولین درجہ ماخذ رکھتے ہیں۔ حضرت شاہؒ قرآن مجید کی آیاتِ کریمہ، ان کی تفسیر وتاویل میں اقوالِ مفسرین اور ان کی کتابوں کا بہت ذکر فرماتے ہیں۔ اس میں ان کے دو خاص طریقے نظر آتے ہیں: ایک عام مفسرین کے حوالے سے کسی آیت کریمہ کے معنی وشرح بتاتے ہیں۔ اسی کا ایک خاص ذیلی طریقہ یہ ہے کہ وہ کسی نہ کسی ایک یا دو مفسرین کے اسماء گرامی بیان کر کے ان کی تشریحات نقل کرتے ہیں۔ دوسرے وہ کتبِ تفسیر کا ذکر واضح انداز سے کرتے ہیں۔ بالعموم یہ تیسرے طریقے میں آتا ہے مگر وہ شاید سب سے کم تناسب رکھتا ہے۔ بہرحال متعین مفسرین اور بالخصوص صاحبِ تالیف مفسرین کے اقوال وآراء وہ ان کے نام سے بیان کرتے ہیں تو ان کی مراد ان کی کتاب سے ہوتی ہے۔ یہ حضرت شاہؒ اور دوسرے قرونِ وسطیٰ کے تمام علماء اور مفسرین کا مقبول عام طریقہ ہے اور جدید دور میں بھی اس کو مقبولیت ومرجعیت حاصل ہے۔ طبری، واحدی، ابن کثیر وغیرہ کا قول ورائے ہی آج بھی متداول ہے۔

امام واحدی کے قول واطلاق کا ذکر مثلاً حضرت شاہؒ نے نماز جمعہ کے سلسلے میں وارد ایک حدیث موطا میں شرح کرتے ہوئے آیت کریمہ: ”واذا کانوا علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ “ سے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ جہاد پر محمول ہے مگر واحدی نے اس کو مطلق رکھا ہے اور ہر اطاعت کے لئے امام کی اجازت سے اس کی مشروعیت مشروط کی ہے۔ اسی بنا پر بعض علماء کا فتویٰ وخیال ہے کہ امام کی اجازت کے بغیر جمعہ، عیدین، قربانی، جہاد اور استسقاء وغیرہ کا اجتماع صحیح نہیں ہے۔ ان

کی ایک دلچسپ روایت یہ بھی ہے کہ عہدِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمعہ کے لیے استیذان (اجازت طلبی) کا طریقہ رائج تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ سے اذن واجازت مرحمت فرماتے تھے۔ حضرت شاہؒ کی عباراتِ مسویٰ ومصفیٰ میں بعض الفاظ کا فرق بھی ہے۔

(۱/۱۶۰: مسویٰ میں ہے: نحوالجمعۃ والفطر والجہاد واشباہ ذلک'' مصفیٰ میں ہے: مثل جمعہ وعیدین وجہاد واستسقاء ومثال آنہا)

مسویٰ/مصفیٰ کے مآخذ حدیث

ان دونوں شروحِ موطا امام مالک میں مآخذِ حدیث کو بلاشبہ استعمال کیا گیا ہے مگر وہ اصلاً فقہی تشریح وتعبیر پر مبنی ہیں۔ ان کی مختلف نوعیتیں ہیں: ۱۔ کسی مسئلہ پر حدیث کی کسی کتاب سے سند لائی گئی ہے اور فقہ کو حدیث سے مستند کیا گیا ہے۔ ۲۔ علماء ومحدثین کے فقہی اختلاف میں کسی ایک طبقے کے نظریہ، خیال ومسلک کی تائید کے لیے کسی کتابِ حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ۳۔ حضرت شاہؒ نے اپنی بحث وتجزیہ میں اپنے خیال کی تائید وتوثیق کے لیے حدیث نقل کی ہے اور اس کی کتاب/ ماخذ کا حوالہ دیا ہے۔ ۴۔ مجموعی بحث میں نکتہ کو مزید مدلل ومشرح کرنے کے لیے کسی ماخذِ حدیث سے حدیث نقل کی گئی ہے تاکہ مجموعی تناظر بھی سامنے آئے۔ ۵۔ مسویٰ میں کتبِ حدیث اور فقہ دونوں کے حوالے بہت آتے ہیں البتہ مصفیٰ میں وہ بہت زیادہ ہیں اور حضرت شاہؒ اسی میں ان کو لاتے ہیں کہ مسویٰ کے قارئین علماء وفقہاء تھے اور مصفیٰ میں عوام بھی خواص کے ساتھ شامل تھے۔ اصلاً مصفیٰ کامل تر شرح ہے اور مسویٰ صرف تعلیقات پر مبنی ہے۔

عنوان کتاب	صفحہ نمبر	مسئلہ وبحث فقہی کا تناظر
حدیث ابی داوٗد	۳۱	نیند سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں
حدیث مسلم وابی داوٗد		
حدیث شافعی		

ترمذی	۳۳	بیوی کے بوسہ سے وضو کا ٹوٹنا یا نہ ٹوٹنا
بخاری/ فی الجنائز	۳۸	حط لفظ بخاری میں محفوظ ہے لہذا قابلِ ترجیح
روایت موطا/ محمد بن الحسن	۳۸	حدیث میں لفظ حط ہے جبکہ مصمودی کے نسخہ میں حتک ہے
ابوداؤد	۳۸	استنجاء کے لیے تین پتھروں کا استعمال
نسائی		
بیہقی	۴۴	تصحیحاً تصحیحِ حدیث: کانوں کا مسح سر کے ساتھ
حاکم		
مسلم/ حدیث	۴۴	پیشانی پر سفر میں مسح ثابت ہے۔
نسائی	۴۵-۴۶	مسح خفین/ موزہ

روایت مصمودی میں وہم واقع ہوا ہے۔ علماء کے حوالہ سے نقدِ شاہ اور اس میں مزید کتب و مآخذ کا ذکر ہے جیسے

شافعی و مسلم/ روایت

ابن وھب

قاضی عیاض از بخاری

ترمذی	۵۱	جنبی اور حائضہ کے لیے قراءت ممنوع (وفی اسنادہ مقال وله شواهد)
روایت محمد بن الحسن	۵۱	بحالت جنابت نماز پڑھانے اور یاد آنے پر چھوڑ نے اور واپس غسل کر کے آنے کا واقعہ
حدیث متفق علیہ	۵۵	غسل کے لیے پانی کی مقدار

ترمذی ونسائی	۵۸	جنبی مرد و عورت کا ساتھ غسل کرنا۔ حدیث حضرت میمونہ
شیخین/ روایت	۵۹	کتے کا برتن جھوٹا کرنے کا مسئلہ
بخاری/ بغوی	۶۱	بچے کے پیشاب سے کپڑا پاک کرنے کی حدیث مرسل کو بخاری و بغوی نے مرفوع بنایا ہے۔
دارمی/ حدیث عمرۃ	۶۷	مسئلہ حیض/ رات میں علامات نہ دیکھنے کی ہدایت عائشہؓ
قاضی عیاض/ مشارق الانوار	۶۸	حدیث مستحاضہ میں وہم راوی (کتب فقہ میں ملاحظہ ہو)

مصفیٰ ۱/ ۶۹ کتاب الصلوٰۃ: باب نزول جبریل علیہ السلام الخ

ابوداؤد	۷۴	نماز نبوی کی مقدار گرمی و سردی میں
نسائی		
ابن عربی شیخ	؍	معنی لفظ قبس
اوزاعی/ روایت	۷۴	در حدیث نماز عصر
ابوداؤد	؍	؍
مسلم	۷۸	عصرین اور عشائین کی جمع کا مسئلہ۔ عذر سے یا بغیر عذر
بغوی	؍	؍ طریق دیگر
ابن ماجہ	؍	؍ طریق دیگر
بغوی	۸۸	فضیلت مساجد ثلاثہ کی تخصیص کہ وہ انبیاء کی مساجد ہیں۔

بغوی	۹۰	لہسن وغیرہ کھا کر مسجد آنے کی ممانعت کی تشریح
شیخین (حدیث)	۹۴	ریشمی جامہ پہن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور پھر اسے اتار دیا، حضرت ابوجہم کا خمیصہ شامیہ
بغوی	۹۶	نمازی کے سامنے سے گزرنا مکروہ
نووی	۹۸	لباس اور جوتے میں قلیل نجاست معاف بتانے والی حدیث کی تصحیح
المنہاج	۹۹	نیت کی فرضیت پر ان کے قول پر نقد شاہؒ
شیخین (حدیث)	۱۰۱	حدیث: من صلیٰ قائما فهو افضل الخ
بغوی	۱۰۲	رکوع سے قبل رفع یدین کا عمل چار مقامات پر
بغوی	۱۰۳	اذکار نماز میں اختلاف ائمہ: اختلاف مباح ہے اور ہر ایک صحیح ہے
ابوداؤد (حدیث)	۱۰۴	وجوب قراءت فاتحہ
ابوعیسیٰ ترمذی (مسویٰ)	۱۰۸	مختلف نمازوں میں قراءت کی مقدار
شیخین (حدیث)	۱۱۳	سجدہ سبعۃ اراب (ہفت استخوان) پر
ابوداؤد (حدیث ابی ہریرہ- مسویٰ)	۱۱۷	سلام پھیرنے سے قبل کی دعا مستحب ہے: دعائے تعوذ
ابو داؤد و ترمذی (حدیث عبداللہ بن مسعودؓ)	۱۱۸	سلام نماز کے صیغے: السلام علیکم ورحمۃ اللہ (مصفیٰ میں حدیث ترمذی منقول ہے۔ مسویٰ میں نہیں)

الشیخین عن ابن مسعود	۱۲۱	احکام سجدۂ سہو: چار کے بعد پانچویں رکعت پڑھ لی
ابوداؤد/ حدیث	۱۲۸	ایک گاؤں میں تین مسلمان ہوں تو نماز باجماعت پڑھیں۔ سنت مؤکدہ
منہاج (مسوّیٰ)	۱۲۹	ترک جماعت کی رخصت کسی عذر سے
شیخین (حدیث)	۱۳۱	کسی عذر سے ترک جماعت کی رخصت: بارش کی رات کی حدیث
"	۱۳۲	عشاء کی نماز سے قبل رات کے کھانے کی حدیثِ شیخین وغیرہ متعدد احادیث شیخین وموطا جیسے لہسن کھانے وغیرہ، امامت کا حقدار شخص
مسلم (حدیث)	۱۳۳	مقتدی امام کے فعل کے بعد ہی وہ حرکت کرے
شیخین (حدیث)	۱۳۵	حضرت ابو بکر کی اقتدا ترک کر کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی صحابہ نے
بغوی	۱۳۷-۱۳۸	تنہا نماز پڑھنے والا جماعت پا جائے تو ہر نماز دہرائے. جماعت کے ساتھ
شیخین (حدیث)	۱۴۴	حج کے بعد حاجی/ مہاجر مکہ میں صرف تین دن قیام کرے

بغوی	۱۴۵	مسافر کا چار دن بعد سفر کرنے کا مسئلہ نماز
مسلم (حدیث)	۱۵۰	حدیث قصر نماز میں خوف کی شرط اتفاقی ہے، صلوٰۃ الخوف بھی۔
ابوداؤد (حدیث)	۱۵۴	خطبۂ جمعہ کے بارے میں دو قسم کی روایات
المنہاج (العالمگیریہ)	۱۵۶/۱	غلام، لڑکے اور مسافر کی امامت کا مسئلہ، معذور اور بارش اور ظالم سلطان کی وجہ سے ترک جائز۔
شیخین (حدیث)	۱۵۷	ہفتہ میں ایک دن نظافت ہر مسلم پر ''حق''
ایضاً	۱۵۹	سعی برائے نماز جمعہ کی تشریح حدیث سکینت سے
صحیح مسلم	۱۶۱	نماز جمعہ کی رکعات میں مسنون سورتیں
بغوی اور حاکم	۱۶۲	ایک رکعت نماز جمعہ پالی تو جمعہ پا گیا
مسلم حدیث عائشہ	۱۶۴/۱	ظہر سے قبل چار رکعات سنت اکثر علم والوں کے نزدیک، جمعہ کے بعد دو رکعت شافعی کے نزدیک اور چار ابوحنیفہ کے نزدیک۔ یہ اختلاف مباح ہے

بیہقی	۱/۱۶۷	بہ اسناد ضعیف بارہ رکعات ضحیٰ نقل کی ہیں (مختلف احادیث کی بنا پر رکعات اور خود نماز ضحیٰ پر بحث شاہؒ)
حدیث موطا و شیخین	۱/۱۷۸	قربانی کا آخری دن ایام تشریق کا آخری دن ہے۔ شافعیہ کے نزدیک خبر حضرت علیؓ در موطا و ابن عمر: عید الاضحیٰ کے بعد صرف دو یوم تک، یہ حنفیہ کا مسلک ہے۔
سنن ابی داؤد	۱/۱۹۰	نماز استسقاء میں تحویل رداء کی حدیث/ گھریلو لباس پہنے
ترمذی (حدیث ابن عباس)	؍؍	استحباب تنکیس
ابوداؤد (حدیث)	۱/۱۹۳	سجود/ سجدہ ہائے قرآن کی تعداد از حضرت عمرو بن العاص
نسائی (حدیث)	۱/۱۹۳	سجود/ سجدہ ہائے قرآن کی تعداد (ترجیح حدیث ابوداؤد)
ابن ماجہ (حدیث)	۱/۱۹۵	حضرت عائشہ کی وفات ہوجاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل دیتے
بخاری (حدیث)	۱/۱۹۶-۱۹۷	کفن حضرت مصعب بن عمیر سے استنباط
شیخین (حدیث)	۱/۲۰۰	نماز جنازہ میں قراءت فاتحہ کا ذکر اور مخالف رائے پر تعاقب

مسلم (حدیث) ۱/۲۰۲ مکروہ اوقات نماز جنازہ وغیرہ

" " /بغوی ۱/۲۰۵ قبر پر بیٹھنا ناجائز

الانوار

خصوصی اور متعین احادیث

بہت سے امور و مسائل میں حضرت شاہؒ کسی صحابی/ صحابیہ کی حدیث کا ذکر کر کے مسئلہ کا اثبات یا کسی خیال ورائے پر نقد کرتے ہیں۔ مسویٰ و مصفیٰ میں یہ طریقہ حضرت شاہؒ عام ہے لیکن حجۃ اللہ البالغہ اور دیگر کتب بھی اس سے خالی نہیں ہیں۔ مگر ان تمام حوالوں میں وہ اپنے ماخذِ حدیث کا ذکر و حوالہ نہیں دیتے اور اس طرح محققین و قارئین کے لیے تخریج کا کام بڑھا دیتے ہیں۔ مسویٰ و مصفیٰ میں انھوں نے بہت سے مقامات پر حدیثِ حضرت عائشہؓ، حدیث ام سلمہؓ، حدیث حضرت میمونہؓ، حدیث حضرت ابن عمرؓ، حدیث ابن عباسؓ وغیرہ کا بہت کثرت سے حوالہ دیا ہے۔ ان سب کا احاطہ کرنا مشکل ہے، لہٰذا صرف مثالیں درج ذیل ہیں:

مسویٰ/ مصفیٰ میں:

حدیث حضرت عائشہؓ:

۱/۹۷ : نماز میں سامنے لیٹی رہتی تھیں؛

۱/۱۰۳ : حنفیہ کا حضرت عائشہ کی ثنا: سبحنك اللهم سے استناد (حدیث ابی سعید خدری بھی ہے)

۱/۱۸۹ : صلوٰۃ الکسوف متعدد روایات؛

۱/۱۹۶ : کفن عورت مع حدیث ابن عمروؓ

حدیث حضرت ام سلمہؓ:

۱/۹۳ : نماز میں ستر کی حدیث/ حد

حدیث حضرت ابن عباسؓ/فضل بن عباسؓ:

۹۷/۱ : عورت اور کتے کے گزرنے سے نماز قطع نہیں ہوتی۔

۱۱۲/۱ : قنوت فجر میں تامین بالجہر؛

۱۴۹/۱ : جمع بین الصلوٰتین؛ حدیث مرفوع بروایت ابن عباس۔ جمع صلوٰتین؛

حدیث حضرت علیؓ:

۱۰۳/۱ : ثنا کی دعا: انی وجهت وجهی الخ سے شافعیہ کا تمسک؛

حدیث وائل بن حجر:

۱۰۲/۱ : تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو کندھوں اور کانوں تک اٹھانا؛

حدیث عمرو:

۱۰۸/۱ : نماز طوال مفصل کی قراءت

حدیث ابن عمر:

۱۱۰/۱ : رکوع سے اٹھنے پر سمع الله لمن حمده وغیرہ؛

۱۵۶/۱ : غسلِ جمعہ کی حدیث؛

حدیث ابی ہریرہؓ:

۱۱۲/۱ : قنوت فجر میں جہر کریں

حدیث ابن مسعودؓ:

۱۱۵/۱ : تشہد ابن مسعود حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک؛

۱۲۱/۱ : احکام سجدہ سہو؛

۱۲۳/۱ : رکعات نماز میں تحری صواب؛

حدیث معاذؓ:

۱۳۱/۱ : امامت وتطویل نماز حضرت معاذؓ؛

۱۴۹/۱ : جمع بین الصلوٰتین

صرف مذکورہ بالا صحابہ وصحابیات ہی کی احادیث کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے بلکہ اور بھی متعدد صحابہ کرام کی احادیث مختلف ابواب وکتب میں مذکور ہیں۔

احادیث کے عمومی حوالے

مسوّیٰ/ مصفّیٰ اور بعض دوسری اہم کتابوں اور رسالوں میں حضرت شاہؒ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنی بحث وشرح اور فقہی وحدیثی نقطۂ نظر کے اثبات کے لیے احادیث/ حدیث کے عمومی حوالے دیتے ہیں اور مآخذ نہیں بتاتے۔ اس طریقۂ حوالہ میں حضرت شاہؒ مختلف تعبیرات اختیار کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی ایک الگ اہمیت وافادیت ہے۔ مثلاً ایک تعبیر یہ ہوتی ہے کہ حدیث/ احادیث میں یہ مسئلہ یوں بیان ہوا ہے۔ وہ حدیثِ موطا یا کسی امام کی تائید میں ہوتا ہے۔ دوسری یہ ہے کہ کسی خاص نقطۂ نظر یا فقہی موقف ورائے پر نقد کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ حدیث/ احادیث میں اس کی مختلف صورت ملتی ہے۔ تیسری صورت یہ بھی ملتی ہے کہ صحیح احادیث سے یہ مسئلہ یا معاملہ اس طرح مستفاد ہوتا ہے اور وہ بھی اثباتی اور تنقیدی ہوتا ہے۔ اس قسم کی بعض اور تعبیرات بھی مل سکتی ہیں اور ملتی ہیں جن میں صحیح حدیث/ احادیث کا صرف ذکر ہوتا ہے مآخذ کے تعین کے بغیر۔

۱۔ اثبات مسئلہ:

۹۵/۱ : احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سترہ لگانا مستحب ہے۔

۹۷/۱ : کوئی شئے گزرنے والی نماز قطع نہیں کرتی۔

۱۱۴/۱ : جلسہ استراحت اور اس کا ترک دونوں حدیث میں ہیں اور ہر دو صحیح ہیں۔

۱۳۰/۱ : جماعت میں ہر نماز کے لیے حاضرین کی تاکید بالخصوص عصر کی؛ امام کی امامت پر بحث حدیث کے حوالے سے۔

۱۳۱/۱ : امام نے خفین پر مسح کیا ہو (امامت کے مسائل مختلف احادیث و

آثار عمر وغیرہ)۔

۱/ ۱۳۶ : امامت جنبی۔

۱/ ۱۳۶ : مجہول السنّت کی امامت بحدیث صحیح ممنوع/ مکروہ۔

۱/ ۱۴۵ : قیام نبوی اور حنین/ ہوازن، ایک رکعت ملی تو تمام پالی۔

۲۔ نقدرائے کے لئے حدیث:

۱/ ۹۷ : حضرت انسؓ اور حسن بصریؒ کا خیال تھا کہ عورت خاص کر حائضہ کے گزرنے سے نمازی کی نماز قطع ہوجاتی ہے۔ احادیث سے اس پر نقد کیا۔

۳۔ مستفاد از حدیث:

۱/ ۹۷ : احادیث سے مستفاد ہے کہ عمل یسیر سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

۴۔ صیغۂ حدیث:

۱/ ۱۰۴ : تعوذ کی قراءت نماز میں۔

احادیثِ طبقات

فقہاء ومحدثین کے ایک مخصوص طریقۂ روایت اور طریق حوالہ کے مانند حضرت شاہؒ کسی متعین فرد، راوی صحابی یا امام کی بجائے کسی علاقائی طبقہ/ طبقات کی احادیث کا بھی حوالہ دیتے ہیں جو اکابر سلف سے چلا آرہا ہے۔ حضرت شاہؒ اور دیگر فقہاء ومحدثین کے ہاں بالعموم دو طبقات کی احادیث کا مجموعی حوالہ دیا جاتا ہے: ا۔ ایک اہل مدینہ کی حدیث: ''حدیث اهل المدینة ''۔ اس میں ایک اور وسیع طبقہ اہل حجاز کا بھی شامل ہے: ''حدیث اهل الحجاز ''، دوسرا ''حدیث اهل الکوفة '': حدیثِ کوفیین کا ہے۔ یہ دونوں بنیادی طبقات اہل حدیث وفقہ شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ بعض دوسرے دیار وامصار کے طبقاتِ حدیث کا بھی ذکر ملتا ہے جیسے ''حدیث اهل البصرة '': حدیث بصریین ''حدیث اهل مصر '': حدیث مصریین وغیرہ۔

اہل الکوفہ کی حدیث یا حدیث کوفیین سے بیشتر مقامات یا بنیادی طور سے حضرت ابن مسعودؓ کی احادیث مراد ہوتی ہیں جیسا کہ حضرت شاہؒ نے نماز کی رکعات کی تعداد میں شک ہو جانے کی صورت میں مصفیٰ میں حدیثِ کوفیین کے مطابق صواب (صحیح) رکعت کی تحری (صحیح اندازہ) کرنے کا مسئلہ بیان کیا ہے اور مسویٰ میں اس کی وضاحت حدیث ابن مسعودؓ سے کی ہے۔ (۱/۱۲۳)

حضرت شاہؒ نے عیدین کی نمازوں کی تکبیرات کی تعداد کی احادیثِ اہلِ کوفہ، اہل مدینہ، اور اہلِ حرمین کے حوالے سے بیان کی ہیں اور یہ بھی اصول بیان کیا ہے کہ اہلِ حرمین کی اتباع کا زیادہ حق ہے اور ان ہی سے سلف صالح نے استنباط کیا ہے (۱/۱۷۸)۔

مسویٰ/مصفیٰ کے مآخذِ فقہ

مسویٰ میں بالخصوص اور مصفیٰ میں بالعموم حضرت شاہؒ نے مذاہبِ اربعہ اور ان میں بھی خاص فقہ حنفی اور فقہ شافعی کے بانی اماموں۔امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین اور امام شافعی اور ان کے ممتاز تلامذہ۔ کے اقوال کا ذکر بلا حوالہٗ کتب بھی کیا ہے۔ ایسے مباحث فقہی کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان سب کا احاطہ کرنا ممکن نہیں اور بیشتر کا تجزیہ کرنا بھی مشکل کام ہے کیونکہ ان کے جمع و تدوین اور بحث و تجزیہ میں تو کئی دفاتر تحقیق تیار ہو جائیں گے اور وہ پہلے ہی سے کتب فقہ میں موجود بھی ہیں۔ البتہ یہ واضح ہے کہ حضرت شاہؒ نے ان اقوالِ ائمہ و فقہاء کو کسی نہ کسی کتاب بلکہ متعدد مآخذ سے ہی اخذ کیا تھا۔

اقوال و فتاویٰ فقہاء کے بالمقابل حضرت شاہؒ نے بعض مستند کتبِ فقہ و حدیث کا ذکر ان کے مسالک کی تشریح و تائید میں نقل کیا ہے۔ ان کو مذکورہ مآخذِ مصفیٰ/مسویٰ کی حیثیت سے جمع کیا جا سکتا ہے اور اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔ شرح و بسط اور تجرید و تحلیل کے ساتھ ان تمام کتبِ فقہ اور مآخذِ مسویٰ و مصفیٰ کا جمع کرنا خاصا طولِ بحث کا موجب ہے۔ اس لیے اختصار کی خاطر یہ طریقہ اختیار کیا جا رہا ہے کہ ہر کتاب و ماخذ کا

ذکر مختلف صفحات اور مباحث کے لحاظ سے کیا جائے۔ ان کو تین خانوں میں تقسیم کیا جارہا ہے: ا۔ نام وعنوانِ ماخذ ۲۔ صفحہ وورق ماخذ ۳۔ بحث فقہی کا مختصر حوالہ۔

اس طریقے کے مطابق بھی تمام مآخذ فقہ کا ایک ''طومار'' جمع ہوجائے گا لہٰذا صرف چند ابواب وکتب کی حد تک ان کا ایک ایسا تجزیاتی موضوعاتی مطالعہ پیش کیا جارہا ہے۔ باقی کتب اور ان کے ابواب میں وہی بنیادی مآخذ ہیں البتہ خاص ابواب وکتب میں بعض نئے مآخذ کا ذکر مل سکتا ہے جن کا ذکر کوشش کر کے کیا جائے گا۔ اور وہ نہ بھی کیا جاسکے تو بنیادی مآخذ کی حد تک کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا۔ فقہ حنفی میں حضرت شاہؒ کا بنیادی ماخذ فتاویٰ عالمگیری / عالمگیریہ کچھ ابواب وکتب کے بعد ہوجاتا ہے اور فقہ شافعی میں المنہاج اور بغوی کی شرح السنہ، ان کے علاوہ بھی بعض مآخذ کا ذکر ملتا ہے۔

کتبِ فقہ

فقہ اور اصولِ فقہ میں حضرت شاہؒ کی متعدد کتب شامل ہیں جن میں بعض براہِ راست فن پر ہیں اور بعض میں ان سے حدیث اور علمِ شریعت ودین کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔ ان میں اصولِ فقہ پر حضرت شاہؒ کے مباحث ضمناً آتے ہیں۔ اول الذکر تقسیم وخانے میں بالعموم ''غایۃ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف'' کا ذکر کیا جاتا ہے اور وہ اصلاً حجۃ اللہ البالغہ کا حصہ ہے۔ دوسری اہم کتاب ''عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید'' ہے۔ ان دونوں میں راست فقہی معاملات وامور سے بحث کی گئی ہے۔ دوسری قسم کی کتابوں میں موطا مالک کی دونوں عربی وفارسی شروحِ حضرت شاہؒ المسوّیٰ اور مصفّیٰ کو شامل کرنا ناگزیر ہے کہ ان میں حدیث شریف کی تشریح وتعبیر کے ضمن میں مذاہب اربعہ اور ان کے اصل مآخذ حضرات صحابہ کرام کے اقوال سے بھی بحث ہے۔ موطا امام مالک کے نسخۂ مصمودی میں مسائلِ مالک کے عنوان سے ہر کتاب وباب میں مالکی فقہ کے مباحث واصول دونوں ملتے ہیں۔ اور موطا کے نسخۂ امام شیبانی میں حنفی فقہاء بالخصوص امام اعظم اور ان کے صاحبین وغیرہ کے فقہی اقوال وخیالات کو بھی پیش کیا گیا

ہے۔ امام مصمودیؒ اور ان کے شیخ امام مالکؒ کی مانند امام محمد شیبانیؒ نے صحابہ کرام کے اقوال اور دلائل سے بھی استناد کیا ہے۔ حضرت شاہؒ کی کتابِ شاہکار ''حجۃ اللہ البالغہ'' کی قسمِ دوم کے بیشتر ابواب میں فقہی مباحث ملتے ہیں اور قسم اول میں بھی وہ ہیں۔ ''ازالۃ الخفا'' میں حضرت عمر فاروقؓ کی فقہ پر پوری ایک کتاب شامل ہے جو حضرت شاہؒ نے الگ تالیف کی تھی مگر اس میں سمودی۔ اس میں حضرت عثمانؓ اور بعض دوسرے صحابہ کرام کے فقہی نظریات، اقوال و مسالک اور اصول بھی موجود ہیں۔ حضرت شاہؒ کی فقہی عبقریت نے ان کو بعض دوسرے علوم وفنون کی کتب ورسائل میں بھی فقہی مباحث سے تعرض کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ''فیوض الحرمین'' اور ''الخیر الکثیر'' جیسی سلوک و معرفت کی کتابوں میں بھی ان کے بعض فقہی مباحث ونظریات پائے جاتے ہیں۔ ان تمام کتب ورسائل میں حضرت شاہؒ نے بہت سے مآخذ ومراجع سے استفادہ کیا ہے جن کی قطعی تعیین مشکل ہے کیونکہ ان میں سے بیشتر ایسے ہیں جن کا واضح ذکر موجود نہیں مگر وہ فقہی مباحثِ حضرت شاہؒ میں پیوست نظر آتے ہیں۔ البتہ ان مراجع ومصادر اور مآخذ کی ایک فہرست تیار کی جاسکتی ہے جن کے نام مذکور ہیں اور ان پر بحث بھی کی جاسکتی ہے۔ غایۃ الانصاف اور عقد الجید کے مآخذ پر ایک تجزیاتی بحث حجۃ اللہ البالغہ کے مآخذ کے ضمن میں پیش کی گئی ہے کہ وہ دونوں رسالے اسی سے ماخوذ ہی نہیں اس کے متن کے اضافہ شدہ یا ملخص متون ہیں۔ مسویٰ/ مصفیٰ کے مآخذ کا تجزیہ البتہ آگے آتا ہے۔

نام وعنوان کتاب/ ماخذ	صفحہ نمبر	بحث فقہی
مواہب الرحمٰن	۲۵	غسل کرنے کی مضرت میں مسئلہ
بغوی (روایت)	۲۹/ ۳۰-۳۱	وضو کرنے سے ہر عضو کے گناہ صغیرہ جھڑ جاتے ہیں۔ مذی/ پیشاب کے ناقص وضو ہونے کا اجماع پر بحث
بغوی	۳۳	مس ذکر سے وضو ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کا مسئلہ

بغوی	۴۷	مسح خفین/ مسافر کے لیے مدت بڑھ جانے پر حدیث کا نقد، قول حضرت خزیمہ ظنی ہے۔
بغوی/ ابن جریج	۵۶	حدیث قلتین
ہدایہ	۶۰	خون حیض سے کپڑے کو تین بار دھونا
بغوی	۶۱	لڑکے کے پیشاب سے کپڑا نجس ہوجاتا ہے
ہدایہ	۶۲	امام محمد کا عموم بلوئی کے سبب کیچڑ سے لباس میں نجاست خفیفہ کا مسئلہ/ فتوئی
ابن حاجب/ المختصر	۶۲	عورت کے لمبے لباس کے زمین پر گھسٹنے کا مسئلہ، خشک زمین مراد ہے حدیث میں
مختصر ابن الحاجب	۶۴	پانی نہ پانے کی صورت میں مسافر و مقیم تیمم کرلے
المحلی	۶۲	قضا نہ کرے اگر پانی مل گیا
قاضی عیاض / مشارق الانوار	۶۸	حدیث مستحاضہ میں حضرت زینب بنت جحش کا ذکر وہم راوی ہے۔

مصفیٰ ۱/ ۶۹: کتاب الصلوٰۃ: باب نزول جبریل علیہ السلام و تعیینہ اوقات الصلوٰۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم

بغوی	۱/ ۷۴	نماز ظہر کا وقت گرمی سردی میں
ہدایہ (مسوئی)	۱/ ۸۹	اذان کے بعد مسجد سے نہ نکلے، نکلنا مکروہ ہے
ہدایہ (مسوئی)	۱/ ۹۱	جوان عورتوں کی جماعتوں میں حاضری مکروہ
ہدایہ (مسوئی)	۱/ ۹۴	نماز میں عورت کے قدم کھلے رہیں تو نماز جائز۔ ھوالاصح
العالمگیریۃ (فتاوائے عالمگیری)	۱/ ۹۸	عموم بلوئی کے سبب کپڑے کا تھوڑا نجس ہونا

العالمگیریۃ (مسوی)	۱۰۹	شفع ثانی (تیسری چوتھی رکعات) میں فاتحہ سے زیادہ قراءت مکروہ ہے۔
؍؍	؍؍	لوگوں کی حاجت سے زیادہ جہرِ امام برا ہے۔ نقد شاہ ہے۔
کرخی/ مختار	۱۱۱	رکوع و سجود میں اطمینان واجب ہے۔ مختار کرخی۔
(فتاوئ حنفیہ وغیرہ)	؍؍	فتاوئ میں واجب نہیں ہے۔
العالمگیریۃ (فصل المفسدات) (مسوئ میں)	۱۲۰	نماز میں سہو کی ایک شکل
العالمگیریۃ (مسوئ میں) (فتاوئ عالمگیری)	۱۲۴	عمل یسیر نماز کا مفسد نہیں ہے۔ اتفاق علماء/ بعض مسائل
المنہاج	؍؍	عمل کثیر کا اعتبار عرف سے ہوتا ہے/ بعض مسائل (اس عرف پر حضرت شاہؒ کا نقد کہ ہر شئے میں عرف مختلف ہوتا ہے)۔
بغوی (مسوئ میں)	۱۲۵	مردوں کے تسبیح کرنے اور عورتوں کے تصفیق کرنے کے مسائل (مصفیٰ میں بحث ونقد حضرت شاہ بر تصفیق)
ابن الحاجب	۱۲۷	نماز میں کلام کی نوعیت: مفسد یا غیر مبطل
بغوی	۱۲۷	؍؍ نقد و شرح بغوی
العالمگیریۃ (مسوئ) (عالمگیری مصفیٰ میں)	۱۲۹	اعذار کی بنا پر جماعت ساقط ہوجاتی ہے جیسے بارش، طین، شدید سردی، شدید گرمی یا گھور اندھیرا

العالمگیریہ (مسویٰ)		۱۳۳	مقتدی امام سے قبل رکوع و سجود میں سر اٹھالے تو پھر رکوع وسجدہ میں چلا جائے وہ دو شمار نہیں ہوں گے۔
بغوی		۱۳۳	قاعد امام کی حدیث منسوخ ہے۔
محلی (شرح المذہب)		۱۳۴	نماز میں قراءت کی مقدار مستحب سے زیادہ نہ ہو
العالمگیریہ		۱۳۴	نماز میں قراءت کی مقدار مستحب سے زیادہ نہ ہو
العالمگیریہ (مسویٰ میں)		۱۳۸	مسبوق کی قراءت قرآن کا مسئلہ
المنہاج	"	"	
عالمگیریہ	"	۱۳۹-۱۴۰	رکوع میں امام کو پانے والا ایک تکبیر کہے یا رکوع کی تکبیر بھی کہے حکم المسبوق المنفرد
المنہاج	"	"	
المحلی	"	"	
العالمگیریہ	"	۱۴۰	ایک رکعت پانے والے کے قراءت، قعدہ وغیرہ کے مسائل؛ ادا اور قضا نماز کے درمیان ترتیب کا مسئلہ۔
المنہاج	"	"	
العالمگیریہ	"	۱۴۲	مسافرت کی مدت تین روز کا سفر اور اس کی تعیین۔ اوزاعی کے مطابق ایک پورے دن کا سفر عام فقہاء کے خیال میں
المنہاج	"	۱۴۴	مسافر کے قیام کی نیت پر نماز قصر یا تمام کا مسئلہ، نقد شاہ بر منہاج۔ مصفیٰ

العالمگیریہ (مسوی میں)	۱۴۶	سنتوں میں قصر نہیں، بعض کے نزدیک ترک سنن کی اجازت
	۱۴۷	سواری پر نماز میں استقبال قبلہ ضروری ہے
بغویؒ/ مستدرک علی شرط الصحیحین		کشتی میں نماز کا مسئلہ
العالمگیریہؒ (مسوی)	۱۵۲	صلوٰۃ الخوف چلتے ہوئے نہیں پڑھے گا
	۱۵۵-۱۵۶	نماز جمعہ کے انعقاد وادا کی شروط ومسائل
المنہاجؒ (مسوی)		
ہدایہؒ / عالمگیریہ	۱۵۷	غسل برائے نماز جمعہ یا روز جمعہ، مسنون وغیر مسنون، استحباب غسل جمعہ حفاظ حدیث نے صحابہ سے نقل کیا۔ شاہؒ
المحلی (مسوی) (عن الروضۃ)	۱/۱۵۹	خطبہ سے قبل نماز امام کا مسئلہ، گردنیں نہ پھلانگے
ابن الحاجب (مسوی میں صرف)	۱/۱۶۱	نماز جمعہ میں اول رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری میں سورہ غاشیہ یا سورہ منافقون
المحلی (عن الروضۃ) (مسوی میں صرف)		سورہ جمعہ ومنافقون اور کبھی اعلیٰ وغاشیہ جیسا کہ مسلم میں ہے
العالمگیریہؒ (مسوی میں صرف)		نماز میں متعین سورتیں پڑھنا مکروہ، البتہ آسانی وتبرک کے لیے مسنون سورتیں پڑھ سکتا ہے لیکن دوسری سورتیں بھی پڑھنی چاہئیں۔
بغوی	۱/۱۶۲	جمعہ کی پوری ایک رکعت پالے تو جمعہ پالیا، وہ چار رکعت ظہر پڑھے۔ شافعیہ کا مسلک/ ابوحنیفہ، امام اعظم: تشہد پالیا تو جمعہ مل گیا۔

المحلی	۱/۱۶۳	جمعہ کے دن خوب دعا کرے کہ شاید ساعت اجابت پالے
المنہاج	۱/۱۶۵، ۱۷۵	نفل موقت قضا ہو جائیں تو ان کی قضا پڑھے، مندوب ہے۔
العالمگیریہ	"	سنتیں فوت ہو جائیں تو صرف دو رکعات فجر زوال تک پڑھ لے۔
"	۱/۱۶۵-۱۶۶	اکیلے نماز پڑھے تو سنت فجر وظہر کو ترک کر سکتا ہے اور کہا گیا کہ کسی حال میں ان کا ترک جائز نہیں۔
العالمگیریہ	۱۶۷	نفل گھر میں پڑھنا افضل سوائے نماز تراویح کے
المحلی	۱۶۸	نفل نماز باجماعت بھی غیر مکروہ
العالمگیریہ	" "	اگر بلا طلب و اذان ہو، بلانے پر مکروہ
العالمگیریہ (مصفی/مسوی)	۱۷۰-۱۷۱	نیت الوتر کے بغیر نماز جائز نہیں
مختصر ابن الحاجب	۱۷۲	وتر کی قضا نہیں، اس کا وقت نماز فجر تک
العالمگیریہ (مسوی)	۱۷۳	وتر کی تین رکعات ہیں اور آٹھ وغیرہ مزید صلاۃ التہجد ہیں
المحلی (عن البیہقی)	۱۷۷	نماز تراویح بیس رکعات اور تین وتر۔ حنفیہ و شافعیہ کا اتفاق، اس کے سربستہ راز و حکمت بھی ان سے منقول ہے مصفی میں۔
العالمگیریہ	۱۷۹	عیدین میں جلدی جانا/نماز پڑھنا (ابتکار) مستحب ہے۔

المنہاج	〃	نماز عید کا وقت طلوع آفتاب سے زوال تک ہے
المحلی	〃	مرفوع روایت
العالمگیریہ	۱/۱۸۲-۱۸۳	تکبیر وایام تشریق
المنہاج		
المحلی (مسوی میں)	۱/۱۸۳	اونٹ اور گائے سات کی طرف سے اور بکری ایک شخص کی طرف سے کافی ہے لیکن وہ اہلبیت ہو تو سب کے لیے سنت ادا ہوجاتی ہے۔ حنفیہ کے نزدیک بکری صرف ایک شخص کے لیے ہے۔
بغوی	۱/۱۹۰	صحابہ کا اتفاق: کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ مصاحف عثمانیہ میں الفاظ سے تجاوز کرے اور رسم عثمانی کی مخالفت کرے؛ سبعۃ احرف اسی میں موجود ہیں (سبعۃ احرف پر بحث مختصر)
العالمگیریہ	۱/۱۹۰-۱۹۱	قراءت میں غلطی سے الفاظ بدل جائیں مگر معانی نہ بدلیں تو نماز فاسد نہیں ہوتی سبعۃ احرف پر بحث شاہ- الفاظ کی تبدیلی کی اجازت
العالمگیریہ (مسوی)	۱/۱۹۴	صلوٰۃ جنازہ اور سجدہ تلاوت کا وقت مباح
〃	۱/۱۹۵	شوہر ہاتھ سے اور اجنبی کپڑے سے مردہ عورت کو تیمم کرا سکتا ہے اگر عورتیں موجود نہ ہوں۔

العالمگیریہ	۱/۱۹۸	جنازہ قبر کے پاس رکھ دیا تو لوگوں کے لیے بیٹھنا جائز، افضل یہ ہے کہ قبر بنانے تک نہ بیٹھیں۔
″	۱/۲۰۰	نماز جنازہ میں قراءت فاتحہ بطور دعا جائز لیکن قراءت کی نیت سے ناجائز: حدیث واثر ابن عمرؓ کہ وہ فاتحہ نماز جنازہ میں نہیں پڑھتے تھے۔
المنہاج	۱/۲۰۱	نماز جنازہ کی تکبیرات کے فوت ہونے کے مسائل
العالمگیریہ	″	″
(قول ابن شہاب زہری)		
″	″	تین اوقات میں نماز جنازہ ناجائز
″	۱/۲۰۳	بلند آواز سے نوحہ میت پر کرنا ناجائز لیکن رقت قلب سے رونا جائز
المنہاج	″	رونا بلند آواز سے ناجائز، رونا جائز
الانوار	″	″
المنہاج	۱/۲۰۴	زیارت قبور مردوں کے لیے مندوب عورتوں کے لیے مکروہ
المحلی / المنہاج	″	کسی بھی نبی یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر نماز نہیں پڑھی جائے گی
العالمگیریہ / الانوار	۱/۲۰۵	قبر پر تعمیر ممنوع، بیٹھنا، ٹیک لگانا مکروہ
″	″	قبر سے میت نکالنے کا مسئلہ

مسویٰ/مصفیٰ کے مآخذِ حدیث وفقہ

کتاب الزکوٰۃ سے ان دونوں شروحِ موطا کے مآخذ حدیث وفقہ کو ایک ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس میں اختصار و جامعیت مطلوب ہے۔ اور اس کے لیے خاص طریقہ یہ اختیار کیا جارہا ہے کہ ایک کتاب/ماخذ کے تمام حوالے صفحات و جلد کے حوالے سے ایک جگہ دیے جارہے ہیں۔ اس میں اشاریہ کا طریقہ استعمال کیا گیا ہے۔ کوشش یہ ہوگی کہ ان کے موضوعات بھی لکھے جائیں جس طرح کتاب الصلوٰۃ کے باب میں بہت وضاحت سے لکھے گئے ہیں۔ اختصار کی خاطر ان میں اور بھی کتر بیونت کی جائے گی کیونکہ کتاب الصلوٰۃ میں مندرج مآخذ کے موضوعات سے ان کی نوعیتوں کا اندازہ بہرحال ہوجاتا ہے۔

۱/۲۰۶: کتاب الزکوٰۃ

العالمگیریۃ، ۱/۲۰۷: فرضیت زکوٰۃ؛ ۱/۲۱۰: مسائل زکوٰۃ (مسویٰ میں طویل تعلیق)؛ مصفیٰ ۱/۲۱۰-۲۱۱؛ ۱/۲۱۸: عقد مبادلہ ہبہ کی طرح؛ ۱/۲۲۹: زکوٰۃ لینے کا حق؛ ۱/۲۳۰:

کتاب الصیام: العالمگیریۃ ۱/۲۳۶: رویت ہلال رمضان؛ ۱/۲۳۷: ظہور فجر کی تعبیر؛ رات کا خیال ہوتو کھانا پینا نہ چھوڑے؛ ۱/۲۴۴: روزہ مسافر؛ ۱/۴۵- سحری میں وقت کی غلطی؛ ۱/۲۴۸: خوف تلف سے افطار جائز؛ ۱/۲۵۲: روزہ میں قے کرنا؛ ۱/۲۴۵: صرف عاشورہ کا روزہ مکروہ؛ ۱/۲۵۵: پورے سال کا روزہ مکروہ؛ ۱/۲۵۶: چھ روزے شوال کے، متاخرین علماء کا خیال؛ ۱/۲۵۶: جمعہ کا روزہ مستحب، ۱/۲۶۱-۲۶۲: تلاش شب قدر مستحب/ اختلاف لیالی؛ ۱/۲۶۴: اعتکاف میں جماع مفسد ہے۔

کتاب الحج: ۱/۲۶۶ ومابعد: ۱/۲۷۰، ۲۷۱: نماز نفل کے بعد تلبیہ؛ ۱/۲۷۳: مرد کا بلند آواز سے تلبیہ؛ ۱/۲۷۴: غسل سے قبل سنن/ خصال پر عمل؛ ۱/۲۷۵: دوران احرام خوشبو سے اجتناب؛ ۱/۲۷۹: متمتع کا حج؛ ۱/۲۸۵: حج قران کی تعریف؛ ۱/۲۹۹:

سر کے بال نہیں جھاڑے گا/ کھجلائے گا؛ ۱/ ۳۰۶: نذر کی ہدی کو حرم میں ذبح کرے؛ ۱/ ۳۰۹: اہل مکہ کے لیے طواف قدوم نہیں۔ ۱/ ۳۱۲: جس طواف کے بعد سعی ہو اس میں رمل بھی ہے؛ ۱/ ۳۱۶: استلام حجر کا اصول؛ ۱/ ۳۱۷: سعی کا مسئلہ ابتداء؛ ۱/ ۳۱۹: عرفات میں جہاں چاہے ٹھہرے؛ زوال کے بعد غسل مستحب؛ ۱/ ۳۲۱: موطا کی عبارت بعینہ عالمگیریہ میں: عرفہ کل موقف؛ ۱/ ۳۲۲: مزدلفہ میں قیام وغیرہ؛ ۳۲۳: مزدلفہ کا قیام اور بطن محسر سے گزر کا مسئلہ؛ ۱/ ۳۲۵: وقت رمی پر بحث؛ ۱/ ۳۲۸: حلق میں عذر کے مسائل؛ ۱/ ۳۲۹: وقت رمی دوسرے دنوں میں؛ ۱/ ۳۳۰: منیٰ سے واپسی؛ ۱/ ۳۴۱: محصب وغیرہ کے مسائل؛ ۱/ ۲۶۸: توقیت احرام با شہر حج؛ ۱/ ۲۷۱: نماز نفل کے بعد اہلال؛ ۱/ ۲۸۱: حجۃ الوداع تمتع تھا؛ وما بعد؛ ۱/ ۲۸۸: محرم کے لیے غسل جائز؛ ۱/ ۳۲۴: دوام تلبیہ کا مسئلہ؛ کتاب الصیام: بغوی ۱/ ۲۳۷: نیت روزہ نفل، حدیث حذیفہ؛ ۱/ ۲۴۶: کفارہ روزہ کی تشریح شافعی؛ ۱/ ۲۵۱: تاخیر قضاء روزہ؛ ۱/ ۲۵۷: نفل روزہ کی قضا کا مسئلہ؛ ۱/ ۲۵۹: یوم شک کا روزہ نہ رکھے؛

کتاب عمرو (بن حزم)، ۱/ ۲۰۸: اقسام ومقادیر زکوٰۃ،

کتاب عمر بن الخطاب، ۱/ ۲۰۸: مسائل زکوٰۃ؛

ابوداؤد (حدیث)، ۱/ ۲۰۹: مقادیر زکوٰۃ؛ ۱/ ۲۱۷: مال تجارت میں صدقہ؛ ۱/ ۲۵۷: نفل روزہ کی قضا۔ کتاب الحج ۱/ ۲۷۰: میقات حج۔

نسائی: کتاب الحج: ۱/ ۲۷۰: میقات حج

بیہقی، ۱/ ۲۱۴: حوالہ اثر زہری؛ ۱/ ۲۲۴: سنن: معادن کی زکوٰۃ؛

کتاب الصیام: ۱/ ۲۳۷: روزہ نفل کا خاص مسئلہ کتاب الحج: ۱/ ۲۶۷: بچے کا حج؛ ۱/ ۲۷۲؛

الافصاح ۱/ ۲۱۷: مال تجارت میں مسلم کی طرح زکوٰۃ؛

الانوار، ۱/ ۲۱۷: جزیہ بنام صدقہ۔ کتاب الصیام: ۱/ ۲۳۷: معنی الصبح؛ ۱/ ۲۴۴: روزہ مسافر وافطار کا مسئلہ؛ ۱/ ۲۴۶: روزہ کی قضا میں تتابع واجب نہیں؛ ۱/ ۲۵۵: روزہ وصال حرام ہے؛ ۱/ ۲۶۵: شب عید میں عبادت/ احیاء مستحب؛ کتاب الحج: ۱/ ۲۹۰: محرم کا شکار کرنا سمندر/ بحر میں؛ ۱/ ۳۰۸: مکہ میں داخلہ کی سنت؛ ۱/ ۳۱۴: دوران طواف حدث کرنے پر وضو؛ ۱/ ۳۱۷: سعی صفا سے آغاز کرے؛ نیز ۱/ ۳۱۸: سعی سوار و پیدل دونوں لیکن پیدل افضل؛ ۱/ ۳۱۹: نمرہ میں امام کے لیے قبہ؛ ۱/ ۳۲۳: مثل عالمگیریہ؛ ۱/ ۳۲۷: حلق وقصر میں داڑھی و مونچھ کی اصلاح بھی بہتر؛

مختصر عبدالکریم بن ابی المخارق کتاب الصیام: ۱/ ۲۳۸: جلد افطار اور تاخیر سحور؛

اصحاب السنن الاربعہ وغیرہ ۱/ ۲۵۲: روزہ میں قے کا مسئلہ؛

المنہاج ۱/ ۲۱۸: مال تجارت کی زکوٰۃ؛ کتاب الصیام: ۱/ ۲۳۷: سحری کا مسئلہ؛ ۱/ ۲۴۴: روزہ مسافر؛ ۱/ ۲۴۵: روزہ میں غروب خیال کر کے کھا لیا؛ قضا روزہ؛ ۱/ ۲۴۸: مریض کے لیے ترک روزہ مباح، ۱/ ۲۵۲: روزے میں قے کا مسئلہ؛ ۱/ ۲۶۱: شب قدر اکیسویں یا تیئیسویں شب میں رجحان شافعی؛ کتاب الحج: ۱/ ۲۶۷: نووی: اسناد بیہقی جید ہے؛ ۱/ ۲۷۳: تلبیہ کی کثرت؛ ۱/ ۲۷۹: تمتع کا مسئلہ؛ ۱/ ۲۸۵: حج قران کی تعریف؛ ۱/ ۲۸۷: سلے ہوئے لباس کا مسئلہ؛ ۱/ ۲۸۸: غسل محرم کے مسائل؛ ۱/ ۳۰۹: طواف قدوم حاجی کے لیے؛ ۱/ ۳۱۶: استلام حجر اسود؛ ۱/ ۳۱۷: سعی صفا سے شروع کرے؛ ۱/ ۳۱۹: زوال سے قبل عرفات میں نہ جائے؛ ۱/ ۳۲۳: منیٰ جانے کے لیے کمزوروں اور عورتوں کی سنت؛ ۱/ ۳۲۴: دوام تلبیہ کا مسئلہ؛ ۱/ ۳۲۵: یوم النحر کی رمی؛ ۱/ ۳۲۷: حلق وقصر کا مسئلہ؛ ۱/ ۳۳۰: منیٰ سے واپسی؛

حاکم (حدیث)،۱/۲۲۰: گیہوں وجو کا ذکر؛ کتاب الصیام :۱/۲۵۷: نفل روزہ کی قضا ضروری نہیں؛

موطا امام محمد: کتاب الحج:۱/۳۳۴: حائضہ کے عمرہ وحج کے مسائل؛

المحلی ۱/۲۲۱: قول ابن الصباغ: تخمینہ کیل؛ کتاب الصیام:۱/۲۴۹: میت کی طرف سے روزہ کی قضا جائز؛۱/۲۶۱: و مابعد؛ بقول مزنی وابن خزیمہ: شب قدر ہر سال مختلف راتوں میں ہوتی ہے؛۱/۲۶۴: اعتکاف میں جماع مفسد، دوسرا قول بھی؛ کتاب الحج ۱/۲۷۳: عورت کا بلا آواز تلبیہ وغیرہ؛۱/۲۷۵:؛۱/۲۷۹: تمتع کا مسئلہ/شروط؛ ۱/۲۸۵: تعریف قران ۱/ ۲۸۷: شافعی کی کتاب الام کا حوالہ؛۱/ ۳۱۴: پیدال طواف سنت؛۱/۳۱۵: مسلم کی روایت کا حوالہ: مقام ابراہیم؛

الروضۃ ۱/۲۲۱: وزن وقدر کیل؛ کتاب الصیام:۱/۲۶۱: شب قدر کے مختلف راتوں میں ہونے کا قول اقویٰ ہے(نووی کا قول)؛ کتاب الحج:۱/۳۳۱: نووی نے قدیم قول کو ترجیح دی؛

الکافی: کتاب الحج:۱/ ۲۸۷: قید التجافی؛

دارمی ۱/۲۲۱: صاعِ نبوی معیار؛

دار قطنی ۱/ ۲۳۷: حدیث ابن عمر: نفل روزہ بحدیث ترمذی: دار قطنی وبیہقی؛ ۱/۲۵۱: تاخیر قضامیں فدیہ (بیہقی)؛ کتاب الحج؛۱/۲۷۲: سعی۔

شرح السنۃ ۱/۲۲۹: زکوۃ کا مستحق؛ کتاب الصیم :۱/۲۴۳: مسافر کا روزہ اور افطار:۱/۲۴۶: قضاء روزہ میں قول اسحاق بن راہویہ؛ کتاب الحج :۱/ ۲۸۶:

معصفر خوشبو نہیں/ منطقہ کا پہننا مکروہ محرم کے لیے؛ ۱/ ۲۸۷: جواز القفازین؛ ۱/ ۲۸۹: محرم کے لیے حجامت (پچھنے لگوانا)؛ ۱/ ۳۰۳: وقوف عرفہ فوت ہونے سے حج فوت؛ ۱/ ۳۰۸: اہل علم کا اجماع؛ ۱/ ۳۱۴: طواف کے لیے طہارتِ نماز ضروری؛ ۱/ ۲۳۵: رمی یوم النحر کا مسئلہ؛ ۱/ ۳۲۶: ترتیب اعمال یوم النحر سنت؛ وغیرہ؛ کتاب الصیام: ترمذی، ۱/ ۲۳۴: شک کے دن کا روزہ؛ ۱/ ۲۳۷: نفل روزہ نبوی؛ ۱/ ۲۵۰: میت پر واجب روزہ کی قضا/ کفارہ طعام ابن ماجہ میں بھی؛ ۱/ ۲۵۹: یوم الشک کا روزہ؛ کتاب الحج: ۱/ ۲۷۲: اہلال بعد نماز؛

شیخین کتاب الصیام: ۱/ ۲۳۴: بھول سے روزہ میں کھانا پینا؛ ۱/ ۲۴۹: میت کی طرف سے کفارہ روزہ واجب (نووی)؛ ۱/ ۲۵۵: صوم الدھر؛ روزہ جمعہ مکروہ؛ کتاب الحج: ۱/ ۲۶۷، حج مسافرہ/محرم کا مسئلہ؛ ۱/ ۲۷۰: میقات کی حدیث؛ ۲: ۲۷۲: نیت نسک؛ ۱/ ۲۷۵: خوشبو در سر اقدس بوقت احرام؛ ۱/ ۲۸۷: محرم میت کا سر نہ ڈھکا جائے وغیرہ؛ ۱/ ۳۰۹: اول چیز طواف بیت؛ ۱/ ۳۱۰: متعدد مسائل حج: طواف، استلام وغیرہ؛

صحیح البخاری ۱/ ۲۳۵: مسئلہ سعوط در روزہ؛

الشیخ ابو حامد صاحب التہذیب ۱/ ۲۳۷: شب رمضان میں کھانا پینا؛

مسلم ۱/ ۲۵۳: روزہ میں بھول کر کھانا پینا (تعقب بر حدیث ورائے مالک)؛ ۱/ ۲۵۶: رمضان کے بعد چھ روزے شوال کے؛ کتاب الحج: ۱/ ۲۶۷: حج بدل:

المتولی: ۱/ ۲۵۵: معنی الوصال؛

الوقایہ: کتاب الحج: ۱/ ۲۷۸: قران (حج) مطلق افضل ہے؛ ۱/ ۲۸۳: صفۃ التمتع؛

۱/ ۲۹۳: مچھر پسو کو مارنا؛ ۱/ ۲۳۴: مسئلہ تلبیہ وغیرہ بعد کے مسائل متعددہ؛ ۱/ ۳۲۳ وما بعد،

ہدایہ: کتاب الحج: ۱/ ۲۸۸: محرم غسل کرے مگر سر نہ دھوئے؛ ۱/ ۲۹۰: دریا کا شکار جائز؛ ۱/ ۳۰۶: قربانی کے جانور کا سامان صدقہ کرے گا؛ ۱/ ۳۱۷ بطن وادی میں پہنچے تو سعی کرے۔

دیگر کتب موطا کے مآخذ حدیث وفقہ

کتاب الحج تک مسویٰ ومصفیٰ کے مآخذ حدیث کا باب بہ باب ذکر کیا گیا ہے۔ ان سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت شاہؒ کے حدیث وفقہ کے بعض مستقل مآخذ ہیں جن کا ذکر بار بار آتا ہے اور بعض مآخذ سرسری طور سے آتے ہیں جن کو عارضی اور کمیاب بھی کہا جا سکتا ہے۔ بقیہ کتب مصفیٰ ومسویٰ میں حضرت شاہؒ کے نئے مآخذ کا ہی ذکر کیا جائے گا، تکرار سے صرف طول کلام ہوتا ہے۔ کتاب البیوع والمعاملات اور اس کے بعد کے دوسرے کتب وابواب میں مذکورہ بالا ہی مآخذ فقہ وحدیث بار بار آتے ہیں۔ حنفی فقہ کے لیے کثرت سے وقایہ اور ہدایہ اور عالمگیریہ کا ذکر ملتا ہے اور شافعی فقہ کے لیے منہاج السنہ وغیرہ کا۔ حضرت شاہؒ ان دونوں مذاہب فقہ پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ البتہ وہ مالکی فقہ ومسلک سے بالکل صرف نظر نہیں کرتے اور موطا سے ان کا مسلک بیان کرتے ہیں۔ حنبلی فقہ کا حوالہ البتہ بہت کم آتا ہے اور ان کے مآخذ کا اس سے بھی کم۔ کتاب النکاح سے جلد دوم شروع ہوتی ہے اور اس کے بھی وہی مآخذ ومراجع ہیں۔ شروع جلد میں امام واحدی کا ایک قول عورت/ مالکہ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ کس حد تک اپنے مملوک غلام سے پردہ کر سکتی ہے (۲/۲)۔ اس کے بعد پھر وہی ہدایہ، انوار وغیرہ کے حوالے ہیں۔ واحدی اور بغوی وغیرہ کا ذکر اسباب/ شان نزول کے باب میں اکثر آتا ہے (۲/ ۱۰۴ وما بعد)، امام خطابی کا قول سونے کے تھوڑے حصہ/ مقدار (مقطعا) کے مردوں کے لیے جواز کے مسئلے میں کیا گیا ہے (۱/ ۲۰۰)۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کہ میرے بعد آنے والے مسلمان میرے بھائی ہوں گے کے بارے میں قاضی عیاض اور نووی کی تشریح دی ہے (۲/ ۲۴۶)

دیگر تصانیفِ شاہؒ میں فقہی مآخذ

فکر و فقہ اور تبحر و توسع کی بوقلمونی کی ایک جلوہ گری یہ بھی نگارشات شاہؒ میں ملتی ہے کہ وہ مختلف علوم و فنون اور ان کی کتابوں کے بارے میں اپنی مختلف تصانیف اور تحریروں میں اظہار خیال فرماتے ہیں اور وہ ان کے مآخذ تو اصطلاحی معنوں میں نہیں کہلائے جا سکتے مگر ان کی حیثیت مآخذ سے ذرا کم نہیں ہوتی۔ فقہ و مسالک فقہاء کے بارے میں بھی ان کی ایسی تحریریں دوسری کتب میں بھی ملتی ہیں۔ تفہیمات الٰہیہ تو علوم و فنون اسلامی اور معارف و لطائفِ وہبی کا ایک کشکول ہے جس میں علم و فضل اور معارف کے انمول خزانے ہیں مثلاً اپنی جلد اول کی تفہیم-۶۶ میں اپنی فقہی بصیرت اور حدیثی مہارت کا ذکر مسالک و مذاہب کے حوالے سے کیا ہے اور ان کی کتابوں کا خاص کر فقہاء اربعہ کی بنیادی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ اس قیمتی بحث میں غایۃ الانصاف اور عقد الجید کا شاندار تتمہ ملتا ہے۔ اس میں حسب ذیل مؤلفین اور ان کی کتب کا ذکر تقلید مذہب واحد وغیرہ کے حوالے سے کیا ہے:

ابو طالب/ قوت القلوب

ابن عربی/ فتوحات مکیہ

جلال الدین سیوطی (بلا حوالہ کتب)

عبدالوہاب شعرانی (")

-- ہر فقہی مذہب/ مسلک میں ایک روایت ظاہر الروایہ ہے اور دوسری شاذ۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

مذہب ابی حنیفہ کی ظاہر الروایۃ: اصول خمسہ اور امام محمد بن حسن کی صراحت کہ یہ مذہب ابی حنیفہ ہے۔

مذہب مالک کی ظاہر الروایۃ: ابی القاسم نے المدونہ میں جس کی صراحت کی ہے۔
الشافعی کی ظاہر الروایۃ: جس پر شیخین۔ الرافعی اور النووی۔ کا اعتماد اور صراحت ہے کہ وہ مذہب شافعیؒ ہے۔

اسی طرح شریعتِ مطہرہ مصطفویہ کا ایک ظاہر و شاذ ہے۔ ظاہر کے مراتب ہیں اور اس کے ضمن میں کتب احادیث کا ذکر کیا ہے جیسے صحیحین، موطا امام مالک (مذہب کبار صحابہ و تابعین اور عمل اہل مدینہ)، کتب حدیث شافعی، احمد، سنن ابی داؤد، جامع الترمذی وغیرہ (تفہیمات الٰہیہ، ۱/۲۰۲-۲۱۲)

رسالہ شرح تراجم ابواب صحیح البخاری

بعض علماء اور ماہرین نے اس رسالہ/ کتاب کا دوسرا نام شرح بعض تراجم ابواب صحیح البخاری لکھا ہے اور وہ دونوں صحیح ہیں کہ حضرت شاہؒ نے صحیح بخاری کے تراجم ابواب میں سے بعض ہی کی تشریح و تعبیر کرنے کی کوشش کی تھی۔ پوری صحیح بخاری کے ابواب کے تراجم کا مختصر مختصر تجزیہ بھی اس کو ایک ضخیم کتاب بنا دیتا جو حضرت شاہؒ کا مقصود بھی نہ تھا۔ اس کی تالیف، زمانے، انتخاب تراجم وغیرہ پر بحث حضرت شاہؒ کی تصانیف کے تنقیدی تجزیہ میں پیش کی جا چکی ہے۔ مآخذ و مراجع رسالہ مذکور کی حیثیت سے اس کا ایک مختصر تجزیہ درج ذیل ہے:

حضرت شاہؒ کے مقدمہ کتاب میں حدیث و فقہ کے اہم ترین مراجع و مصادر پر ایک بہت نادر اور قیمتی بحث ملتی ہے جو صرف حضرت شاہؒ جیسا عبقری ماہر حدیث و فقہ ہی کر سکتا تھا۔ اس مقدمہ کے اہم ترین مباحث میں سے ایک یہ ہے کہ اہل حدیث نے علم حدیث میں جو کچھ ابتداء میں تصنیف کیا تھا اس کو چار فنون میں مدون کیا گیا:

۱۔ فن السنۃ یعنی فقہ میں اہم ترین تھے: موطا مالک، جامع سفیان۔
۲۔ فن التفسیر میں مثلاً کتاب ابن جریج تھی۔
۳۔ فن سیر میں محمد بن اسحاق کی کتاب جیسی تالیفات تھیں۔

۴۔ فن الزھد والرقاق میں ابن المبارک کی کتاب جیسی کتابیں تھیں۔

-- امام بخاریؒ نے صرف ایک کتاب میں ان چاروں کو جمع و مدون کر دیا۔

حضرت شاہؒ نے صحیح بخاری کی موضوعاتی تعریف اور فنی جلالت وعظمت بیان کرنے کے بعد تراجم ابواب پر بحث کی ہے کہ ان میں کس قسم کی احادیث و روایات اور مباحث ہیں۔ حضرت شاہؒ نے اس کے بعد صرف تین صفحات میں اس کے تمام امتیازات و مباحث بیان کر دیے ہیں جن کی تعداد دس نکات ہیں۔ حضرت شاہؒ نے آخر میں اپنا تجزیہ لکھا ہے کہ ان تعقبات وتنقیدات میں اکثر کا ہدف عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ کے مصنف/ مصنفات میں بیان کردہ تراجم ہیں۔ یہ بہت جامع اور قیمتی بحث ہے (رسالہ شرح تراجم ابواب صحیح البخاری، مطبعہ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن، ۱۹۸۲ء، ص:۱-۴)

حضرت شاہؒ نے صحیح بخاری کے اولین باب، "باب کیف کان بدء الوحی" سے اپنی بحث شروع کی تھی اور پھر اس کے بعد باب بہ باب بحث کرتے گئے ہیں اور درمیان میں سے ابواب چھوڑ بھی دیے ہیں۔ ان کے مآخذ کا تجزیہ بعض عناوین کے تحت ذیل میں دیا جا رہا ہے۔ آخر میں ایک تجزیاتی بحث بھی ہوگی۔

کتب حدیث ومحدثین

امام نسائی

کتاب الایمان کے باب حب الرسول من الایمان میں بخاری کی روایت / حدیث لایومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ الخ میں نسائی کی روایت کا ذکر کیا ہے جس میں حدیث انس کے مطابق ولد کی تقدیم ملتی ہے۔ (۷)

امام طیبی

باب من الدین الفرار من الفتن الخ میں امام طیبی کا قول نقل کیا ہے کہ (علماء) نے ایمان، اسلام اور دین کا ترادف (مترادف ہونے) پر اتفاق کیا ہے

(اصطلحوا) اوراس میں کوئی شبہ وکلام (مشاحة) بھی نہیں ہے (۸-۹: ابن حجر، فتح الباری ۱/۹۵ نے ایمان واسلام کے شرع میں مترادف ہونے کی بات کہی ہے اور آیت کریمہ ان الدین عند الله الاسلام سے استشہاد کیا ہے کہ مقام وموضع ایمان میں دین کا اطلاق کرنا صحیح ہے۔
یہ نکتہ ذہن نشین کرنے کا ہے کہ حضرت شاہؒ نے حوالہ کے ساتھ اور اکثر و بیشتر بلا حوالہ ابن حجر کی عبارات لی ہیں۔ جس طرح موطا امام مالک ان کا ایک اہم ترین ماخذ ہے: ملاحظہ ہو: ۹-۱۰ ومابعد، ۱۳-۱۴ ومابعد)۔
بحث آخری تجزیہ میں آتی ہے۔

شیخِ حضرت شاہؒ

باب الحرص علی الحدیث کی ایک حدیث کی شرح میں حوالہ ہے:
کذاقال شیخنا قدس سرہ (۱۵)

امام مالک

باب الوضوء ثلاثا ثلاثا کی حدیث: ”لولا آیة ما حدثتکموہ الخ“ کی شرح میں امام مالک کی توجیہ نقل کی ہے۔ حضرت شاہؒ نے اس قسم کی احادیث میں شارحین کی خطا/غلط فہمی کا واضح ذکر کر کے نقد کیا ہے (۲۵)

امام قسطلانی

-- باب کیف تھل الحائض بالحج و العمرۃ میں حضرت شاہؒ نے شارح قسطلانی کا واضح ذکر کیا ہے (۴۶: ابن حجر ۱/۵۴۳)۔

-- اگلے باب: باب لا تقضی الحائض الصلاۃ الخ میں قسطلانی کی شرح اور مسلک کا پھر ذکر کیا ہے۔ (۴۶: شرح حدیث: ۳۲۱: ابن حجر ۱/۵۴۵)

-- کپڑے پر سجدہ کرنے کے مسئلے پر قسطلانی کا حوالہ دیا ہے اور حنفیہ کے مسلک کو غلط بیان کرنے پر نقد کیا ہے (۵۵: ابن حجر ۱/۶۳۸: مختلف فقہاء کے مسالک کا ذکر ہے)

-- باب الصلاۃ فی مسجد السوق الخ میں بھی قسطلانی نے مناسبتِ ترجمۃ الباب پر نقد کیا ہے، جس سے حضرت شاہؒ کو اتفاق نہیں (۶۲-۶۳)

-- دوسری تشریحاتِ قسطلانی کے لیے ملاحظہ ہوں: ۹۱- نماز جمعہ کی سنتیں/ رواتب؛ ۱۳۳: حدیث حضرت عائشہ میں گڑیوں (بنات) سے کھیلنے پر قسطلانی کا مزید حوالہ دیا ہے؛ ۱۳۳-۱۳۴: ابن حجر، ۱/۶۴۶۔

قاضی عیاض:

اسی بنات/گڑیوں سے کھیل کرنے کے جواز پر قاضی عیاض کے حوالے سے لکھا ہے کہ ائمہ کا اس کے جواز پر اجماع ہے اور اس کا مقصد تربیت اولاد اور تدبیر منزل بتایا ہے۔ حضرت شاہؒ نے دوسرے علماء پر نقد کر کے قاضی عیاض کی تائید کی ہے۔

جامع الترمذی

حضرت شاہؒ نے احادیث بخاری کی توضیح وتشریح کے لیے بعض مقامات پر امام ترمذی اور ان کی کتاب کا حوالہ دیا ہے جیسے:

۱۔ جمع الصلوٰتین کے باب عصرین/ظہرین میں (۶۶-۶۷)

۲۔ کسی قوم کی زیارت کے وقت امام کی امامت کرنے کا واقعہ جامع ترمذی میں مذکور ہے (۷۵)

امام اسماعیلی

باب ایجاب التکبیر الخ میں نماز کی صفت کے بیان کے تعلق سے مولف امام نے حدیث شروع میں دی ہے۔ اس کی مناسبت وتعلق پر امام اسماعیلی کا نقد نقل کیا ہے اور حضرت شاہؒ نے ان کے نقد کا رد بھی کیا ہے (۷۸-۷۹؛ ابن حجر ۲/۲۸۰)

-- امام بخاری پر امام اسماعیلی کا دوسرا نقد اس مسئلہ پر ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھے پر نماز نہیں پڑھی۔ حضرت شاہؒ نے اس پر نقد کر کے امام بخاری کی تائید دوسری احادیث اور تعاملِ حضرت انسؓ سے کی ہے (۱۰۶)

-- دوسری تنقیداتِ امام اسماعیلی ہیں: باب بیع المزایدہ، ۱۲۲ ومابعد۔

امام ذہبی

کتاب سجود القرآن کے باب اول میں حضرت شاہؒ نے الغرانیق العلیٰ کا قصہ موضوع ہونے پر امام ذہبی اور دوسرے ثقہ محدثین کا حوالہ دیا ہے۔ اور اس پر خود بھی بہت مدلل بحث کی ہے (۱۰۱-۱۰۲؛ ابن حجر، ۲/ ۷۱۱)

امام طحاوی

نماز میں سہو اور سجدہ سہو کے مسئلہ میں حضرت ذوالیدینؓ کی حدیث بخاری وغیرہ میں آتی ہے۔ حضرت شاہؒ نے صحابی موصوف کی شناخت کہ وہ حضرت خرباقؓ نامی صحابی تھے جو بدر میں شہید ہوئے پر امام طحاویؒ کے کلام کا ذکر کیا ہے اور ابن شہاب زہریؒ کے وہم پر نقد بھی کیا ہے (۱۱۲؛ ابن حجر، ۳/ ۱۲۰)

امام زرکشی

امام زرکشی کا حوالہ باب صیام ایام البیض میں دیا ہے کہ سنن میں ترجمہ الباب کی حدیث شرط بخاری کے مطابق نہیں ہے لہٰذا اس کی تائید میں حدیث کی تخریج کی ہے (۱۲۵؛ ابن حجر، ۴/ ۲۸۷)

-- علامة الحب فی اللہ کے باب سے احادیث باب کی وجہ مطابقت ظاہر نہیں ہوتی۔ زرکشی کے نقد پر حضرت شاہؒ کی توجیہ ملتی ہے (۱۳۴؛ ابن حجر، ۱۰/ ۶۸۳)

امام خطابی

امام بخاری کے قول: ''اذا زنت ولم تحصن'' پر امام خطابی کا نقد نقل کیا ہے کہ اس معاملہ میں احصان کا ذکر بہت ہی غریب ومشکل ہے۔ اس کے بعد حضرت شاہؒ نے محصنات اور احصان پر آیات کریمہ کے حوالے سے بحث کی ہے۔

(۱۲۶-۱۲۷؛ ابن حجر، ۴/ ۴۶۶: باب العبد الزانی الخ)

امام مسلم کی روایت کا حوالہ حضرت شاہؒ نے حضرت صفیہؓ بنت حی کے حضرت دحیہ کلبی کے حصے میں پڑنے اور ان سے حضرت صفیہ کو سات رؤس (غلاموں) کے بدلے خرید نے کا ذکر کیا ہے (۱۲۷؛ ابن حجر، ۴/ ۵۲۹)

امام احمد کتاب التعبیر کے باب عمود الفسطاط تحت وسادته کے ترجمۃ الباب میں امام بخاری نے مسند احمد کی حدیث حضرت ابوداؤد کی طرف اشارہ کیا ہے جو رویائے نبوی سے متعلق ہے (۱۳۵؛ ابن حجر، ۱۲/ ۵۰۲)

امام محمد بن اسحاق

حضرت شاہؒ نے کتاب المناقب میں باب ذکر قحطان کے لانے پر شارحین کا تعجب بیان کیا ہے کہ اس سے امام موصوف کا مقصد کیا ہے؟ حضرت شاہؒ نے اس کی شرح و توجیہ یہ کی ہے کہ ایسے قصوں (قصص) پر محمد بن اسحاق نے اپنی سیرت میں بہت طویل کلام کیا ہے لہٰذا امام بخاری نے ان میں سے ہر ایک کے لیے صحیح احادیث سے شاہد فراہم کیا ہے۔ لہٰذا قصۃ الیمن، ذکر قحطان، حلف الفضول، تسلط خزاعہ، قصہ زمزم، نسب نبوی، وقت/ زمانہ ولادتِ نبوی اور ذکر حبشہ و بنی ارفدہ میں امام بخاری کے شواہد بیان کیے ہیں اور ان میں سے جن ایک دو واقعات میں شواہد بخاری کو نہیں مل سکے ان کی فراہمی حضرت شاہؒ نے کی ہے (۱۲۹-۱۳۰؛ ابن حجر ۶/ ۶۴۲)

امام دارمی کا حوالہ اور بیان بعثت نبوی سے قبل عربوں کی جہالت وغیرہ کے بارے میں اسی ضمن میں دیا ہے (ایضاً)۔

ابن حجر کی فتح الباری کا واضح اور صاف ذکر بطور ماخذ حضرت شاہؒ نے کتاب اللباس کے باب الموصولة میں پہلی بار دیا ہے (۱۳۳؛ ابن حجر، ۱۰/ ۴۶۴)

فقہی مسالک وائمہ کا حوالہ

فقہ وتفقہ کے حدیث وسنت سے لازمی ارتباط اور حضرت شاہؒ کے ان دونوں علوم دین میں تبحر کی بنا پر متعدد مقامات پر فقہی مسالک اور اکابر ائمہ کے مذاہب کا ذکر بھی کتب وابواب بخاری کی حدیث کے ضمن میں ملتا ہے۔ اس کی حیثیت بھی مآخذ غیر مذکورہ کی ہے کہ حضرت شاہؒ مذاہب ائمہ تو بیان کرتے ہیں مگر ان کے خاص مآخذ کا نام نہیں لیتے۔ بظاہر ان کا ماخذ اصلی اس بحث میں حافظ ابن حجر کی فتح الباری ہی ہے۔

مذہب الشافعی

-- بول وبراز میں قبلہ کی طرف رخ کرنے یا نہ کرنے کے معاملہ میں مذہب شافعی کا حوالہ دیا ہے۔ یہ دو ابواب میں ہے۔

(۲۱-۲۲: باب قوله لا يستقبل القبلة بغائط الخ/ باب من تبرز على لبنتين)

-- باب التماس الوضوء الخ میں حضرت شاہؒ نے مذہب شافعی کے مطابق مذہب بخاری ہونے کی تردید کی ہے (۲۶)۔

-- نواقص وضوء میں مس ذکر اور لمسِ نساء بھی شافعی کے نزدیک شامل ہیں۔ حضرت شاہؒ نے بعض شارحین پر نقد کیا ہے جو اس باب میں امام بخاری کے مذہب کو مذہب شافعی کے مطابق بتاتے ہیں حالانکہ مذہب بخاری قطعی مخالف ہے (۲۸)۔ اکسال (بے انزال جماع) کے معاملہ میں مذہب عثمان اور بعض صحابہ کا ذکر کیا ہے اور وجوب وضوء کی حدیث منسوخ ہے جیسا کہ جمہور فقہاء کا مذہب ہے۔

- مطلق پیشاب نجس نہیں ہے، انسان کا پیشاب نجس ہے اور اس سے غسل واجب ہے۔ اس مسئلہ میں امام بخاری کا مذہب امام شافعی کے مذہب کے مطابق ہے (۳۲)

-- مسجد کے فرش پر پیشاب ہو جانے سے اس پر صرف پانی بہانا ہی کافی ہے اور امام شافعی کے مذہب سے بخاری کا اتفاق ہے۔ مذہب ابوحنیفہ سے اختلاف ہے کہ امام اعظم مٹی (کچی) کو کھودنے اور ہٹانے کے قائل ہیں، پکے فرش پر پانی بہانا کافی سمجھتے ہیں (۳۳)۔ اسی طرح بچے کے پیشاب سے ملوث کپڑے پر صرف پانی چھڑک لینے سے وہ پاک ہو جانے کے مسئلہ پر امام کا اتفاق مذہب شافعی سے ہے۔

-- جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے پیشاب کی طہارت کے قائل امام شافعی اور امام محمد بن حسن ہیں (۳۴)۔ امام شافعی کے مذہب سے اتفاق کی دوسری مثالیں ہیں: ۴۸، ۵۵، ۶۳-۶۴، ۶۷، ۶۹، ۷۲، ۷۶، ۷۹، ۸۱، ۸۲ وغیرہ۔

مذہب ابی حنیفہؒ / بخاریؒ

حضرت شاہؒ نے اپنے فنی تبحر وفقہی صلابت کی بنا پر بعض مقامات پر یہ بحث بھی کی ہے کہ امام بخاریؒ کا فقہی مسلک و مذہب کیا تھا۔ ان کی بحث و تجزیہ سے واضح ہوتا ہے کہ بعض مقامات پر حضرت امام بخاری امام شافعی سے اتفاق رکھتے تھے اور بعض مسائل میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مذہب سے۔ اسی طرح ان کا مذہب مالکؒ سے بھی اتفاق تھا اور دوسرے ائمہ فقہ سے بھی۔ حضرت شاہؒ نے یہ بحث غالباً اسی وجہ سے اور بھی کی کہ امام بخاریؒ کو بعض علماء کرام نے شافعی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

-- انسان کے بال بھی پاک (طاہر) ہیں اور وہ پانی بھی طاہر ہے جس میں وہ اپنے بال دھوتا ہے۔ اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ و امام بخاری کا مذہب ایک ہے۔ (۲۷؛ ابن حجر، ۱/۳۵۹ بحث بر مذاہب فقہاء)

-- پانی میں ایسی چیز گر جائے جس سے وہ نجس نہ ہو اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کے مذہب سے متفق تھے (۳۵)

-- صاف مٹی (الصعید الطیب) کا حکم پانی کا حکم ہے جب پانی نہ ملے لہٰذا تیمّم کر کے جو نماز فرائض و نوافل چاہے پڑھ سکتا ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے اور امام شافعی اور دوسرے ائمہ کا اس سے اختلاف ہے۔ حضرت شاہؒ نے مذہب حنفی کو ترجیح دی ہے (۴۹؛ ابن حجر، ۱/۵۷۸)

-- نمازی نے تحری کر کے نماز اپنی سمجھ سے کسی سمت/ قبلہ میں پڑھ لی تو پھر وہ اعادہ نہیں کرے گا اگر قبلہ کے مخالف سمت میں نماز پڑھ لی ہے۔ امام شافعی کا مسلک ہے کہ وہ نماز دہرائے گا۔ امام بخاری نے امام ابو حنیفہ سے اتفاق کیا ہے (۵۶؛ ابن حجر، ۱/۶۵۳)

-- کتاب الزکوۃ کے باب العرض فی الزکاۃ الخ میں جو اثبات ترجمۃ الباب میں کیا گیا ہے وہ مذہب ابی حنیفہؒ ہے (۱۲۰: ابن حجر، ۳/ ۳۹۳: اسی طرح بنت مخاض کی زکوۃ میں بخاری کا اتفاق امام ابوحنیفہ سے ملتا ہے: ۱۲۱: ابن حجر ۳/ ۳۹۸)

مذہب مالک سے اتفاق بخاری

اسی طرح بعض فقہی مسائل میں امام مالک کے مذہب سے امام بخاری کا اتفاق تھا جیسے

-- سور الکلاب (کتوں کے جھوٹے برتن) کو امام مالک او رامام بخاری دونوں نجس نہیں مانتے تھے۔ حدیث ولوغ الکلب کی دوسری شرح اور دیگر معنی ہے۔ (۲۷: ابن حجر، ۱/ ۳۵۹)

-- پورے سر کا مسح کرنا مسلک امام مالک و بخاری ہے (۲۹: ابن حجر، ۱/ ۳۷۹)

-- پانی اور گھی وغیرہ میں نجاسات کے گرجانے کے معاملے میں امام بخاری مذہب مالک سے متفق تھے (۳۵)

-- غسل اور وضوء میں تفریق اور موالاۃ کے دو مذاہب ہیں، امام بخاری مذہب مالک سے متفق تھے (۳۹)

مذہب مالک سے اتفاق بخاری کے دوسرے مقامات ومسائل کے لیے ملاحظہ ہو:

۱۔ صرف تبان میں نماز جائز ہے: ۵۲

۲۔ ران ستر میں شامل ہے یا نہیں، مالک سے بظاہر اتفاق: ۵۲-۵۳

۳۔ نماز عصر کے بعد نفل کا مسئلہ: ۶۹

۴۔ قبر نبوی اور منبر نبوی کے درمیان نماز کی فضیلت پر: ۱۱۱

مسلکِ ظواہر

حضرت امام بخاریؒ نے بعض مسائل میں اصحاب ظواہر سے اتفاق کیا تھا جو بقول حضرت شاہؒ جمہور کے خلاف ہے جیسے تیمم صرف چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کا ہوتا

ہے اور اس میں دونوں کہنیوں تک ہاتھ شامل نہیں ہیں (۴۹؛ ابن حجر، ۱/۵۷۶: حضرت شاہؒ نے اسی طرح حدیث ضربتین کو ترجیح دی ہے: باب التیمم ضربۃ، ۴۹ وما بعد)

بخاری پر استدراکِ محدثین

بعض اکابر محدثین نے بعض احادیثِ بخاری پر استدراک بھی کیا ہے جن کا مفصل ذکر ونقد ابن حجر نے کیا ہے۔ حضرت شاہؒ نے یہ صراحت سے کہا ہے کہ امام ترمذی نے متعدد مقامات ومواضع پر بخاری پر استدراک کیا ہے۔ وہ ہیں:

-- باب لا یستنجی بروث کی ایک حدیث کو منقطع بتا کر اس کو شرط بخاری کے خلاف بتایا ہے۔

حضرت شاہؒ نے اس کو دوسری سند سے متصل بتا کر ترمذی پر نقد کر کے اسے ان کا وہم ثابت کیا ہے۔ یہ بحثِ شاہؒ اصولِ حدیث کے لحاظ سے بہت اہم ہے (۲۳-۲۴)۔

استدراکاتِ ترمذی میں سے صرف یہی ایک مثال ملتی ہے، بعض دوسرے ائمہ حدیث کے ساتھ امام ترمذی کا ذکر آیا ہے مگر وہ بطور ماخذ زیادہ ہے، بحیثیت ناقد کم۔

بحث وتجزیہ

احادیث کے عمومی حوالے

فنونِ حدیث وفقہ میں بالخصوص اور بعض دوسرے علوم میں بالعموم حضرت شاہؒ کا ایک اچوک طریقہ یہ ہے کہ وہ ایک حدیث یا مسئلہ میں دوسری حدیثوں یا اماموں سے سند لاتے ہیں اور ان کی تائیدی احادیث نقل کرتے ہیں۔ تراجمِ بخاری پر اپنی بحث وتجزیہ میں بھی حضرت شاہؒ نے اس طریقہ کو برتا ہے مگر ان کتب وماخذ کا ذکر نہیں کیا۔ ان کا عمومی حوالہ ہے جیسے روایات صحیحہ میں یہ آیا ہے، یا صحیح احادیث میں اس کی مؤید وشاہد روایات ملتی ہیں۔ ان سے بہت کم مباحثِ شاہؒ خالی ہیں۔ ان کے چند حوالے یہ ہیں: ۱۷، ۱۹، ۲۱، ۲۳، ۲۴، ۲۶، ۲۹-۳۱: قصہ ابن عمر، ۵۵، ۵۶-۵۷، ۵۸، ۶۳-۶۴،

۴۷-۵۷، ۸۰، ۱۰۴، ۱۱۷ وغیرہ۔ حدیثِ قرطاس پر حضرت شاہؒ نے روایات صحیحہ کا خاص ذکر کر کے بحث کی ہے جو بخاری پر اضافہ ہے (۱۷-۱۸)

نقدِ حضرت شاہؒ: میں کئی مباحث یا جہات وابعاد ملتے ہیں: ۱۔ حضرت شاہؒ خود ترجمۃ الباب سے اس کی احادیث کی عدم مناسبت کا ذکر کرتے ہیں۔ ایسے متعدد مقامات ہیں جن میں ترجمۃ الباب سے تعلق کو قوی نہیں سمجھا ہے جیسے ۲۵-۲۶۔

-- بعض دوسرے ائمہ ومحدثین اور شارحین کے تراجمِ ابواب سے عدم مناسبت پر بحث کر کے امام بخاری کا دفاع کیا ہے اور ناقدین پر نقد کر کے ترجمۃ الباب سے مناسبت کی وضاحت کی ہے۔

-- مرفوع حدیث/ احادیث کے باب میں حضرت شاہؒ نے امام مسلم کا اختلاف نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس قسم کی تین سو احادیث میں بخاری سے ان کو اتفاق نہیں کہ امام بخاری ادنیٰ مناسبت سے حدیث کو متصل سمجھتے ہیں جیسے مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے حدیث کو متصل قرار دیا ہے جبکہ مسلم میں وہ غیر متصل ہے۔

-- شارحینِ بخاری پر حضرت شاہؒ کا عمومی نقد یہ بھی ملتا ہے کہ وہ بہت سے مقامات/ احادیث/ تراجم میں خطاء وتسامح کا شکار ہو گئے اور خبط میں مبتلا ہو گئے: ۲۵، ۲۶، ۳۰ ومابعد۔

ابن حجر/ فتح الباری بطور ماخذ

اگر چہ حافظ ابن حجرؒ اور ان کی فتح الباری کا صراحت کے ساتھ حضرت شاہؒ نے صرف ایک مقام پر ذکر کیا ہے تاہم ایسا لگتا ہے کہ حضرت شاہؒ نے بہت سے تراجم ابواب میں ان کی کتاب سے اور ان کے مباحث سے استفادہ کیا ہے۔ موازنہ ومقارنہ کا یہ موقع نہیں ہے لیکن تراجم کے مباحث میں ان کا حوالہ دیا جاتا رہا ہے اور بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ ابن حجر کی فتح الباری ان کا سب سے بڑا ماخذ ہے۔ غالباً قسطلانی کی شرح بخاری بھی ان کا دوسرا بڑا ماخذ ہے۔

فقہی مسالک کے مآخذ

کسی ایک جگہ بھی حضرت شاہؒ نے فقہاء اربعہ اور دوسرے امامانِ فقہ اور ان کے فقہی مسالک و مذاہب کے کسی بھی ماخذ کا ذکر نہیں کیا۔ وہ غالباً سب کے سب ابن حجر کی فتح الباری اور قسطلانی کی ارشاد الساری سے ہی ماخوذ معلوم ہوتے ہیں۔ بہر حال اس امکان سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بعض دوسری کتبِ حدیث و فقہ بھی مآخذ رہی ہوں۔

-- اس ضمن میں حضرت امام بخاری کے کسی پیشرو امامِ فقہ سے اتفاق کا ذکر جہاں وضاحت سے ملا کر دیا گیا لیکن بہت سے مباحث ایسے ہیں جن میں فقہائے ثلاثہ -ابوحنیفہ، مالک، شافعی- کا مذہب ضرور بیان کیا گیا ہے مگر ان سے امام بخاری کے اتفاق یا اختلاف کی صراحت نہیں کی گئی۔

شرح تراجم میں عدم توازن

حضرت شاہؒ نے اس رسالہ میں کتاب الطہارہ اور کتاب الصلوٰۃ کے مختلف ابواب کے تراجم پر کافی مفصل بحث کی ہے اور ان دونوں کے لیے بالترتیب پچاس اور سرسٹھ صفحات وقف نظر آتے ہیں (۱-۱۱۷)۔ کتاب الزکوٰۃ (۱۱۷-۱۲۲)، کتاب الحج (۱۲۳-۱۲۴)، کتاب البیوع (۱۲۵-۱۲۷)، کتاب المناقب (۱۲۹-۱۳۱)، کتاب الادب (۱۳۳-۱۳۴)، اور اسی طرح بعض اور کتب کے تراجم ایک دو صفحات پر تمام ہو گئے ہیں۔ بعد کی بیشتر کتب میں تو صرف ایک صفحہ سے بھی کم یا چند سطریں ملتی ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ شروع میں تو حضرت شاہؒ نے توجہ سے لکھا تھا اور بعد میں صرف سرسری ذکر پر اکتفا کیا۔ اس کی وجہ عجلت اور سہل انگاری بھی ہو سکتی ہے اور ان کی بے پناہ مصروفیت بھی۔

تالیفات سیرت و تاریخ اسلامی کے مآخذ

خلافتِ راشدہ پر دو توام کتابیں

خلافتِ راشدہ (۱۱ھ/۶۳۲ء - ۴۰ھ/۶۶۱ء) حضرت شاہؒ کا بہت ہی محبوب و پسندیدہ موضوع ہے۔ وہ اس تیس سالہ دور کو بالعموم اور خلفائے ثلاثہ - ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم - کے عہد کو خلافت نبوت تسلیم کرتے ہیں کہ اس دور میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے کئے ہوئے وعدے اور بہت سے کارہائے نبوی ان خلفاء کرام کے مبارک ہاتھوں سے پورے ہوئے تھے۔ ان میں فتوحاتِ اسلامی کے علاوہ قرآن وسنت کی تدوین اور شریعتِ اسلامی کی ترتیب اہم ترین تھی۔ حضرت شاہؒ نے اس موضوع پر اپنے حواشی قرآن مجید فتح الرحمٰن میں بھی بہت تفصیل اور دلائل کے ساتھ آیات کریمہ کے ضمن میں لکھا ہے۔ اپنی کتب حدیث وفقہ اور رسائل تصوف میں بھی ان پر کلام کیا ہے اور پھر خاص ان پر دو اہم اور ضخیم تالیفات بھی تیار کیں۔ ان کی تمام تحریروں کو ایک جگہ جمع کرلیا جائے تو خلافت راشدہ کا ایک قاموس عظیم تیار ہو جائے گا۔

یہ دونوں خاص موضوعاتی تالیفات ہیں: قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین اور ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء۔ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ حضرت شاہؒ نے قرۃ العینین پہلے لکھی تھی۔ شیخین - حضرات ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما - کی دوسرے خلفاء وصحابہ پر ان کی افضلیت ثابت کرنا ان کا موضوع ہے۔ یہ ثابت شدہ اور مسلمہ موضوع ہے کہ

قرآن وحدیث، تعامل صحابہ اور اجماع امت اس کی پشت پر ہے۔ حضرت شاہؒ نے پہلے خاص شیخین کی افضلیت پر کتاب تالیف کی ضرور مگر اس میں بھی تیسرے اور چوتھے خلفاء کرام کی درجہ بندی اور افضلیت کا مواد ومبحث سموتے گئے۔ وہ صرف خلافت وفضیلت شیخین کی کتاب سے زیادہ خلفاء اربعہ پر ایک تحقیق انیق ہے۔ حضرت شاہؒ کو اس کے بعد مزید مواد ملا اور اس کو انھوں نے دوسری کتاب کی تالیف لطیف کے لیے جمع کیا اور اولین تصنیف پر اضافہ کر دیا۔ اس طرح یہ بلاشبہ یہ دو الگ الگ تالیفاتِ شاہؒ ہیں مگر ان کے بنیادی مواد ومباحث یکساں ہیں اور ایک دوسرے کے موید بھی۔ لازمی طور سے ان دونوں کے مآخذ بھی یکساں ہیں۔ دونوں میں فرق ہے تو بس یہ کہ ازالۃ الخفاء ایک عظیم تر کتاب ہے۔ وہ مباحث واستدلالات، موضوعات ومناہج اور مآخذ ومراجع ہر لحاظ سے قرۃ العینین کی تکمیل کرتی ہے۔

مآخذ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین

۱۳۱۰ھ/۱۸۹۳ء کا مطبوعہ نسخہ در مطبع مجتبائی دہلی پیش نظر ہے جس کے کل صفحات معہ فہرست مضامین ۳۳۶ ہیں۔ مقدمہ/تمہید حضرت شاہؒ عربی میں پہلے صفحۂ کتاب پر ہے اور عربی تمہید کے معاً بعد کتاب شروع ہوتی ہے جس کی زبان فارسی ہے۔ حضرت شاہؒ نے اپنے شاگرد عزیز خواجہ محمد امین کی فرمائش پر یہ کتاب تالیف کی تھی کہ اس زمانے میں تفضیل شیخین کا مسئلہ قابلِ بحث تھا۔ حضرت شاہؒ نے اس کتاب کو تین مسالک میں تقسیم کیا ہے: مسلک اول تمام صحابہ کرام پر حضرات شیخین کی فضیلت کے بیان میں ہے اور مختصر ہے (۲-۱۰)۔ مسلک دوم افضلیت شیخین کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلویح (تصریح) ہے اور متعدد انواع پر مشتمل ہے۔ ان کی تعداد ستر ہے (۳۳۳)۔ مسلک سوم صحابہ کرام کے اجماع میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق افضل امت ہیں اور ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ ہیں، اس میں متعدد انواع کے علاوہ ان کے ذیلی فوائد ہیں (۳۳-۱۷۴)۔ حضرات شیخین کے مآثر جمیلہ کے بعد

حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ کے بھی مآثر دیے ہیں۔ اس کے بعد ایک مقدمہ ہے جو حضرات شیخین کے اپنے علاوہ دوسروں کی تفضیل کے رجحان سے بحث کرتا ہے۔ اس کے بعد متعدد نکات ہیں۔ تفضیل حضرت علیؓ کے نظریے اور دوسرے شبہات والزامات کے دفاع میں کئی فصول ہیں جو سوالات اوران کے فوائد پر مبنی ہیں (۱۷۷-۳۳۳)۔

حضرت شاہؒ کی کتاب قرۃ العینین اور عظیم قاموس صحابہ و شیخین و خلفائے اربعہ کے موضوعات بالکل یکساں ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ حضرت شاہؒ نے قرۃ العینین کی تکمیل کے بعد ازالۃ الخفاء کا کام شروع کیا اور اس میں خلافتِ اربعہ کو سمیٹ لیا۔ ازالۃ الخفاء کی جلد دوم بالخصوص مقصد دوم کے وہ مباحث جو خلفائے اربعہ -ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان ذوالنورین اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم- کی سوانح اور واقعات خلافت سے تعلق رکھتے ہیں وہ بعد میں اضافہ کئے گئے ہیں اور بعض مسانید و مباحث کا بھی اضافہ کیا گیا ہے ورنہ تینوں مسالک اور مقدمہ سابعہ کے تمام مباحث اور سوالات کے جوابات اور شبہات و اعتراضات کی تنقیدات بالکل ایک ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان تمام مباحث کے مآخذ بھی یکساں ہیں۔ کسی قدر تفصیل و توسیع کا فرق ہو سکتا ہے مگر اصل مآخذ حدیث و علوم اسلامیہ وہی ہیں جو ازالۃ الخفاء میں ہیں اور وہی تمام احادیث و روایات بھی ہیں جو اس کے مختلف مباحث میں بار بار آئی ہیں۔ ان کا ایک مختصر تجزیہ اگلے اوراق میں پیش کیا جاتا ہے۔

مسلک اول کے مآخذ حسب ذیل ہیں:

متفق علیہ/ بخاری، مسلم (رویائے صادقہ نبوی/ کنوئیں سے پانی کھینچنے کے باب میں)، رویائے ابو بکر کے لیے بخاری و دارمی، ابو داؤد و حاکم -وزنِ خلفاء ثلاثہ، نیز ترمذی و ابو داؤد (مختلف رویاء)، مسلم (جنت کی بشارت)، ابو یعلیٰ (رویائے نبوی) حضرت ابو بکر صدیق کے فوری استخلاف اور شیخین کے مجموعی استخلاف کے مآخذ ہیں: بخاری و مسلم (متفق علیہ)، ترمذی و حاکم (متعدد روایات) حیات نبوی میں امامتِ نماز

کی احادیث بخاری و مسلم و ترمذی، ابوداؤد، ابوعمر/ ابن عبدالبر: استیعاب، قول و شرح امام شافعی بعد کے مباحث میں بھی مذکورہ بالا ماٰخذ ہیں جو خلافت مفضول، خلافت نبوت نبوت پر قائم/ قیاس ہوتی ہے، خلافت نبوت ریاست عامہ ہے وغیرہ میں حضرت شاہؒ نے ان ہی ماٰخذ کی احادیث و روایات سے استدلال و استشہاد کیا ہے۔ ان میں حاکم بہت اہم/ اہم ترین ہیں (۳-۱۰)۔

مسلک دوم کے ماٰخذ حسب ذیل ہیں:

بخاری، مسلم، ترمذی، حاکم، ابن عساکر، استیعاب ابن عبدالبر، مالک/ موطا، ابوداؤد، بیہقی / دلائل النبوۃ، مشکوٰۃ، ابن ماجہ، رزین، احمد وغیرہ۔ ان میں حاکم و ترمذی کی روایات سب سے زیادہ ہیں اور پھر شیخین کی (۱۰-۲۶)۔

مسلک سوم کے ماٰخذ بھی یہی معروف و مشہور ماٰخذ حدیث ہیں:

بخاری، ابوداؤد، ترمذی۔ اس کے بعد دلالت اجماع کی پانچ انواع ہیں اور ان کے موضوعات کے لیے ان ماٰخذ کا حوالہ دیا ہے: ا۔ نوع: وقت انعقاد خلافت صدیق: ابن ابی شیبہ، البزار، بخاری، احمد، حاکم۔ نوع دوم: افضلیتِ صدیق پر حضرت فاروق کی شہادت: بخاری (دو احادیث)، نوع سوم: استخلاف فاروق کے وقت فضیلتِ فاروق: ابن ابی شیبہ، ترمذی، حاکم۔ نوع چہارم: بخاری، ابوعمر/ استیعاب؛ نوع پنجم: شہادت حضرت علیؓ متعدد متواتر احادیث۔ اسی طرح بعد کے دونوں خلفاء کے اقوال و اعترافات کا ایک سلسلہ ان ہی ماٰخذ سے مذکور ہے۔ ان میں نئے ماٰخذ حسب ذیل ہیں: محمد بن الحسن/ کتاب الآثار، ابویعلی، واحدی/ تفسیر سورۃ اللیل (چھ اشعار عربی)، اشعار حسان بن ثابت، ابی الھیثم بن التیہان، ابومحجن ثقفی (اقوال صحابہ و سادات میں)۔ اس کے بعد دلیل عقلی بر افضلیت شیخین پر بحث ہے (۲۶-۳۸)۔

دلیل عقلی کی ایک بحث میں حضرت شاہؒ نے خلفاء اربعہ کی ترتیب کی مثالیں فقہاء و صوفیہ کے اماموں اور ان کے شاگردوں کی ترتیب سے بھی دی ہیں جو ایک

دلچسپ اور اہم موضوع اور حضرت شاہؒ کی استدلالی کیفیت اور علوم میں تبحر و مہارت کی بھی دلیل ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کو بہترین اور شخصیت کو اعلیٰ قرار دینے کے بعد حضرت شاہؒ نے امتِ محمدی میں افضل صحابہ کرام کی درجہ بندی متعدد احادیث و روایات کے علاوہ فقہ و تصوف کے ائمہ اور ان کے اصحاب کی نظیر سے بھی کی ہے۔ مذاہب کے منتہی پر یہ حقیقت مخفی نہیں کہ مذہب شافعی میں ابواسحاق شیرازی، ان کے بعد امام محمد غزالی اور ان کے بعد امام رافعی اور ان کے بعد امام نووی ان کے افضل اصحاب میں تھے۔ جس طرح مذہب حنفی میں امام ابو یوسف و امام محمد اور ان کے بعد طحاوی و کرخی اور ان کے بعد قدوری، برہان الدین مرغینانی اور ابوالبرکات نسفی امام ابو حنیفہ کے افضل اصحاب ہیں۔ طریق نقشبندیہ میں شیخ علاء الدین عطار، ان کے بعد خواجہ عبید اللہ احرار ان کے افضل اصحاب تھے اور اسی طرح کی مثالیں دوسرے علوم و فنون میں ہیں۔ حضرت شاہؒ کی دلیل عقلی کی یہ بحث نقلی دلائل سے بھی خالی نہیں اور اس میں درمیان درمیان سوال و جواب کا سلسلہ بھی چلتا گیا ہے اور ان کے مآخذ میں آیات و احادیث ان کی کتب سے ہیں:

دارمی اور مسلم کے علاوہ بہجۃ الاسرار، مقامات خواجہ نقشبندیہ کو بھی پڑھنے کا مشورہ دیا ہے۔ دوسرے مآخذ ہیں: حاکم، واحدی (سورہ فتح: ۲۹۔ محمد رسول اللہ الخ کی تفسیر، جو حضرت شاہؒ کی بہت پسندیدہ ہے، ازالۃ الخفاء، فتح الرحمٰن وغیرہ کی طرح یہاں بھی موجود ہے)۔ مقدمہ سادسہ کے تحت شیخین میں ان خصال کی کامل موجودگی سے بحث کی ہے اور متعدد آیات کے علاوہ احادیث نبوی نقل کی ہیں جو ماخوذ ہیں: ابو داؤد، ابو عمر/ الاستیعاب، حاکم، ترمذی، شیخین، ابن ہشام، مالک/ موطا، ابن عساکر، ابن ابی داؤد/ کتاب المصاحف وغیرہ سے۔ ان میں محدَّث، اعلم امۃ، صدیق وغیرہ کے مناقب کے بعد شیخین کی علمی خدمات اور شریعت کی عطایا پر بحث کی ہے۔ تدوین قرآن کی بحث میں شیخین کے ساتھ خلیفہ سوم کی خدمت گرامی کے بارے میں احادیث ہیں: بخاری، بغوی/ شرح السنہ (سبعۃ احرف پر نزول کی بحث میں)، بخاری و مسلم، مالک، حاکم،

موطا/تفسیر سورہ جمعہ: اذا نودی للصلوٰۃ ...... میں فاسعوا کی امضوا/ المضی سے، امام شافعی، استیعاب، ترمذی (کئی روایات) اس کے دوسرے مآخذ ہیں (۵۰-۵۴)۔

حدیث کی میراث دوسری عظیم ترین ہے۔ اس کے بھی وہی مآخذ حدیث ہیں جن کا ذکر اوپر آچکا ہے جیسے احمد، ترمذی، حاکم، تنویر الحوالک، ابن سعد، استیعاب، دارمی، موطا۔ دارمی اس میں اہم ترین ماخذ ہیں۔ اس میں حضرات شیخین کی روایت حدیث، سنت میں تبحر، اس کی تدوین واشاعت وغیرہ سے بحث کی ہے (۵۴-۵۹)۔

فقہ قرآن وسنت کے بعد سب سے زیادہ نافع علم ہے اور اس میں شیخین کی خدمات کا خصوصی ذکر کئی مآخذ سے کیا ہے جیسے امام محمد/ کتاب الآثار، دارمی، مالک، احمد، بخاری، حاکم، بغوی/ شرح السنہ، ابو یوسف/ کتاب الخراج (متعدد روایات)، ابوداؤد، ابن ابی شیبہ (روایات کے فرق پر بھی بحث کی ہے)، ابن ماجہ، اس میں اجماع پر مختصر کلام کر کے طہارت، نماز: اوقات، نماز میں قراءت علیٰ سبعۃ احرف: سورۂ فرقان کی قراءت عمرو ہشام، قیام رمضان/ تراویح: اجماع صحابہ، روزہ، زکوٰۃ، حج (قران و تمتع پر تنبیہ شاہؒ)، نکاح، طلاق، بیوع، شہادت، وقف، لقطہ، اموات، شرکہ، ہبہ وغیرہ سے متعلق بہت سے مسائل میں شیخین بالخصوص حضرت عمرؓ کے فتاویٰ واحکام کا ذکر کیا ہے۔ حضرت شاہؒ نے موطا امام مالک کی گویا اس میں تلخیص کر دی ہے کہ بیشتر احادیث واحکام ان سے لیے ہیں اور ان کے بعد امام محمد سے۔ دارمی اور حاکم ان کے بعد آتے ہیں۔ بخاری اور بغوی، ابن ابی شیبہ کی روایات بھی کافی ہیں۔ احمد اور ابو یوسف بھی اہم ترین مآخذ ہیں (۵۹-۹۲ یہ بہت طویل، مفصل و مدلل بحث ہے)۔

شیخین کی صفات کاملہ، جن کو عرفِ زمان میں طریقت کہا جاتا ہے، کا بہت دلنواز ذکر ہے اور احادیث سے آراستہ۔ اس کے مآخذ ہیں: ابن ابی شیبہ (متعدد روایات)، امام مالک، شواہد النبوۃ، بیہقی، ابو بکر/ المموارد، ابن ابی الدنیا/ کتاب القبور، ابن عساکر، احمد، ابن سعد، ابن اسحاق، ابن عبدالبر/ استیعاب، نفحات، امام مستغفری (۹۲-۱۰۵: اس میں سب سے زیادہ روایات ابن ابی شیبہ سے ہیں پھر امام مالک سے)

مآثر جمیلہ حضرت صدیق اکبر کے ماخذ ہیں: ابو عمر/ ابن عبدالبر کی استیعاب، مصعب زبیری، ابن اسحاق، حاکم ، بخاری (سیرۃ ابن اسحاق)، ترمذی، بخاری، واحدی/ وسیط اور بعض دوسرے مذکورہ بالا ماخذ کا عمومی حوالہ بھی آیا ہے۔ ابن اسحاق، بخاری اور حاکم ان کے اہم ترین ماخذ ہیں، حاکم کی بعض روایات طریق محمد بن عمر (واقدی) سے بھی ہیں۔ وفات نبوی پر بحث ختم ہوتی ہے۔ اس میں نسب، علمیت، شرافت، اسلام ، خدمات/ مسلمین اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ، ہجرت، مشاہد میں شرکت وغیرہ کا ذکر ہے۔ ایک طرح سے یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سیرت وسوانح ہے جس کا مبسوط و مفصل ذکر ازالۃ الخفاء کے مقصد دوم میں آیا ہے (۱۰۵-۱۲۱)۔

مآثر جمیلہ فاروق اعظمؓ میں تمام سوانح، احوال و واقعات عہد نبوی کا ذکر کیا گیا ہے جو ازالۃ الخفاء کا مقدمہ کہا جا سکتا ہے۔ سوانح صدیق اکبرؓ کے مقابلے میں یہ اضافہ خاص ہے کہ حضرت شاہؒ نے خلافت فاروقی کی فتوحات وغیرہ کا بھی ذکر اس میں کیا ہے اور ان کی اولیات و خدمات کا بھی۔ اس کے بھی وہی معروف ماخذ ہیں جیسے ابو عمر، زبیر صاحب النسب ، بخاری، ابن اسحاق (واقعہ اسلام وغیرہ)، حاکم، ابن ہشام فی زیاداتہ علی السیرۃ ، یافعی، روضۃ الاحباب وغیرہ۔ اس کے بعد تفضیل شیخین اور حب الختنین پر مختصر بحث کی ہے (۱۲۱-۱۳۶: ابن اسحاق عہد نبوی کے واقعات کے اہم ترین ماخذ ہیں، پھر بخاری اور ابن عبدالبر ہیں اور واقعاتِ خلافت میں ماخذ کا ذکر بہت کم ہے)۔

مآثر جمیلہ ذی النورین کی بحث مختصر ہے اور اس میں خلیفہ سوم کی سوانح مختصراً جمع کر دی ہے۔ اس کے ماخذ ہیں: صحیح مسلم ، ترمذی اور حاکم۔ بیشتر واقعات و سوانح کا خلاصہ بلا ذکر ماخذ ہے (۱۳۶-۱۳۸)۔

مآثر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح مختصر ہیں لیکن حضرت عثمان

کے مآثر سے زیادہ۔ نسب، ولادت، اسلام، فضیلت وغیرہ تمام واقعاتِ عہد نبوی کا ذکر صرف ایک صفحہ میں ہے، پھر فضائل ومناقب کا ذکر ہے اور ان کی خدمات جلیلہ وغیرہ کا اور خلافت کے واقعات کا بھی مختصر حال ہے۔ اس کے مآخذ یہ ہیں: امام احمد، صحیح مسلم (اہلبیت میں شمار کرنے کی حدیث)، نووی، شیخ عبدالقادر/ غنیۃ وغیرہ (۱۳۸-۱۴۹: قتل عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ کے درمیان جنگوں پر بڑی عمدہ بحث ہے خاص کر یہ تبصرۂ حضرت شاہؒ کہ حضرت معاویہ عدول فضلاء اور صحابۂ نجباء میں سے تھے اور وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے جس طرح حضرت علیؓ اپنے آپ کو برسرِ حق جانتے تھے۔ یہ اجتہادی اختلاف تھا اور اس سے ان کی عدالت متاثر نہیں ہوتی۔ البتہ وہ بعض صحابہ کی خطائے اجتہادی کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔ متعدد احادیث و واقعات کی اسی طرح توجیہ کی ہے۔ اس میں معتزلہ، خوارج، صوفیہ وغیرہ کا بھی ذکر ہے)۔

مقدمہ سابعہ شیخین کے دوسرے صحابہ پر ترجیح سے بحث کرتا ہے۔ اس کے متعدد نکات ومباحث ہیں اور ان کے مآخذ یہ ہیں: ترمذی۔ حاکم، ابن عبدالبر، احمد، قرآنی آیات، کلبی، ابن ابی شیبہ، بخاری (نشر علوم کی جہت سے افضلیت شیخین)، مسلم مقدمہ صحیح، دارمی، کشاف، اشعار جلال الدین رومی، اقوال خواجہ نقشبند و شیخ عبدالقادر جیلانی (در صفات قلبیہ/ تصوف وسلوک) نیز بحوالہ شیخ ابن عربی۔ یہ بطور مثال ونظیر آئے ہیں۔ اس پوری بحث میں حضرت شاہؒ کا موقف یہ ہے کہ متعدد حضرات صحابہ کسی نہ کسی میدان اور وصف میں افضلیت رکھتے تھے مگر وہ جزوی فضیلت تھی، خلفاء اربعہ بالخصوص شیخین افضلیت کلی رکھتے تھے اور خلافتِ نبوت کے اوصاف سے ان کی سرفرازی ان کو افضل بناتی ہے۔ حضرت شاہؒ نے متعدد روایات واحادیث پر، جو حضرات علی و فاطمہؓ کے بارے میں ہیں اور ان میں سے بعض مسند احمد میں بھی ہیں، نقد فرمایا ہے کہ وہ صحیح نہیں ہیں۔ افضلیت شیخین کی متعدد جہات اس میں آئی ہیں (۱۴۹-۱۷۸: اس میں نفس ناطقہ جیسے افکار وخیالات حضرت شاہؒ سے بھی بحث کی گئی ہے جو ان کی کتاب حجۃ کی اصل بحث ہے۔ حضرت علیؓ کی خلافت کے زمانے میں ان کی خوارج اور صحابہ کرام سے جنگوں اور بعض دوسرے واقعات پر بھی بحث کی ہے اور شیعانِ حضرت علیؓ کی کمزوریاں بتائی ہیں)۔

اگلی بحث یہ ہے کہ بعض لوگ حضرت علیؓ کی تفضیل کے قائل ہیں۔ حضرت شاہؒ نے ان کے اوصاف و خدمات کے بارے میں احادیث و واقعات نقل کر کے ان کے مآخذ کا ذکر کیا ہے پھر ان کی تردید کی ہے کہ ان سے افضلیت حضرت علیؓ ثابت نہیں ہوتی۔ افضلیتِ شیخین ثابت کرنے کے لیے تین فصول میں بحث کی ہے اور ان کی فصل اول کے مآخذ ہیں: بہت سی احادیث کا عمومی حوالہ، احمد، ترمذی، موطا، مسند شافعی، آثار محمد و مسند ابی حنیفہ میں مذہب ابن مسعود ہے جو اصلاً مذہب فاروقی پر مبنی ہے۔ مقدمہ صحیح مسلم، ابن ابی شیبہ، بخاری، ابو عمر/ ابن عبدالبر، مواقف و شرح مواقف، ابن اسحاق، ابو داؤد، حاکم، دار قطنی، مالک، شیخ الشیوخ، واحدی، ان میں احکام و قضایای شیخین بالخصوص قضایائے فاروق اعظم، ان کی حکمت و فراست، تدبر و دور بینی اور دوسرے اوصاف و ملکات سے بحث کر کے افضلیت شیخین ثابت کی ہے۔ شیخین کے عہد خلافت کے واقعات و برکات کا موازنہ بھی خلافت علیؓ کے واقعات و احوال سے بہت کیا ہے اور ان اوصاف اور کارناموں کا جو حضرت علیؓ کو میسر نہ تھے (۱۷۸-۲۲۶: متعدد فضلائے صحابہ کے بارے میں احادیث اور ان میں مذکور مناقب خصوصی کا ذکر کیا ہے مگر ان کے مآخذ کا حوالہ نہیں دیا۔ حضرت شاہؒ کا ایک تبصرہ بہت عمدہ ہے کہ بحث و کلام افضلیت میں ہے نہ کہ فضیلت میں، فضیلت تو تمام صحابہ کرام کی ثابت ہے (۱۹۱)۔ مختلف جہات جیسے دعوت اسلام، خطابت و بلاغت، انفاق مال، سخاوت، نشر علوم، زہد و طریقت وغیرہ سے افضلیت شیخین پر کلام کیا ہے۔ رد و نقد کے لیے امام رازی کی اربعین اور شبہات طوسی کا بھی حوالہ دیا ہے۔ دراصل وہ اشاعرہ کے افکار پر نقد ہے)۔

فصل دوم وراقیت کے نقطہ نظر سے افضلیت شیخین پر شبہات وارد ہونے کی تردید میں ہے۔ اس کے مباحث بھی احادیث سے ماخوذ ہیں جیسے آراضی فدک، قطع ید، میراث جدہ، قصاص مالک بن نویرہ، امور مسلمین پر حضرت صدیق کا امیر نہ بنانا، حضرات اسامہ و عمرو بن العاص کی امارت میں شیخین کا بطور مامور شریک ہونا، استخلاف شیخین کی نص نہ ہونا، حضرت شاہؒ نے سات مقدمات کے تحت ان پر اور ان کی احادیث پر بحث کی ہے۔ ان کے بنیادی مآخذ وہی ہیں جو اوپر مذکور ہو چکے جیسے آیات قرآنی،

حدیث و واقعہ فدک کے لیے عام اصحاب حدیث و مسانید کا حوالہ دیا ہے اور امام شافعی و امام ابو حنیفہ کے بعض مسائل میں احکام کے نظائر سے بحث کر کے بنی نضیر کی آراضی وغیرہ کی احادیث سے اس پر بحث کی ہے۔ احادیث کے مآخذ ہیں: ابو داؤد، بغوی/ شرح السنۃ جن کے حوالے سے اور بعض دوسرے غیر مذکور مآخذ کے ذریعے آراضی فدک کا پورا قصہ بیان کیا ہے۔ حضرت صدیقؓ کے چور کے داہنے ہاتھ کے کاٹنے کی سزا کو خلاف سنت بتانے والے اعتراض پر بحث میں جن مآخذ کا حوالہ دیا ہے وہ ہیں: موطا امام مالک اور شرح السنہ سے اختلاف و اقوال فقہاء نقل کر کے اسے سنت ثابت کیا ہے جیسا کہ بعض کا مسلک ہے۔ میراث جدہ، قصاص مالک بن نویرہ وغیرہ بعد کے مسائل و اعتراضات میں احادیث و مآخذ کا عمومی ذکر کیا ہے اور بعض میں متعین مآخذ کا ذکر نہیں کیا۔ جن کا واضح ذکر کیا ہے، وہ ہیں: حاکم (کئی روایات)، بخاری، ترمذی، ابن اسحاق (مقامات صوفیہ کی نظیر)، نووی/ شرح مسلم وغیرہ، ابن عبد البر۔ زیادہ حوالہ احادیث کا ہے۔ اس بحث میں خلافت نبوت پر عمدہ عقلی اور استدلالی بحث کی ہے۔ امام ابو بکر باقلانی، امام الحرمین، امام رازی، قاضی عضد الدین، ملا سعد تفتازانی اور کلام شیخ میں ظنیت کی طرف رجحان ہے اور بعض کا قطعی کی طرف۔ تفضیل/ افضلیت خلفائے ثلاثہ پر بہت سی احادیث بھی جمع کی ہیں۔ ان کے اور دوسرے مباحث کے بعض مآخذ ہیں: کتاب ابن ابی خیثمہ، پھر حضرت ذوالنورین کی حضرت علیؓ پر افضلیت کے اختلاف علماء کے نظریہ سے بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ "این ترتیب در افضلیت است"۔ بخاری، ابو عمر، ترمذی، ابن حجر مکی، قاضی عیاض وغیرہ مآخذ ہیں۔ حضرت ابو بکر و حضرت علی کی تفضیل میں علماء کا اختلاف نقل کیا ہے۔ متکلمین کے اقوال ہیں جن میں ابو الحسن اشعری، نووی، ابو بکر باقلانی، امام رازی، قاضی بیضاوی وغیرہ کا ذکر خاص ہے۔ اشعار حضرت حسان، احادیث بابت متعہ، حج قران و تمتع اور حدیث قرطاس سے بحث کی ہے۔ (۲۲۶-۲۹۸: اس بحث کے اواخر میں حضرت ختنین کے مطاعن کا رد ہے جو بالترتیب مطاعن کے لیے ۲۷۰-۲۷۴ اور ان کے رد کے لیے ۲۷۴-۲۹۸ تک ہے)۔

اصلاً یہ پوری بحث۔ حضرت علیؓ کی تفضیل اور حضرات شیخین پر شبہات ثابت کرنے کی بحث۔ طوسی کے شبہات رد کرنے کے لیے ہے۔ اسی لیے بار بار ان کا قول نقل کر کے اس کا رد لکھتے ہیں۔ اس کو حضرت شاہؒ نے مطاعن شیخین کی بحث قرار دیا ہے اور اس سے فارغ ہونے کے بعد مطاعن ختنین سے یکے بعد دیگرے بحث کی ہے۔ مطاعن اور ان کے رد و نقد کے مآخذ ہیں: ابوعمر/ استیعاب، احمد، طبری، حاکم وغیرہ۔ اس بحث میں مختلف اکابر محدثین اور متاخر مؤلفین کے جمع و تدوین حدیث پر بڑی قیمتی گفتگو ہے (۲۸۲-۲۸۳ و ما بعد)۔ اس میں مآخذ سے زیادہ احادیث کا ذکر ہے لیکن بہرحال مآخذ کا ذکر بھی مل جاتا ہے جیسے بخاری، ابن حجر/ لسان المیزان، ترمذی/ جامع، حکیم ترمذی، طبرانی، ذہبی، حاکم، ابن جوزی/ موضوعات، طحاوی، سیوطی، خطیب، نسائی، ابن حبان۔ موضوعات و واہیات پر روایتی اور درایتی نقد حضرت شاہؒ مذکورہ بالا مآخذِ نقد کے واسطہ سے بھی ہے اور خود حضرت شاہؒ کی فکر پر مبنی بھی۔ صحیح احادیث جیسے بارہ خلفاء کی پیشگوئی وغیرہ پر بحث کر کے ان کے معانی و اطلاقات کو بیان کیا ہے اور ان کی تعبیر و تشریح میں امام مالک وغیرہ کے اقوال خلافتِ ابن الزبیر اور خلفاء بنی امیہ کے بارے میں نقل کیے ہیں۔

اس بحث کی فصل سوم اور کتاب قرۃ العینین کی آخری بحث میں حضرت شاہؒ نے صوفیہ کے شبہات نقل کر کے ان کا رد مفصل لکھا ہے۔ اس کی متعدد اقسام بتائی ہیں۔ اول سلسلۂ تصوف کا حضرت مرتضیٰ سے آغاز اور ان پر اعتماد کے سبب ان کی تفضیل کے قائل ہیں، دوسرے تصوف پر شریعت کی برتری کے حامی ہیں۔ بہرحال ان تمام مباحث میں حضرت شاہؒ نے بہت سے صوفیہ کا ذکر کیا ہے۔ ان کے اقوال سے قائلین و ناقدین کے تمسک سے تعرض کیا ہے اور اپنی بحث و تنقید میں دلائل دیے ہیں اور ان میں مآخذ کا ذکر بھی ہے۔ اکابر صوفیہ میں جن کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں: معروف کرخی، علی بن موسیٰ رضا، داؤد طائی، حسن بصری، محی الدین ابن عربی، ابو طالب مکی (استاد صوفیہ ہیں کہ احیاء، غنیۃ اور عوارف ان سے مستفاد ہیں) نفحات، ابراہیم بن ادہم، فضیل عیاض، سفیان ثوری، عبدالواحد بن زید سے اکتساب وغیرہ کے لیے کتب حدیث و طبقات صوفیہ

کا عمومی حوالہ دیا ہے اور ان سب کا بطور مثال ذکر کیا ہے۔

حضرت شاہؒ کے اہم ترین دلائل و مباحث یہ ہیں: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام علوم شیخین، حضرت مرتضٰی اور صحابہ کرام کو عطا فرمائے تھے، تمام سلاسل حضرت علیؓ پر منتہی نہیں ہوتے، حضرت مرتضٰی سے اتصال سلاسل مشہور ہے ثابت نہیں کہ محدثین حضرت حسن بصری کے اتصال کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس کے ثبوت میں حضرت شاہؒ نے محدثین و ناقدین کا ذکر کیا ہے جیسے ابن وجیہ، ابن صلاح، ابن حجر، سہروردی کے مطابق شیخین سے سلاسل کی وابستگی زیادہ ہے۔ بخاری، مسلم، ترمذی اور ابو داؤد وغیرہ نے حضرت حسن بصری کی حضرت مرتضٰی سے روایات کو متصل نہیں تسلیم کیا ہے۔ اس پر کافی مدلل بحث ہے جس میں دوسرے مآخذ ہیں: استیعاب وغیرہ۔ تنبیہ کے تحت یہ بیان ہے کہ رسوم صوفیہ اور رسم تصوف ''در زمان صحابہ و تابعین نبود'' پھر ان کا ذکر کیا ہے۔ حضرت شاہؒ نے ''قولہ'' کا ذکر کر کے اس کا رد بار بار کیا ہے۔ مآخذ دراصل حلیۃ الصالحین، عوارف، قوت القلوب، خواجہ محمد پارسا کا رسالہ قدسیہ، شیخ عبداللہ انصاری، ابوالقاسم قشیری، امام غزالی، شیخ جیلانی اور متعدد سلاسل کے صوفیہ کے ملفوظات وغیرہ تفضیلِ شیخین پر دلالت کرتے ہیں۔ قراءت کے باب میں شیخ القراء جزری، تذکیر، کرامات و خوارق میں شیخ سہروردی اور فضل کلی کی بحث میں امام غزالی، مولانا روم وغیرہ کا حوالہ دیا ہے۔ شیخین کو بہر حال فضل کلی حاصل ہے۔ یہ منفرد بحث ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آل پر درود، مکاشفات صوفیہ اور دوسرے مباحث میں مآخذ سے زیادہ نظائر ہیں اور دلائل بھی۔ تشبہ بالنبی کی بحث میں محمود غزنوی کی از روئے زائچہ مشابہت پر دلچسپ بحث ہے۔ ان سب کا ماحصل یہ ہے کہ شیخین کو دلائل نقلی و عقلی دونوں سے افضلیت حاصل ہے (۲۹۸-۳۳۱)۔

مآخذ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء

ازالۃ الخفاء حضرت شاہ کی تصنیف کا موضوع بالعموم خلافت راشدہ کی تاریخ سمجھا

جاتا ہے۔ اصلاً وہ امام فلسفہ تاریخ ابن خلدون کے مقدمہ کی طرح خلافت اسلامی کی اصول وضوابط کی کتاب ہے اور اصول دین پر ہے۔ حضرت شاہؒ نے اپنے مقدمہ ازالۃ الخفاء میں بھی اور متعدد دوسری کتب ورسائل میں بھی خلافت کو اصول دین میں شمار کیا ہے۔ اس کے مآخذ میں اسلامی علوم وفنون میں سے متعدد کی کتابیں اور رسالے شامل ہیں اور عظیم اسلامی شخصیات عبقریات بھی۔ حضرت شاہؒ نے کبھی عبقریات وشخصیات کے حوالے سے واقعات، اصول اور روایات واحادیث بیان کی ہیں، کبھی ان کی کتابوں کا ذکر خاص کیا ہے اور کبھی مؤلفین کرام کا ذکر کیا مگر کتابوں کا حوالہ نہیں دیا، کبھی دونوں کی صراحت کی ہے۔ بیانِ واقعات اور ذکرِ روایات کے علاوہ حضرت شاہؒ اپنے خاص بیانات ومباحث میں بہت سے اکابر کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ ذکر بھی بطور مثال ہوتا ہے، کبھی ان کے اوصاف اور صفات سے متعلق ہوتا ہے اور کبھی ان کا ذکر تائید وتوثیق کے لیے آتا ہے۔ متعدد علوم وفنون کی کتابوں اور رسالوں کا ذکر اس کے ہر صفحہ اور ہر بحث میں ملتا ہے۔ ان میں آیات قرآنی کو اولیت حاصل ہے۔ ان کے بعد احادیث کے اکابر اور ان کی کتابوں خاص کر معتبر ومستند مآخذ کا ایک قاموس اس کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے۔ آخر میں حضرت شاہؒ نے بعض مسانیدِ صحابہ پوری کی پوری اس کتاب میں اپنے مباحث کی تائید میں بطور مآخذ سمو دی ہیں۔ حدیث و روایت کے عمومی ذکر اذکار کی مقدار وتعداد کا احاطہ کرنا مشکل ہے کہ وہ ان سے قدم قدم پر استشہاد واستدلال کرتے ہیں۔ اسی طرح کتبِ سیرت وتاریخ کی روایات کبھی اپنے مآخذ کے متعین ذکر کے ساتھ بہت سے مقامات پر ملتی ہیں اور کبھی ان کا عمومی اور بلاتعیین مآخذ ذکر ملتا ہے۔ ان کو تمام معتبر ومتداول کتب تاریخ سے ہی اخذ کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے مآخذ میں بعض مؤلفین صوفیہ اور ان کی کتابوں کی روایات کا ذکر بہت اہم اور معنی خیز ہے کہ وہ حضرت شاہؒ کے جامعِ شریعت وطریقت شخصیت ہونے پر دلالت کرتا ہے جبکہ دوسرے کسی ایک کے حامل ہوتے ہیں۔ ان تمام مآخذ ومراجعِ ازالۃ الخفاء کا ایک تجزیاتی موضوعاتی جائزہ آئندہ اوراق میں پیش کیا جا رہا ہے۔

ازالۃ الخفاء میں آیاتِ قرآنی

غالباً حضرت شاہؒ کو خلافت راشدہ کے اثبات و استدلال کے لیے اولین خیال فتح الرحمٰن کے فارسی ترجمہ و حواشی کی تحریر کے وقت آیا تھا۔ اسی وجہ سے انھوں نے ایسی تمام آیاتِ کریمہ سے خلافت راشدہ پر دلالت پکڑی ہے اور متعدد آیات کریمہ کے حواشی میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اس پر ایک تحقیقی مطالعہ خاکسار راقم سپرد قلم کر کے شائع کر چکا ہے۔ قرۃ العینین اور ازالۃ الخفاء کی تالیف کے وقت بھی حضرت شاہؒ نے ان آیاتِ کریمہ سے خلافت اربعہ پر استدلال کیا ہے اور ان کو دوسرے مباحث و مضامین کے علاوہ خاص اثباتِ خلافتِ نبوت کی بحث میں ذکر کر کے ان پر مفصل و مدلل بحث کی ہے۔ وہ آیاتِ کریمہ حسب ذیل ہیں:

مقصد اول: فصل سوم (۵۱-۱۲۷ و مابعد)

۱۔ وعد الله الذین امنوا منکم لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلکم الخ — نور:۵۵

۲۔ ان الله یدٰ فع عن الذین امنوا الخ — حج:۳۸

۳۔ ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصٰلحون — انبیاء:۱۰۵

۴۔ یا یها الذین امنو من یرتدمنکم عن دینه فسوف یاتی الله بقوم یحبهم و یحبونه الخ — مائدہ:۵۴

۵۔ قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الیٰ قوم — فتح:۱۶

۶۔ محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم الخ — فتح:۱۶

۷۔ یریدون ان یطفئوانورا لله بافوٰههم والله متم نوره الخ — صف:۸

۸۔ کنتم خیرامۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر الخ آل عمران: ۱۱۰

۹۔ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قتل الخ حدید: ۱۰

۱۰۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون حجر: ۹

۱۱۔ لاتحرک بہ لسانک لتعجل بہ الخ قیامہ: ۱۶ ومابعد

ان آیاتِ کریمہ پر بحث کے ضمن میں حضرت شاہؒ نے متعدد دوسری آیات کریمہ کا حوالہ دیا ہے اور ان سے ارتباط و تعلق دکھایا ہے۔ اسی کے ساتھ انھوں نے متعدد تابعی علماء وصحابہ کرام کے اقوال اور مفسرین کی تشریحات سے بھی بحث کی ہے جیسے سیوطی کا حوالہ ہے: ۱/ ۷۶۔

فصل ششم ان ارشاداتِ الٰہی اور آیات قرآنی کے باب میں ہے جو خلافت خاصہ کی صفات اور خلفاء کی خلافت اور ان کے فضائل و مناقب پر دلالت کرتی ہیں۔ حضرت شاہؒ نے اس کی تمہید میں ایک حکیمانہ بحث کی ہے جس میں علم حدیث کی طبعی حیثیت کا ذکر ہے اور اس میں متعدد فنون اور ان کی کتابوں کا ذکر بھی ہے۔ حضرت شاہؒ لکھتے ہیں: ”علم حدیث اپنی طبعی حیثیت سے پانچ فن پر منقسم ہوتا ہے: ۱۔ سب سے زیادہ قوی (معتمد علیہ) باعتبار اسناد کے فن سنن ہے...... جیسے موطا اور جامع سفیان۔ ۲۔ اس کے بعد فن سیرت مثل کتاب محمد بن اسحاق اور کتاب موسیٰ بن عقبہ اور شمائل کے ابواب بھی اس میں داخل ہیں۔ ۳۔ اور فن تفسیر جیسے تفسیر عبدالرزاق اور تفسیر بخاری و ترمذی وابن ماجہ وحاکم وغیرہ۔ ۴۔ اور فن زہد ورقاق...... جیسا کہ متقدمین میں سے ابن المبارک کی کتاب الزہد اور متاخرین میں سے کتاب قوت القلوب اور اس کی فروع، اور ابواب فتن اور اشراط قیامت اور دوبارہ اٹھایا جانا اور بہشت و دوزخ کے بیانات بھی رقائق میں داخل ہیں اور ۵۔ فن معرفۃ الصحابہ جیسے استیعاب اور مناقب صحابہ بھی اسی فن میں داخل ہیں۔ اکثر احادیث ایسی ہیں جو دو یا تین فنون سے مناسبت رکھتی ہیں۔ ان کو

ان فنون میں سے ہر ایک فن کے ماتحت لایا جاسکتا ہے اور بعض کتابیں ایسی ہیں جو تنہا ایک فن کے لیے تصنیف کی گئی ہیں، اور بعض ایسی ہیں جو دو فن یا تین فن کے لیے تصنیف ہوئی ہیں" (۱/ ۲۶۹)۔ اس کے بعد حضرت شاہؒ نے سورۃ الفاتحہ سے اواخر قرآن مجید تک سورہ بہ سورہ ان متعلقہ آیات سے بحث کی ہے۔ ان کے مآخذ ہیں: بغوی، دارمی، حاکم، طبرانی، بزار، طبرانی / اوسط، بیہقی / اسماء وصفات، بخاری، ترمذی، جامع سفیان، احمد، ابو داؤد، شافعی / کتاب الام، دار قطنی، ابو یعلیٰ، مسلم (سورۃ بقرہ)، مفسرین کا اختلاف، امام شافعی، بخاری، ابن ماجہ (سورہ آل عمران)۔ اسی طرح تمام دوسری سورتوں کے مآخذ ہیں جو بالعموم معروف اور مذکورہ بالا ہی ہیں۔ حضرت شاہؒ نے اس بحث میں خلفاء کرام کے فتاویٰ اور فقہی مسالک کا بھی ذکر کیا ہے۔ نئے مآخذ ہیں: تفسیر ثعلبی، امام مالک (بخاری ومسلم)، ابو عبدالرحمٰن سُلمی، نسائی، موسیٰ بن عقبہ (قصہ بدر)، ابن عساکر (واقعہ اسراو معراج ابو یعلیٰ کے ساتھ)، سورۂ اخلاص پر یہ بحث ختم ہوتی ہے۔ اس میں بعد کی سورتوں میں مآخذ سے زیادہ صحابہ، تابعین اور مفسرین کی روایات کا زیادہ ذکر ہے اور مآخذ بھی آتے رہے ہیں۔ حضرت شاہؒ کی یہ بحث تو خلفاء اربعہ اور ان کے مناقب وفضائل اور استحقاق خلافت سے اصلاً متعلق ہے لیکن اس میں حسب ذیل اہم مباحث بھی ہیں:

-- خلفاء اربعہ کے عہد کے واقعات واحوال

-- حضرت شاہؒ کی تفسیری خدمات وعطایا جو فتح الرحمٰن پر اضافہ ہیں، یہ تفسیرِ شاہ بھی کہی جاسکتی ہے۔

-- آیات کریمہ کے تراجم بالکل نئے ہیں اور فتح الرحمٰن ومصفیٰ سے مختلف بھی۔

-- یہ تمام تفاسیر واحادیث کی کتب کا خلاصہ ہے۔

۱/ ۳۶۹-۵۴۸

کتب حدیث بطور ماخذ ازالہ

فنِ حدیث میں حضرت شاہؒ کو جو تبحر خاص حاصل تھا اس کی وجہ سے وہ محدث کے لقب سے بھی سرفراز ہیں۔ اگرچہ صرف یہ لقب ان کی عبقریت کو پوری طرح اجاگر نہیں کرتا اور ان کے تبحر اور اختصاص کا صرف ایک پہلو بتاتا ہے۔ حضرت شاہؒ کو اللہ تعالیٰ نے اکابر محدثین کی فنی مہارت، علمی تبحر، حدیثی عبقریت اور ہمہ گیر وسعت سے نوازا تھا۔ ان کی ہمہ بیں اور ہمہ گیر نظر سے متقدمین اور متاخرین کا جمع کردہ تمام ذخیرہ احادیث نہ صرف گزر چکا تھا بلکہ اس میں بس گیا تھا۔ حضرت شاہؒ اسی کے ساتھ ان میں نقد و نظر کی صلاحیت سے بھی کام لیتے تھے اور حکمت و فراست تو ان کی صفت خاص تھی۔ مسویٰ و مصفیٰ میں حضرت شاہؒ کی محدث فقیہ/ فقیہ محدث کی حیثیت سامنے آتی ہے کہ وہ دونوں فنون کے غواصِ معانی تھے۔ اپنی کتاب حجۃ میں ان کے قلم سے وہ جواہر حکمت نکلے ہیں جو اسرار دین اور اسرار و حِکَم حدیث کھولتے اور سمجھاتے ہیں۔ ازالۃ الخفاء میں تمام حدیثی وراثت اور سرمایہ پر ان کی ماہرانہ گرفت نظر آتی ہے جو اسے قاموسِ حدیث بناتی ہے۔

حضرت شاہؒ نے بعض کتابوں میں صراحت کی ہے کہ ان کے ماخذِ حدیث بالعموم چار معتبر ترین کتابیں ہیں۔ بخاری و مسلم کی صحیح اور ابوداؤد و ترمذی کی کتابیں۔ موطا امام مالک کا وہ حوالہ بطور ماخذ کم دیتے ہیں کہ وہ تو ان کے خیال میں اصل الاصول اور صحیحین سمیت تمام کتب حدیث کا ماخذِ اصلی ہے اور اس کا بھرپور استعمال وہ اپنی شروح میں کر چکے ہیں۔ ان چاروں معتبر و مستند کتبِ حدیث کے علاوہ حضرت شاہؒ متعدد دوسری کتب حدیث کی روایات لیتے ہیں۔ ان میں اہم ترین حسب ذیل ہیں:

۱۔ ابن ماجہ

۲۔ ابن عبدالبر/ الاستیعاب

۳۔ بیہقی

صحیح بخاری کی روایات

خلافت راشدہ سے وابستہ متعدد واقعات، اصول اور معاملات میں حضرت شاہؒ نے صحیح بخاری کی احادیث نقل کی ہیں۔ ان میں سے بہت سی ایسی ہیں جن میں ماخذ کا حوالہ یا تصریح نہیں لیکن متعدد میں صحیح بخاری کا ذکر ملتا ہے۔ ان کا ایک موضوعاتی جائزہ شروع میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ ان کے بطور ماخذ استعمال کی حیثیت و نوعیت اجاگر ہو جائے۔ بعد میں ان کے صرف حوالے بقیہ صفحات دیے جائیں گے کہ سب کا احاطہ کرنا مشکل کام ہے۔

خلیفہ/ خلافت کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ خلیفہ مرد ہو عورت نہ ہو۔ حضرت شاہؒ نے اس کی تائید و استناد صحیح بخاری کی اس حدیث سے حاصل کیا ہے جس میں ایرانی شہنشاہ کی ایک دختر کے حکمراں ہونے کے حوالے کے بعد فرمان نبوی ہے کہ وہ قوم فلاح نہیں پا سکتی جس کی امارت کی باگ ڈور ایک عورت کے ہاتھ میں ہو (۱/۲۲)

-- شرائط و اوصاف خلیفہ میں سے ایک بدر اور مشاہد خیبر میں شریک ہونا بتایا ہے اور اس کے لیے بدری صحابہ کی افضلیت کی حدیث بخاری نقل کی ہے (۱/۳۶)

-- استحقاقِ خلافت کے مسئلے پر حضرت ابن عمرؓ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان امویؓ سے اپنے زیادہ مستحق ہونے کی بات کہنی چاہی تھی لیکن پھر مصلحت امت کی وجہ سے نہیں کہی۔ یہ پوری حدیث بخاری سے ماخوذ ہے (۱/۳۶)

-- خلفاء ثلاثہ کے صدیق و شہید ہونے کے سلسلے میں جبل احد پر تین خلفاء کے موجود ہونے سے متعلق حدیث بخاری نقل کی ہے (۱/۳۸)

-- شیخین کے ڈول سے پانی کھینچنے اور پلانے کی حدیث/ رویائے نبوی ۱/۶۸؛ مسلم و ترمذی۔

-- مناقب وفضائل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم: ۱/ ۱۲۸ (مسلم، دارمی کے ساتھ)
-- رویائے صالحہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے: ۱/ ۱۲۸ مسلم کے ساتھ، خلفائے راشدہ کی مشابہت انبیاء میں بھی ہے۔

احادیثِ مسلم کے حوالے

خلافت خاصہ اور خلافت عامہ اور ان کے متعلقہ مباحث میں صحیح بخاری کی طرح صحیح مسلم کی احادیث بھی حضرت شاہؒ نے جا بجا دوسری احادیث و روایات کے ساتھ نقل ہیں۔ ان کا ایک موضوعاتی تجزیہ پیش ہے:

-- خلیفہ کے طبقہ اعلیٰ اور منتخب و برگزیدہ بندوں میں سے ہونے کے لئے مسلم کی حدیث نقل کی ہے جس میں یہ فرمان الٰہی ہے کہ تمہاری تخلیق اس لیے کی گئی ہے تاکہ تمہارے ذریعہ خلق کی آزمائش کروں (۱/ ۳۳-۳۴: حضرت شاہؒ نے اس کے ساتھ حضرت داؤد علیہ السلام کی تعمیرِ مسجد اقصیٰ کی توجیہ اور اس کی تکمیل کی ناکامی کے بعد فرزند صالح سے تکمیل کرانے کا واقعہ بھی نقل کیا مگر اس کا حوالہ نہیں دیا)
-- خلفاء ثلاثہ کے جبل احد پر قیام فرما ہونے کے بارے میں حدیث نبوی کو صحیح بخاری کے ساتھ نقل کیا ہے (۱/ ۳۸)
-- ڈول سے پانی کھینچنے کی حدیث/ رویائے نبوی ۱/ ۶۸-۶۷: اس بحث خلافت میں حضرت شاہؒ نے متعدد کتب و محدثین کا ذکر کیا ہے۔ ابن مردویہ، ابوداؤد، ابو عمر/ استیعاب، بخاری، مسلم، دارمی، ترمذی، حسن بصری، ابن سعد، ابوداؤد کی تین چار احادیث، حاکم، ابویعلیٰ، بزار، طبرانی (کتاب معجم) اوسط، بیہقی، ابن عساکر (کنکریوں کی تسبیح)، تیس سال اور پینتیس سال مدت خلافت کی احادیث سفینہ وابن مسعود وغیرہ۔

اپنے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات خلفاء کی تعیین کی۔ اس کے

لیے حضرت شاہؒ نے متعدد احادیث مختلف مآخذ سے نقل کی ہیں: حاکم، اسمٰعیلی کی معجم، بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، محب طبری/ ریاض النضرہ، ابن سعد، بیہقی، ابونعیم، ابویعلیٰ، غنیۃ الطالبین (حدیث علی کہ ان پر اتفاق نہ ہوگا)، واحدی/ ریاض النضرہ میں اسناد۔

خلفائے راشدین کی اتباع کی تاکید نبوی کے لیے مآخذِ حدیث ہیں: ابن ماجہ، بخاری، مسلم وغیرہ: ۱/ ۷۳-۷۵

-- غلبہ اسلام کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں--- مسلم چار روایات، ترمذی، احمد کے ساتھ: ۱/ ۹۹-۱۰۱

-- تمام ائمہ محدثین نے صحابہ کو برا نہ کہنے کی حدیث بیان کی ہے: ۱/ ۱۱۶

-- قرآن کریم کی حفاظت کی آیت کی تفسیر سے متعلق حدیث مسلم: ۱/ ۱۲۱ (معہ بخاری)

-- بعثت نبوی کا مقصد امتحانِ امت وعوام: ۱/ ۱۲۷

ابوداؤد بطور ماخذِ ازالہ

بعض مسائل اور واقعات میں حضرت شاہؒ ایک ساتھ تین چار کتبِ حدیث اور ان کے مولفین کرام کا ذکر کرتے ہیں اور کبھی ان میں سے کسی ایک کا حوالہ دیتے ہیں۔ اول صورت اس وقت ہوتی ہے جب ایک ہی معنی کی حدیث مختلف کتب میں ہوتی ہیں۔ حضرت شاہؒ نے یہ طریقہ عام طور سے اختیار کیا ہے جیسے خلفاء ثلاثہ کے جبل احد پر ہونے کا واقعہ اور اس سے متعلق حدیث بخاری، مسلم، ترمذی، وغیرہ کے مجموعی حوالے سے نقل کی ہے۔ یہی ابوداؤد وغیرہ کا معاملہ ہے۔ ان کی انفرادی روایات بھی وہ مختلف مسائل سے متعلق نقل کرتے ہیں جیسے

-- قاضی کی تین اقسام اور ان کے انجام واعمال کے بارے میں ابوداؤد کی ایک حدیث نقل کی ہے (۱/ ۲۳)

-- حضرت ابو بکرؓ کو امت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے کی
بشارت نبوی: ۱/ ۳۹: حدیث ابو ہریرہ۔
مناقب شیخین میں حضرت شاہؒ نے عام احادیث نقل کرنے کے علاوہ
بعض کا نام بھی لیا ہے: ۱/ ۳۹: وما بعد
-- تفضیل علیؓ کی تردید اور افضلیت شیخین: ۱/ ۴۷

ترمذی کی احادیث

چار معتبر ترین کتب حدیث میں امام ترمذی کی جامع بھی شامل ہے اور حضرت شاہؒ اس کا حوالہ کبھی دوسری کتب حدیث کے ساتھ مشترکہ حدیث کے سبب دیتے ہیں جیسے جبل احد پر خلفائے ثلاثہ کے واقعہ میں ہے (۱/ ۳۸) اور کبھی اس کا خاص انفرادی حوالہ بھی دیتے ہیں۔ ان دونوں کی بعض مثالیں درج ذیل ہیں۔

دوسری کتب احادیث کے ساتھ

-- مناقب شیخین (ابن ماجہ کے ساتھ ۱/ ۳۹)
-- شیخین کے ڈول کھینچنے اور پانی سے سیراب کرنے کی حدیث: ۱/ ۶۸: بخاری و مسلم کے ساتھ)
-- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو وزیر آسمانی اور دو وزیر زمینی: ۱/ ۴۱ (حاکم نے بہت سی سندوں کے ساتھ)
-- بیعت کے بعد خلیفہ صدیقی۔ بحث شاہ ۱/ ۱۳۷ و ما بعد (معہ حاکم)

انفرادی روایات ترمذی

-- حضرت عثمان جنت میں رفیق نبوی ہوں گے: ۱/ ۳۹
-- چودہ نقباء نبوی تھے بروایت حضرت علیؓ: ۱/ ۴۰
-- اہل حبشہ کے کھیل دیکھنے کی روایت حضرت عائشہؓ: ۱/ ۱۲۹

دارمی

مسند ابوبکر صدیق کی روایت۔۹: ائمہ کا سیدھی راہ پر چلنا۔ کئی روایاتِ دارمی مع بخاری: حدیث سقیفہ بنی ساعدہ

نسائی کی احادیث

دونوں طریقوں سے احادیث و روایات نسائی بھی حضرت شاہؒ نے ازالہ کے مختلف مباحث میں دی ہیں جیسے خلفائے ثلاثہ کی جبل احد پر موجودگی کے واقعہ کے بارے میں ترمذی، مسلم، بخاری کے ساتھ نسائی کا بھی حوالہ ہے (۱/ ۳۸)۔ ان کے دوسرے مجموعی حوالے ہیں۔

امام نسائی کا بطور انفرادی ماخذ بھی ذکر حضرت شاہؒ نے کیا ہے، اگرچہ کم کیا ہے۔

حاکم/ مستدرک

-- مناقب ابوبکر میں حدیث کہ حضرت ابوبکرؓ پر آخرت میں تجلی خاص ہوگی۔ کمزور سند پر نقد مگر حضرت شاہؒ کی تقویت: ۱/ ۳۹

-- حضرت حسن کی تقرری بطور خلیفہ پر حضرت علیؓ کا تبصرہ کہ امت کو بہترین شخص پر متفق کردے گی: ۱/ ۴۵

-- خلیفہ کی امامت اولیٰ/ افضلیت وغیرہ، مفضول کو کمترین عہدوں پر بھی نہ مقرر کیا جائے/ شیخین کی افضلیت: ۱/ ۴۵-۴۶

روایاتِ ابن ماجہ

بالعموم ازالہ یا دوسری کتب میں کم نقل ہوئی ہیں لیکن بہر حال ہوئی ہیں جیسے حضرت شاہؒ نے حدیث کو چھپانے (کتمان) سے متعلق ایک روایتِ ابن ماجہ کو نقل کیا ہے (۱/ ۱۷-۱۸)

مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ

۱/ ۴۷ : افضلیت شیخین پر روایات: حضرت طلحہؓ/ ابو عبیدہؓ کے اقوال و مباحث در خلافت ابو بکرؓ و عمرؓ

۱/ ۸۵ : حضرت ابو بکرؓ پر ارتداد کے زمانے میں ذمہ داری اور حضرت عمر کے مناقب کے بارے میں روایات عائشہؓ

۱/ ۱۳۵ : سقیفہ بن ساعدہ کی حدیث امامت و بیعت صدیقی/ قریشی النسب کی بحث

عبد اللہ/ زوائد مسند

۱/ ۴۷ : روایت حضرت علیؓ/ افضلیت خلفاء ثلاثہ اور فتنہ بروایت ابن الحنفیہ وغیرہ (معہ حاکم وغیرہ)

دوسرے محدثین اور ان کی کتبِ حدیث

امام بیہقی اور امام ابن عبد البر اندلسی دونوں حضرت شاہؒ کے پسندیدہ ماٰخذ ہیں۔ بعض دوسرے ائمہ کی طرح حضرت شاہؒ نے ان کی روایات مختلف مباحث میں نقل کی ہیں۔ ان کا الگ الگ مگر مختصر تجزیہ ذیل میں درج ہے۔

ابن عبد البر/ الاستیعاب

صحابہ کرام کے اولین معاجم میں الاستیعاب کا درجہ خاصا بلند ہے کہ وہ کافی متقدم اور بلند پایہ کتاب ہے۔ دوسرے مولفینِ سوانح صحابہ کرام نے اس کو اپنا ماخذ بنایا ہے خاص طور سے ابن اثیر اور ابن حجر دونوں قدم قدم پر ان کا حوالہ دیتے ہیں۔ حضرت شاہؒ نے ان سے بہت سی روایات لی ہیں:

۱/ ۳۱ : حواری کی تعریف اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوارین کے اسماء گرامی۔

۱/۳۲ : حدیث ابن مسعودؓ کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب بہترین پایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام کے قلوب کو اور ان کو اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وزیر بنایا۔

۱/۳۶-۳۷: حضرت عبدالرحمٰن بن غنم اشعری فقیہ شام کے کلام سے ابنِ عبدالبر کی روایت بیان کی۔ وہ دراصل حضرات ابو ہریرہ و ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کی حضرت معاویہؓ کی طرف سے حضرت علیؓ کے پاس سفارت سے متعلق ہے اور جس میں حضرت معاویہؓ نے خلافت کو شوریٰ میں دائر کرنے کی تجویز حضرت علیؓ کے پاس بھیجی تھی اور اس پر حضرت ابن غنمؓ نے سخت نکیر کی تھی کہ حضرت علیؓ کی بیعتِ خلافت ہو چکی ہے، اب یہ تجویز کیوں؟

۱/۴۱ : مناقب خلفائے اربعہ: رحیم ابوبکرؓ، دین میں سخت عمرؓ، حیادار عثمانؓ اور قاضی علیؓ۔

۱/۱۱۴ وما بعد: خیرامت کی تشریح میں احادیث و روایات (معہ اقوال مجاہد، بغوی مفسر)

سننِ بیہقی

دونوں طرح کی حیثیت سنن بیہقی کو حاصل ہے: مجموعی کتب میں شمولیت بھی اور ماخذ کے بطور بھی۔ حضرت شاہؒ نے قلوب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کی حدیثِ ابن مسعودؓ ابن عبدالبر کے ساتھ بیہقی کے حوالے سے بھی بیان کی ہے مگر اس کے خاص اضافہ کا زیادہ ذکر کیا ہے کہ اس میں بہت اہم بحث ہے (۱/۳۳)۔

دوسری آزاد منفرد روایاتِ بیہقی یہ ہیں:

- بروایت امام شافعی: افضلیت حضرت ابوبکر صدیقؓ: ۱/۴۷ (باسانید متعددہ)

-- شافعی اصولیین میں سے بعض کے اس خیال پر کہ خلفائے راشدین کے اقوال دین میں حجت ہیں امام شافعی کے کلام کے ذریعے نقدِ بیہقی: ۱/۴۴-۴۵: سنن صغریٰ بیہقی۔

امام محمد بن الحسن کی کتاب الآثار

حضرت شاہؒ بعض کتب حدیث کا ذکر بعض نکات و مسائل کی تائید و تصدیق کے لیے دیتے ہیں جیسے خلفائے راشدین کے قول کے لیے کہ وہ دین میں حجت ہیں امام محمد کی کتاب الآثار کا ذکر کیا ہے کہ ان میں اور موطا میں اس کی پختہ شہادتیں ملتی ہیں (۱/۴۴)

سیوطی کی کتاب خصائص

خلافت راشدہ کے لیے حضرت شاہؒ نے سورہ انبیاء: ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر الخ کی بحث میں امام موصوف سے وہ احادیث نقل کی ہیں جو اس آیت کی تائید کرتی ہیں (۱/۷۶-۸۰)۔ اس میں متعدد مآخذ سیوطی کا ذکر بھی ہے جیسے تفسیر ابن عباس، زبور کا نسخہ، ابن عساکر، کتب سماویہ، دینوری / مجالسہ وغیرہ۔ یہ کل بائیس روایات ہیں پھر خصائص ہی سے کاہنوں کی پیشگوئیاں نقل کی ہیں: ۱/۸۰-۸۲: خصائص سیوطی کے دوسرے حوالے ہیں: ۱/۱۳۶: حضرت صدیق کی بیعت وخلافت وغیرہ۔

بغوی: حضرت شاہؒ کے ایک اہم ماخذ ہیں۔ متعدد مباحث میں ان کے حوالے بھی ہیں جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں صحابہ کی رائے کے مبحث میں: ۱/۸۴-۸۵

-- انما ولیکم اللہ کی شان نزول: ۱/۸۶

-- قل للمخلفین من الاعراب کی شان نزول: ۱/۸۹ و مابعد: اجماع مفسرین اور احادیث صحیحہ

محبؒ طبری کی ریاض النضرہ: ایک اہم ماخذِ شاہؒ ہے اور اس کا ذکر بعض دیگر کتب کے ساتھ بھی آتا ہے اور انفرادی طور سے بھی:

۱/۱۱۷ : مناقب اور جہاد ابوبکر (اس بحث میں دوسری کتب کی احادیث بھی ہیں: ۱/۱۱۷-۱۲۰)

حدیث کے عمومی حوالے ازالۃ الخفاء میں

حدیث کے عام حوالے بلا ذکر و تعیین کتب ازالۃ الخفاء کے تقریباً تمام مباحث میں بکثرت ملتے ہیں۔ ان کا ایک سرسری اور نمائندہ جائزہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے:

مسانیدِ صحابہ ازالۃ الخفاء میں

خلافتِ راشدہ اربعہ کی صحت وافضلیت اور خلفاء اربعہ کے مناقب کے لیے حضرت شاہؒ نے مختلف مسانیدِ صحابہ اور ان کی روایات کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔ یہ مسانید حسب ذیل ہیں جو فصل چہارم میں ہیں:

مسند ابوبکر صدیق	۹ روایات	۱/۱۳۴-۱۳۸
〃 عمر بن خطاب	۲۷ 〃	۱/۱۳۹-۱۴۸
〃 عثمان بن عفان	۱۷ 〃	۱/۱۴۹-۱۵۴
〃 علی بن ابی طالب	۳۶ 〃	۱/۱۵۴-۱۶۴
〃 ابوعبیدہ بن جراح	۲ 〃	۱/۱۶۴
〃 ومعاذ بن جبل		
〃 عبدالرحمٰن بن عوف	۳ 〃	۱/۱۶۵-۱۶۶
〃 زبیر بن عوام	۱ 〃	۱/۱۶۶
〃 طلحہ بن عبیداللہ	۳ 〃	۱/۱۶۶-۱۶۷
〃 سعد بن ابی وقاص	۵ 〃	۱/۱۶۷-۱۶۹

مسانیدِ مکثرین ونین ومہاجرین اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حسب ذیل صحابہ کی مسانید کا ذکر ہے:

عبداللہ بن مسعود-۱۲روایات؛	ابن عمر-۲۴روایات؛
ابن عباس-۱۲روایات؛	ابوموسیٰ اشعری-۸روایات؛
عبداللہ بن عمرو بن عاص-۳روایات؛	ابوہریرہ-۲۳روایات؛
عائشہ صدیقہ-۱۶روایات؛	انس بن مالک-۱۳روایات؛
ابوسعید خدری-۶ روایات؛	جابر بن عبداللہ-۸روایات؛
مسند عمار بن یاسر-۲روایات؛	حذیفہ بن یمان-۹ روایات؛
ابوذر غفاری-۲روایات؛	خباب بن ارت-۱ روایت؛
مقداد بن اسود-۱روایت؛	بریدہ اسلمی-۵روایات؛
عقبہ بن عامر-۳روایات؛	سفینہ-۲روایات؛
عرباض بن ساریہ-۲روایات؛	عبدالرحمٰن بن غنم-۱ روایت؛
ابواروئی دوسی-۱ روایت؛	سالم بن عبید اشجعی-۱ روایت؛
ابوامامہ باہلی-۱ روایت؛	عرفجہ اشجعی-۱ روایت؛
عیاض بن حمار مجاشعی-۱ روایت۔	مسند ربیعہ بن کعب اسلمی-۱ روایت؛
ابوبرزہ اسلمی-۱ روایت؛	عمرو بن عبسہ اسلمی-۲روایات؛
سلمان فارسی-۱ 〃 ؛	ذی مخمر -۱ روایت؛
عوف بن مالک اشجعی-۲ روایات؛	عبداللہ بن مغفل مزنی-۱ 〃 ؛
ام المومنین حفصہ-۲ 〃 ؛	

مسانیدِ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم

مسند معاذ بن جبل-۱ روایت؛	مسند ابی بن کعب-۱ روایت؛
〃 ابوایوب انصاری -۱ 〃 ؛	〃 ابوالدرداء -۲روایات؛

مسند اسید بن حضیر - ۲ روایات؛ مسند زید بن ثابت - ۱ روایت؛

〃 زید بن خارجہ - ۱ 〃 ؛ 〃 رفاعہ بن رافع زرقی - ۱ روایت؛

〃 رافع بن خدیج - ۱ 〃 ؛ 〃 ابوسعید بن معلیٰ - ۱ 〃 ؛

〃 براء بن عازب - ۱ 〃 ؛ 〃 ام حرام انصاریہ - ۱ 〃 ؛

〃 سہل بن سعد ساعدی - ۲ روایات؛ 〃 نعمان بن بشیر - ۱ 〃 ؛

〃 عویم بن ساعدہ - ۱ 〃 ؛ 〃 شداد بن اوس - ۱ 〃 ؛

〃 حسان بن ثابت - ۲ روایات؛ 〃 ابوالہیثم بن تیہان - ۱ 〃 ؛

〃 کعب بن عجرہ - ۱ روایت؛

مسانیدِ دیگر صحابہ کے عنوان سے حضرت شاہؒ نے پچیس صحابہ کی مسندوں اور ان کی روایات کی تعداد اور ان کے موضوعات و مآخذ کا ذکر کیا ہے۔ ان تمام مسانید کو حضرت شاہؒ نے متعدد علماء و محدثین کی کتابوں سے منتخب کر کے مدون کیا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ خلافتِ خلفاء کا اثبات اور ان کی خلافت نبوت کا احقاق کیا جائے۔ ہر ایک مسند میں انھوں نے اپنے مآخذ و مراجع کا ذکر ہر حدیث و روایت کے ساتھ کیا ہے۔ یہ مآخذ اہم ترین کتبِ حدیث ہیں:

دارمی، ابوبکر بن ابی شیبہ/ مصنف، بخاری، مسلم، سیوطی/ کتاب خصائص، ترمذی، حاکم، امام ابو یوسف (مسند عمر میں متعدد روایات/ احادیث)، ابویعلیٰ، مشکوٰۃ، رزین، ترمذی، مسلم، موطا امام محمد، نسائی، امام احمد، ابن ماجہ، عبداللہ بن احمد/ زوائد مسند، ابوداؤد، امام محمد/ کتاب الآثار، ابوعمر/ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ابوالقاسم طلحی/ کتاب السنہ، محب طبری۔ ۱/۱۳۲-۲۴۴

ان تمام مآخذ حدیث میں امام احمد، امام حاکم، امام بخاری، امام ترمذی، ابوبکر بن ابی شیبہ، امام ابویعلیٰ، امام مسلم اور ابن عبدالبر کا غلبہ نظر آتا ہے۔ نسائی کی روایات ابن ماجہ سے بھی کم ہیں اور ابوداؤد کی ترمذی کے مقابلے میں بہت کم۔ بخاری کے مقابلے میں مسلم کی روایات بھی خاصی کم ہیں۔ بہرحال ان تمام مآخذ کے ذکر سے یہ

واضح ہوتا ہے کہ حضرت شاہؒ کے پیش نظر کتنے مآخذ حدیث تھے۔ اوران سے زیادہ ان کی یہ کاوش تالیف وتصنیف کے میدان میں وقیع ہے کہ انھوں نے ان تمام متداول ومعتبر کتب حدیث سے خلافت اربعہ اوران کے خلفاء کرام کے مناقب وفضائل معہ سوانح و واقعات جمع کر دیے۔ اقوالِ سادات کی مختصر فصل میں ابو یعلیٰ، محبّ طبری/ کتاب الموافقہ، امام احمد اوران کے فرزند، ترمذی، حاکم اور امام محمد مآخذ ہیں (۱/ ۲۴۵-۲۴۸)۔

مقصد اول کی فصل چہارم کے خلاصہ کو حضرت شاہؒ نے ''فذلکہ'' کا نام دیا ہے اوراس میں خلافت اسلامی سے متعلق اصولی مباحث پیش کیے ہیں جن کے عناوین ہیں: ملت محمدیہ کے احکام کی دو قسمیں: واضح وصریح احکام، غیر واضح اور وضاحت طلب احکام۔ خلافت خلفاء واضح احکام میں داخل اور شریعت میں ثابت ہے۔ پھراس کے دلائل وشروط جیسے قریشی ہونے، مہاجرین اولین ہونے کے دلائل، افعال خلیفہ کی تین قسمیں وغیرہ بیان کی ہیں۔ ان تمام مباحث میں مذکورہ بالا کتب حدیث ہی ان کے بنیادی مآخذ ہیں البتہ بعض نئے مآخذ کا بھی ذکر ملتا ہے: امام شافعیؒ، بیہقی/ سنن صغریٰ، طبرانی/ معجم صغیر، ابو طاہر کردی مدنی کی روایت در مدینہ ۱۱۴۴ھ/ ۱۷۳۱ء (۲۵۶-۲۵۷)۔ واقدی (حضرت ابو بکر صدیق کی حضرت عمر کو وصیت بوقت تقرری سالاری) نئے ماخذ ہیں اور زیادہ ذکر امام حاکم وشیخین وغیرہ کا ہے جن کا اوپر ذکر آچکا ہے۔ اس بحث میں حضرت شاہؒ نے اپنے مباحث کی تصدیق وتائید کے لیے بہت سی نئی احادیث وروایات بھی بیان کی ہیں لیکن بیشتر کی تکرار ہی کی ہے (۱/ ۲۴۹-۲۷۰)۔

ازالۃ الخفاء کی فصل پنجم کا موضوع فتن ہیں اوراس کتاب الفتن کے متعدد مباحث اوران کے متعدد مآخذ ہیں۔ ان میں بھی مذکورہ بالا مآخذ حدیث ہی غالب ہیں کیونکہ ان میں سے بیشتر میں کتاب الفتن کے ابواب ضرور شامل ہوتے ہیں۔ ان میں مآخذ کے ساتھ متعدد احادیث وروایات کی بھی تکرار ملتی ہے کہ ان کا تعلق دوسرے واقعات ومعاملات سے بھی رہا ہے۔ بہر حال بنیادی مآخذ یہ ہیں: ترمذی، ابن عبدالبر، ابوداؤد، حاکم، طبرانی، امام احمد، مشکوٰۃ، بغوی، مسلم، ابوداؤد، دارمی، مصنف ابو بکر بن ابی

شیبہ، شہرستانی / کتاب ملل ونحل، ابن ماجہ، بخاری، ابن حجر عسقلانی کی کتاب تخریج، احادیث رافعی، تفسیر سعید بن مسیب (دو فتنوں کے بارے میں)، حضرت شاہؒ نے کل تیس فتنوں کا عناوین خاص کے تحت ذکر کیا ہے۔ ان کے اہم ترین مآخذ دارمی، بغوی اور ابن ماجہ ہیں۔ باقی مآخذ میں بخاری، حاکم، احمد اور مسلم بھی اہم یا زیادہ ہیں (۱/۲۹۶-۳۲۹)۔ دورِ فتن کے احکام کے لیے حضرت شاہؒ نے بغوی کو ماخذ بتایا ہے (۱/۳۲۹-۳۳۱ و مابعد میں بغوی وغیرہ ہیں-۳۳۸)۔ اس فصل کے آخر میں بعض عجیب واقعات اور چند تنبیہات ہیں جو قیمتی مباحث ہیں اور ان کے بعض مآخذ کا ذکر ہے جو اوپر آچکے (۱/۳۳۸-۳۵۲)۔ مقصد دوم کے تحت بعد کے فتنوں کا ذکر بھی ان ہی مذکورہ مآخذ میں سے بعض کے حوالے سے کیا ہے (۱/۳۵۲-۳۶۸)۔

مقصد اول کی فصل ہفتم خلافت خلفاء پر دلیل عقلی کے بیان میں ہے۔ حضرت شاہؒ خلافت و امامت کے فرق، خلافت خاصہ اور خلافت راشدہ کے معنی کی تعیین، خلافت خاصہ نبوت کا نمونہ اور اس کے نکات وغیرہ پر مبنی ہے۔ اسی فصل ہفتم کا مقصد ثانی ہے جس کے کئی مقدمات ہیں۔ ان میں متعدد نکات ہیں اور ان کے مباحث ودلائل وغیرہ بھی۔ ان تمام مباحث میں حضرت شاہؒ کے وہی حدیث کے معروف مآخذ ہیں جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ کتب و مآخذ کے صریحی ذکر کی بجائے ان میں احادیث راویوں کے حوالے سے بیان کی ہیں۔ آیات کریمہ سے بھی ان میں استشہاد واستدلال کیا گیا ہے۔ مباحث و مآخذ کی تکرار بہت زیادہ ہے۔ اس بحث کا خاص ہدف شیعہ عقائد امامت و خلافت ہیں اور حضرت شاہؒ نے متعدد روایات و احادیث سے ان کی تردید کی ہے (۱/۵۴۸-۶۰۸)

فصل ہشتم فضیلت شیخین کے اثبات میں مقصد اول کی آخری فصل ہے او راس میں دو ذیلی فصول میں ادلہ نقلیہ اور ادلہ عقلیہ سے فضیلت شیخین کو ثابت کیا ہے۔ یہ حضرت شاہؒ کا بہت ہی مرغوب و پسندیدہ موضوع ہے جس پر مختلف کتب میں بحث کی ہے یا اس کے نکات لکھے ہیں۔ ان کے تمام مآخذ بالخصوص ادلۂ نقلیہ میں آیات قرآنی

اور احادیث نبوی ہیں جو اوپر گزر چکی ہیں۔آیات کریمہ کی تفسیر و تشریح میں واحدی کا ذکر نیا ہے۔مآخذ حدیث میں بخاری، حاکم، ابن عبدالبر/ استیعاب وغیرہ سے شیخین کی افضلیت پر اکیاون احادیث نقل کی ہیں اور اس کے بعد مسلک سوم کے تحت مشائخ ثلاثہ کی بترتیب افضلیت پر اجماع امت ثابت کیا ہے اور اس میں بھی معروف و مذکور مآخذ ہیں جیسے ابن ابی شیبہ، احمد، حاکم، ترمذی، بخاری، ابن ماجہ وغیرہ۔احادیث کے بعد اقوالِ سادات صحابہ مہاجرین، بنی ہاشم، تابعین، تبع تابعین اور صوفیہ کا ذکر کیا ہے جو پہلے بھی مذکور ہو چکے ہیں (۱/ ۶۰۸-۶۶۴)۔جلد دوم افضلیت شیخین پر دلائل عقلیہ کی بحث سے شروع ہوتی ہے۔اس میں نقلی دلائل و مآخذ بھی ہیں اور وہی معروف و مذکور ہیں جیسے ترمذی، مستدرک حاکم، واحدی، استیعاب ابن عبدالبر، بخاری، موطا امام مالک، مسند شافعی۔بعض نئے مآخذ بھی ہیں جیسے الدر النثیر، شیخ عبدالقادر، خواجہ نقشبند۔اس بحث پر حضرت شاہؒ کے فلسفیانہ تصوف بالخصوص حجۃ اللہ البالغہ کے مباحث کا بہت گہرا اثر ہے کہ نفس ناطقہ، مشابہت و امتثال، وحدت الوجود، تصوف میں خدمات شیخین وصحابہ، صفات قلبیہ/ طریقت وغیرہ کے مباحث اور زبان و بیان کا بہت ذکر اذکار ہے (۲/ ۱-۴۱)۔

ازالۃ الخفاء کا مقصد دوم خلفائے اربعہ کے محاسن و مناقب یعنی لوازمِ خلافت خاصہ کے بیان سے شروع ہوتا ہے۔اس میں نکات کے تحت مختلف مباحث آتے ہیں اور ان کے تمام مآخذ معروف و مذکور مآخذ ہیں جیسے آیات قرآنی اور احادیث نبوی۔خلفائے راشدین کی خدمات مختلف علوم وفنون پر زیر بحث آتی ہیں جیسے قرآنی خدمات، حدیث، فقہ، حکمت، احسان میں پھر سیاسی و فوجی خدمات کا مختصر ذکر ہے۔اس کے بعد خلفائے راشدین کی ترتیب سے ان کے مناقب جمیلہ کا ذکر ہے۔

صدیق اکبر کے مناقب جمیلہ کے مآخذ ہیں: زبیری نسابہ، استیعاب، ابن اسحاق، ترمذی، محب طبری/ ریاض نضرہ، حاکم، ابویعلی، بخاری، واحدی/ وسیط، احمد، ابو داؤد، مسلم، موطا امام مالک، صاحب کشف المحجوب، غزالی/ احیاء العلوم، واحدی،

بغوی، ابن ابی شیبہ، صواعق، دارمی، ابن عساکر، بیہقی، امام ابو یوسف، بغوی، شافعی، بعض روایات کے مآخذ نہیں ہیں (۲/۴۴-۱۱۶)۔

مناقب جمیلہ فاروق اعظمؓ کے مآخذ بھی اکثر و بیشتر مذکورہ بالا ہی ہیں جن کا ذکر صدیق اکبر کے مناقب میں ہوا یا دوسرے مباحث میں۔ بعض نئے مآخذ بھی ہیں جو بہت اہم ہیں کہ ان کا ذکر بالعموم نہیں کیا جاتا جیسے ابن ہشام کی کتاب/ ''زیاداتہ علی السیرۃ''، ''روضۃ الاحباب'' (۲/۱۲۰)۔ خلافتِ فاروقی کے واقعات میں اسی طرح دوسرے اور نئے مآخذ ملتے ہیں لیکن ان میں سے بیشتر واقعات و کوائف بلا حوالہ منقول ہیں۔ استیعاب، امام ابو یوسف کی کتاب الخراج، ریاض النضرہ، دارمی، حاکم، شیخین وغیرہ اس باب مناقب کے اہم ترین مآخذ ہیں۔

رسالہ فقہِ عمر فاروق اسی میں حضرت شاہؒ نے شامل کر دیا ہے اور اس کے مآخذ حسب ذیل ہیں (۲/۱۸۶-۳۱۱): دارمی، مسلم، شافعی، دار قطنی، مالک، بغوی، ابو بکر بن ابی شیبہ، بخاری، اصحاب سنن، بیہقی، ترمذی، ابن ماجہ، موطا محمد،، امام ابو یوسف، ابن اسحاق وغیرہ۔ حضرت شاہؒ نے ان کی روایات پر بعض مسائل میں بحث و توضیح اور کہیں تنقید بھی کی ہے۔ اس رسالہ کے سب سے بڑے مآخذ ابو بکر بن ابی شیبہ اور مالک وشافعی ہیں۔ ان کی کتب مصنف، موطا، مسند کی تو پوری تلخیص ہے (۲/۱۸۶-۳۱۹)۔

رسالہ تصوف فاروق اعظم اس کے بعد ہے اور ایک نادر و کمیاب مبحث و موضوع ہے کہ خلیفہ دوم کا تعلق تصوف سے نہیں سمجھا جاتا۔ اس کی سات فصول ہیں: حکم وافادات، اشداء علی الکفار و رحماء بینھم کے تحت آنے والے مقامات، مقامات یقین: محدثت وغیرہ، مکاشفات مقامات سلوک کے دقائق، طریقہ نبوی کے مطابق تربیت و تزکیہ، بواسطہ حضرت عمر سلسلہ صوفیہ۔ ان کے مآخذ معروف کتب حدیث و تصوف ہیں جیسے ابو بکر بن ابی شیبہ، استیعاب، غزالی، ابو اللیث، سہروردی، بغوی، ابو طالب مکی، امام مالک، محب طبری، ابن اسحاق، بخاری و مسلم، ابو حنیفہ دینوری، امام

احمد، ذہبی، ابن اثیر، شیخ الاسلام، قشیری وغیرہ۔ ان میں ابوبکر، ابوطالب، محب طبری اور غزالی سب سے بڑے ماخذ ہیں (۲/ ۳۲۱-۳۹۶)۔ مناقب فاروقی کے بقیہ مباحث میں ابوبکر ہی اہم ترین ہیں۔ بقیہ استیعاب وغیرہ ہیں (۲/ ۳۹۷-۴۴۹)۔

حضرت عثمان بن عفانؓ کے مناقب کے معروف و مذکور ماخذ حدیث و سیرت ہیں جن کا ذکر اوپر بار بار آچکا ہے جیسے استیعاب، ریاض النضرہ، حاکم، بخاری، بغوی /معجم، مسلم، مشکوٰۃ، روضۃ الاحباب (حضرت عثمان کے حکیمانہ اقوال کے لیے)، شرح السنہ، مالک، ترمذی، ابوبکر بن ابی شیبہ، احمد، ابویعلی، ابن عبدالبر/ استیعاب، بیہقی، امام شافعی/ کتاب شافعی، ابوداؤد، مشکوٰۃ۔

حضرت عثمان کے سوانح کے لیے جو آغاز بحث میں ہیں محب طبری کی ریاض النضرہ اہم ترین ماخذ ہے اور اس کے بعد فقہی مسائل میں موطا مالک، ان کے بعد ابوبکر بن ابی شیبہ، احمد اور حاکم کا درجہ و مقام ہے۔ فتوحات عثمانی کے لئے صرف بخاری کا حوالہ حضرت معاویہ کی بحری مہموں کے ضمن میں ہے جو حدیث حضرت ام حرام بنت ملحانؓ پر مبنی ہے اور باقی بیانیہ ماخذ کے ذکر سے خالی ہے۔ طرز حکومت کی بحث میں سیرت کی کتابوں کا عمومی حوالہ ہے اور استیعاب، بخاری وغیرہ کی بعض روایات کا ذکر ہے۔ ابتلاء و شبہات خلیفہ میں اہم ترین ماخذ ابوبکر بن ابی شیبہ ہیں۔ حضرت شاہؒ نے اہل تاریخ پر ان کے بیہودہ قصوں کے لئے نقد کیا ہے مگر ان میں سے کسی کا نام نہیں لیا۔ اسی طرح بعض اور ماخذ کا بھی حوالہ نہیں ہے (۲/ ۴۵۰-۵۰۰)۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ کے مناقب عالیہ اس کے بعد مذکور ہیں اور ابتدائی حالات و واقعات میں ابن عبدالبر ہی ماخذ ہیں جس طرح وہ حضرت عثمان اور ان سے پہلے حضرات شیخین کے نسب و حالات میں اولین ماخذ تھے۔ ان کے علاوہ دوسرے معروف ماخذ ہیں جیسے حاکم، ابن اسحاق، ابن ہشام (کا اضافہ روایت)، احمد، نسائی/ کتاب الخصائص (نسائی کی خصائص علی)، ترمذی، ابوبکر بن ابی شیبہ، ابن عبدالبر، بخاری وغیرہ۔ عہد نبوی کے واقعات اور ان میں حضرت علیؓ کی شرکت پر بہت بحث ہے اور اس

کے سب سے بڑے ماخذ ابن اسحاق ہیں۔ ان کے بعد نسائی، حاکم اور ابن عبدالبر۔ سوانح کا بیان وفات نبوی پر ختم ہو جاتا ہے۔ فضائل حضرت علیؓ کی کثرت کے وجوہات سے بحث کر کے مستند احادیث کا ذکر کیا ہے اور ان میں متواتر، حسن اور صحیح لی ہیں، ضعف شدید والی اور موضوعات سے قطعی اجتناب کیا ہے۔ بعض پر نقد بھی کیا ہے۔ ان کے مآخذ میں اہم ترین حاکم ہیں اور مذکورہ بالا کتب حدیث اس کے بعد ہیں۔ اخلاق و عادات میں ابو بکر، ابن عبدالبر وغیرہ اہم مآخذ ہیں۔ علوم نبوی کو محفوظ رکھنے میں ان کے کردار کے لیے سہروردی کی عوارف کا بھی حوالہ ہے اور ابن عبدالبر کا بھی۔ قضایا علیؓ میں شیخ ابو طاہر کردی اور ان کے سلسلہ روایت، سیوطی/ کشف اللبس فی حدیث رد الشمس، امام طحاوی، ابن الجوزی، مشکل الآثار قاضی عیاض وغیرہ کے حوالے بھی۔ اصل ماخذ طحاوی ہیں۔ ملفوظاتِ علی میں ابو بکر بن ابی شیبہ، کلمات حکمت میں صواعق، کرامات میں الریاض النضرہ، علوم دینیہ میں امام شافعی، مصنف عبدالرزاق، ابو بکر ہیں۔ اور واقعات مابعد میں خصائص، حاکم، طبرانی، احمد، شیخین، ابن عساکر، دیلمی، بیہقی، ابو یعلی وغیرہ (۲/۵۰۱-۵۵۸)۔

حضرت شاہؒ کے مآخذِ نقد

بعض مباحث ازالہ میں حضرت شاہؒ نے متکلمین، اشاعرہ، امامیہ، معتزلہ وغیرہ پر نقد و تبصرہ کیا ہے۔ یہ تبصرہ و تنقید کبھی بلکہ بیشتر عمومی انداز کی ہوتی ہے جیسے اشاعرہ کا خیال ہے، امامیہ کا عقیدہ اور معتزلہ کی فکر ہے وغیرہ اور کبھی خاص مؤلفین اور ان کی کتابوں کا ذکر کر کے نقد کیا ہے۔ ان دونوں کی چند مثالیں بالخصوص کتب کا ذکر درج ذیل ہے۔

کتب مؤلفین پر نقد: ۱۔ قاضی عضد الدین کی مواقف کے اس خیال پر نقد کیا ہے کہ کسی خاص شخص کی نبوت کے اقرار پر مکلف ہونا ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا (۱/۶۶)۔

صوفی مآخذ بطور مراجعِ ازالۃ

تصوف و طریقت حضرت شاہؒ کے نظریۂ دین و شریعت اور عمل و تعامل شخصی دونوں میں برابر کے شریک ہیں۔ حضرت شاہؒ طریقت، روحانیت اور تصوف کو اسلامی شریعت و محمدی دین سے جدا نہیں سمجھتے بلکہ اس کا ایک حصہ قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس کا ایک قطعی اعتبار تھا اور زندگی اور عمل میں بھی، فکر و خیال میں بھی ان سے جلا ملتی تھی۔ اسی فکر و خیال کے مطابق حضرت شاہؒ اپنے مباحثِ تصوف کے علاوہ دوسرے موضوعات میں بھی اکابر صوفیہ کا ذکر کرتے ہیں اور ان کی کتابوں کا حوالہ دیتے ہیں۔ خلافت و سیاست اسلامی کی اس قاموس میں بھی ان سے روایات و واقعات لیے ہیں۔ ان میں بالعموم اکابر صوفیہ کی کتابوں سے روایات اخذ کرنے کا طریقہ اختیار کیا ہے جن کی روایتی و درایتی حیثیت پر بحث ہو سکتی ہے اگر چہ وہ حضرت شاہؒ کے نزدیک معتمد و معتبر اور قابل رجوع ہیں اور اسی بنا پر وہ ان کو بطور مآخذ ذکر کرتے ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان صوفی مآخذ کی تعداد نسبتاً کم ہے اور حضرت شاہؒ نے ان کا استعمال اسی وقت کیا ہے جب ان کی بحث سے متعلق روایات دوسرے مسلمہ مآخذ نہیں مل سکیں یا ان روایات کی بہر حال درایتی حیثیت مسلم ہے۔

شیخ الشیوخ سہروردی/عوارف المعارف

حضرت شاہؒ نے خلیفہ کے فرائض کی بحث میں ایک نکتہ یہ لکھا ہے کہ ''مسلمانوں کا کام کافروں کے سپرد کرنا ہرگز درست نہیں۔ حضرت عمر نے اس امر سے سخت ممانعت فرمائی ہے۔ پھر اس کا واقعہ حضرت سہروردی کی عوارف سے لکھا ہے جو خلیفہ دوم کے ایک نصرانی غلام وثیق رومی کا ہے اور ان ہی سے مروی بھی ہے کہ حضرت فاروق اس سے اسلام لانے کے لیے کہا کرتے تھے تاکہ مسلمانوں کے کاموں میں اس کی خدمات سے فائدہ اٹھا سکیں لیکن وہ اسلام نہیں لایا، حضرت فاروق نے اس کو مجبور نہیں کیا اور اپنی وفات کے وقت اسے آزاد کر دیا (اردو ترجمہ ۱/ ۲۷-۲۸)

-- عارف سہروردی نے عوارف کے باب ۵۵ میں آیت کریمہ: واذا قیل انشزوا الخ کی شان نزول لکھی: ۱/ ۲۵۸

قوت القلوب مکی

امام ابو طالب مکی کی قوت القلوب کو حضرت شاہؒ اور دوسرے اکابر بھی تصوف کا اولین ماخذ اور تدوین کے لحاظ سے موثر ترین کتاب طریقت بتاتے ہیں کہ اس کتاب نے دوسرے مولفین کو بہت متاثر کیا تھا۔ حضرت شاہؒ نے خلافت خاصہ کے لوازم ستہ میں سے تیسرے لازمہ میں بھی بتایا ہے کہ ''خلیفہ صدیقین یا شہداء یا صالحین کے طبقہ سے ہو یا محدث ہو جو صدیق کا ہمرتبہ ہوتا ہے۔ عبادات میں اور تقرب الی اللہ میں بھی وہ اکمل ہوتا ہے۔ اور وہ خصائل پسندیدہ، مقامات عالیہ اور احوال سنیہ اور کرامات قویہ سے آراستہ ہوتا ہے یعنی ان تمام اوصاف سے موصوف ہوتا ہے جو آج کل طریقۂ صوفیہ کے نام سے موسوم ہیں جن کو صاحب قوت القلوب وغیرہ نے اپنی کتابوں میں بسند احادیث و آثار بیان کیا ہے'' (اردو ترجمہ ۱/ ۳۸)

شیخ عبدالقادر جیلانی کی غنیۃ الطالبین

خلافت اربعہ کے سلسلہ میں کئی احادیث اور ان کی اسناد حضرت شیخ کی کتاب کے حوالے سے نقل کی ہیں (۱/ ۷۳۔ ۷۴)

تصانیفِ تصوف کے مآخذِ ولی اللّٰہی

تصوف وطریقت پر حضرت شاہؒ کی مختلف نگارشات ہیں: ان میں سے کچھ تو باقاعدہ تصانیف ہیں جن کو کتابوں میں شمار کیا جاتا ہے جیسے الخیر الکثیر، القول الجمیل، الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، انفاس العارفین، الطاف القدس اور ہمعات وغیرہ۔ ان میں انفاس العارفین اگرچہ فنی اور تکنیکی لحاظ سے سیر وتراجم کی کتاب ہے مگر تصوف و طریقت اس کے خمیر میں اس طرح پیوست ہے کہ اس فن شریف سے اس کو جدا نہیں کیا جاسکتا۔ اس میں نہ صرف صوفیہ کے تذکرے ہیں بلکہ طریقت پر اہم مباحث بھی ہیں۔ دوسرے مختصر رسائل ہیں جن میں باقاعدہ مباحث نہیں ہیں اور نہ ہی ان میں مسلسل موضوعاتی بیانیہ ملتا ہے۔ ان کے عناوین ہی بتاتے ہیں کہ وہ کشفی تجلیات کے خزینے ہیں جیسے لمحات، سطعات، الدر الثمین، فیوض الحرمین وغیرہ۔ اس زمرے میں بعض دوسرے رسائل جن کا موضوع حدیث بتایا جاتا ہے جیسے ''النوادر من احادیث سید الاوائل والاواخر''، ''المسلسلات من حدیث النبی''، ''اربعون حدیثا مسلسلات بالاشراف فی غالب سندھا'' وغیرہ اصلاً تصوف وطریقت سے وابستہ ہیں کہ شیوخ کی روایات پر مبنی ہیں۔ التفہیمات الالھیۃ کی حیثیت ان سب سے مختلف ہے کہ وہ مختلف نوعیتوں کی تحریروں پر مبنی ہے اور جس میں بعض مستقل رسالے ہیں جیسے مکتوب مدنی جو وحدۃ الوجود پر علمی وفنی بحث کرتا ہے یا خطبات عیدین وغیرہ یا وصایا ہیں مگر بیشتر تفہیمات تجلیاتِ ربانی کے نتیجے میں وجود میں آئی تھیں اور ان کو ایک کتاب میں کسی طرح سمو دیا گیا۔ الخیر الکثیر، فیوض الحرمین، تاویل الاحادیث اور ہمعات وغیرہ کے

مختلف مباحث خاص کر قرآنی و حدیثی مباحث حجۃ البالغہ کے مختلف ابواب سے اٹھائے گئے ہیں۔

حضرت شاہؒ کے ان تمام رسائل و کتب طریقت و سلوک میں متعدد مآخذ کا ذکر ملتا ہے۔ مستقل تصانیف میں ان کا حوالہ و ذکر باقاعدہ آتا ہے۔ مختصر رسائل اور کشفی نگارشات میں ان کا ذکر یا تو پایا ہی نہیں جاتا اور پایا جاتا ہے تو خال خال ہی ملتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ حضرت شاہؒ کے مآخذ کشف پر مبنی ہیں۔ التفہیمات الالٰہیہ میں بہت سے رسائل و نگارشات کے مدون ہونے کے باعث کافی مآخذ کا ذکر ملتا ہے۔ ان کی تعداد شاید سب سے زیادہ ہے کہ وہ ایک ضخیم کتاب ہے۔ الخیر الکثیر کے مآخذ بھی کافی ہیں لیکن ان سب میں ایک قدر مشترک یہ ہے کہ وہ تصوف و طریقت کے مختلف مسائل و موضوعات سے متعلق ہیں اور وہ یکساں بھی ہیں۔ ان کی دو نوعیتیں ہیں: ایک مسائل و امور طریقت کو قرآن و حدیث اور اسلامی دین و شریعت سے ثابت کرنے اور ان کو مستند بنانے کی صورت میں اسلامی مآخذِ دین و شریعت کا ذکر خاص کر قرآنی آیات اور تفسیری روایات کے ساتھ حدیث و سنت سے ان کا استناد۔ دوسری نوعیت کے مآخذ خالص صوفی اکابر و شخصیات کے اقوال و افکار اور ان کی کتابوں کے حوالے سے ہیں جو مشاغلِ سلاسل کے سلسلے میں مذکور ہوئے ہیں۔ گذشتہ مباحث کی مانند اس خاص موضوع بحث میں بھی الگ الگ کتابوں اور رسالوں کے مآخذ کا ذکر کیا جاسکتا ہے اور کیا جانا چاہیے مگر اختصار و جامعیت کی خاطر اس بحث میں تمام کتب و رسائلِ تصوف کے مآخذ کا ذکر مآخذ کے حوالے سے کرنا زیادہ مناسب لگتا ہے۔ یعنی تمام/ بیشتر کتب و رسائل کے تمام قرآنی مآخذ ایک جگہ ان کے حوالے سے ہوں اور اسی طرح حدیث و سنت اور کتب و اکابرِ تصوف کے حوالے ایک جگہ ہوں۔

آیاتِ قرآنی: کتبِ تصوف میں

نگارشِ حضرت شاہؒ کی ایک جامع اور معنی خیز خاصیت یہ ہے کہ وہ

اپنی تمام تحریروں اور رسالوں میں قرآن مجید کی آیات سے ضروری استشہاد و استدلال کرتے ہیں خواہ وہ کتبِ حدیث و قرآن و شریعت ہوں یا کتب و رسائلِ تصوف و طریقت۔ اس طرح آیات کریمہ ان کے بنیادی مآخذ بن جاتی ہیں۔ ان آیاتِ کریمہ کا ایک اجمالی تذکرہ ذیل میں دیا جارہا ہے اور ان کے بعض عناوین بھی مقرر کیے گئے ہیں لیکن ان میں نہ تو سارے عناوین و موضوعات ہی شامل ہیں اور نہ ہی تمام آیات کا استقصاء کیا گیا ہے۔ صرف ان کی ماخذی نوعیت ظاہر کرنے کے لیے نمونہ اور مثال کی آیات کریمہ نقل کردی گئی ہیں۔

بیعت

سورۂ فتح-۱۰: ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم الخ

حضرت شاہؒ نے آیت کریمہ نقل کرکے یہ وضاحت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف امور و معاملات پر بیعت لی تھی: کبھی ہجرت و جہاد پر، کبھی ارکانِ اسلام کی اقامت پر، کبھی جہاد پر اور کبھی جہاد میں ثبات قدمی پر، کبھی سنت کی پیروی پر، کبھی بدعات سے اجتناب کرنے پر اور کبھی عباداتِ الٰہی میں ذوق و شوق پیدا کرنے کے لیے۔ صحیح روایات میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی عورتوں سے میت پر بین نہ کرنے پر بیعت لی۔

(القول الجمیل، اردو ترجمہ سید محمد فاروق، مشمولہ رسائل شاہ ولی اللہ دہلوی، تصوف فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء، ۱/۴۱؛ بعد میں صرف القول)

القول ۱/۴۷: ممن ترضون من الشھداء۔ البقرہ: ۲۸۲: مرشد صاحب عدالت و تقویٰ اور پسندیدہ شخص ہو۔

-- بیعت لیتے وقت مرشد قرآن مجید کی یہ دو آیتیں پڑھے: (۱) یا یھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ الخ۔ مائدہ: ۳۵ (۲) ان الذین یبایعونک الخ۔ فتح: ۱۰۔

القول ۱/۵۳ و ما بعد: ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ فاتحہ۔۴: میں گناہِ کبیرہ سے

بچنے کے لیے اشارہ کیا گیا ہے۔

القول ۱/۶۴۔ چشتیہ طریق میں مرشد سالک کو ذکر کی تلقین کرے تو آیتِ کریمہ: فاذکرو االله قیاما و قعودا و علیٰ جنوبکم پڑھے۔ استنادِ شاہ۔

القول ۱/۴۷۔ خلوت درانجمن میں آیت کریمہ: رجال تلهیهم تجارة ولا بیع عن ذکر الله میں اشارہ ہے۔ ارشاد خواجہ نقشبند

القول ۱/۷۵۔ نگہداشت: خیال و خدشات کو سالک فوراً ذہن سے نکال پھینکے۔ خواجہ نقشبند

نسبت کے بیان میں: ا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ بحوالہ آیت کریمہ: فطفق مسحابالسوق و الاعناق

القول ۱/۸۳-۸۴۔ لهم البشریٰ فی الحیوٰة الدنیا سے مراد مبشرات/ رویائے صالحہ

القول ۱/۸۷-۱۰۲۔ باب مجرب خاندانی عملیات میں متعدد آیات کریمہ منقول ہیں۔

القول ۱/۱۰۳-۱۰۸۔ باب علمائے ربانی کے آداب و فرائض میں کئی آیات سے استفادہ کیا ہے اور احادیث سے بھی

القول ۱/ ۱۰۹-۱۱۳۔ بابِ آداب و مقاصد وعظ و نصیحت میں بھی متعدد آیات کا ذکر ہے۔

نادر مکتوبات

حقائق و معارف کے ذکر میں حضرت شاہؒ نے دوسری کتابوں کے علاوہ نادر مکتوبات میں بھی آیاتِ قرآنی اور احادیث نبوی سے برابر استشہاد و استدلال کیا ہے۔ احادیث نبوی کا ایک تجزیہ پہلے پیش کیا جا چکا ہے، آیات قرآنی کے نادر مکتوبات میں حوالے حسب ذیل ہیں:

۱/۱۶۴ : ان الله لایغیر ما بقوم الخ۔رعد:۱۱۔

۱/۱۶۷ : ان یکن غنیا او فقیر افالله اولیٰ بهما۔نساء:۱۳۵۔

۱/۱۶۷ : قل ان کان آباؤکم و ابناوکم الخ۔توبہ:۲۴۔

۱/۱۷۷ : الرحمٰن علی العرش استویٰ الخ۔طہٰ:۵۔

۱/۱۹۹ : ولو انما فی الارض من شجرۃ اقلام الخ۔لقمان:۲۷۔

۱/۲۳۲ : هنالك الولایة لله الحق۔کہف:۴۴۔ وغیرہ

بعض مکتوبات میں آیاتِ کریمہ کے ظاہر اور باطن معانی پر بحث ملتی ہے جیسے:

نحن اقرب الیه من حبل الورید۔ق:۱۶؛ان الصفا و المروۃ من شعائر الله۔بقرہ:۱۵۸وغیرہ (۱/۲۱۱نیز مابعد)۔دوسرے مکتوبات میں قرآنی آیات کے خواص پر بھی بحث ملتی ہے(۱/ ۳۷۷)۔ان کے علاوہ متعدد دوسرے موضوعات بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ

تصوف و طریقت بالخصوص فلسفیانہ تصوف میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، وجود، اثبات، توحید اور اس کی متعدد اقسام وغیرہ سے متعلق بہت بحثیں ملتی ہیں۔ان سب میں آیات کریمہ سے استشہاد و استدلال تمام صوفی طریقوں میں ملتا ہے۔حضرت شاہؒ نے جن آیات کریمہ کا ذکر کیا ہے ان میں سے چند نمونے درج ذیل ہیں جو مختلف کتب ورسائلِ تصوف سے ماخوذ ہیں:

۱۔ الخیرالکثیر:

۲۸: له دعوۃ الحق و الذین یدعون من دونه لا یستجیبون لهم بشئی۔واجب الوجود کی بحث۔

۳۳: الی الله المصیر۔ انا لله و انا الیه راجعون، الا الی لله ترجع الامور۔اسماء الٰہیہ مقدسہ/ اسماء عودیہ

۲۔ القول الجمیل:

ا۔صفات وذات الٰہی اوران سے نسبت کی بحث میں: لیس کمثلہ شئی الخ۔

۳۔ سطعات

سطعات کے بہت سے سطعات میں قرآن مجید کی آیات کریمہ سے مسلسل بحث کی ہے اوراس کے موضوعات گونا گوں ہیں لیکن ان سب کا سرچشمہ ذات الٰہی اور اس کا فیضان ہے۔ان آیات کریمہ کا ایک مختصر تجزیہ حسب ذیل ہے:

سطعہ: ۱۵ :ما یبدل القول لدی۔ق:۲۹۔

سطعہ: ۱۷ :واوحیٰ ربك الی النحل۔نحل:۶۸۔

سطعہ: ۱۹ :ینزل الملئکۃ بالروح الخ۔نحل:۲۔

مختلف آیات درطرق الٰہیہ ووحی: قصص:۷وغیرہ

سطعہ: ۲۰ :نزل بہ الروح الامین الخ۔شعراء:۹۳۔

سطعہ: ۲۳ :قرآن درمصاحف مذکور،مکتوب،محفوظ۔ق:۲۹۔

اسی طرح بعد کے سطعات: ۲۳، ۲۷، ۳۰، ۳۲، ۳۳، ۳۵، ۳۶، ۴۳، ۴۶ میں آیات کا ذکرواستشہاد ہے اورموخرالذکر میں حضرت شاہؒ نے اپنی پسندیدہ اورمحبوب ترین آیت کریمہ:اللہ نورالسمٰوٰت والارض الخ سے بہت عمدہ بحث کی ہے۔

(سطعات اردوترجمہ متین ہاشمی، لاہور، بالخصوص ۱۰۵-۱۹۰ومابعد)

۴۔ البدورالبازغہ

البدورالبازغہ کے تین مقالات میں بالعموم اورمقالہ دوم میں بالخصوص قرآن مجید کی متعدد آیات کریمہ جن کا تعلق صفات واسمائے الٰہی سے ہے بہت عمدہ، مفصل، مدلل شرح کی ہے۔اس حصہ کتاب کوحضرت شاہؒ کی کتاب اسمائے حسنیٰ کا نام بجاطور سے دیا جاسکتا ہے(اردوترجمہ قاضی مجیب الرحمٰن، لاہور ۲۰۰۰ء)۔مقالہ دوم کی تمام چودہ

فصول میں بہت سی آیات کریمہ پر بحث کی گئی ہے جو ان کے ماخذ بھی ہیں۔ اس کی مختصر تفصیل یہ ہے:

فصل اول میں معرفت باری تعالیٰ کا بیان ہے جو فطرت انسانی میں ودیعت کی گئی ہے: ۲۳۹-۲۵۳۔

فصل دوم میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا اجمالی اثبات ہے: ۲۵۴-۲۶۴۔

فصل سوم میں اللہ تعالیٰ کی صفات حسنہ کی تفصیلی تشریح ہے: ۲۶۵-۲۷۰۔

فصل چہارم میں اسماء حسنٰی کی مزید تشریح آیت الکرسی وغیرہ کے حوالے سے ہے۔ ۲۷۱-۲۷۸ نیز تا ۲۸۲۔

مشاغل سلسلہ میں آیاتِ قرآنی کا ورد

اشغال و اعمالِ طریقت کے حوالے سے حضرت شاہؒ نے دیگر صوفیہ کی مانند بہت سی آیات کریمہ سے استدلال کیا ہے۔ چند عناوین کے تحت ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

تہذیب لطائف/نفس:

-- ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا الخ...... فاطر:۳۲ — الطاف القدس:۳۹

-- قالت الاعراب آمنّا الخ — حجرات:۱۴ — " :۴۱

-- یخادعون اللہ و ھو خادعھم — نساء:۱۴۲ نیز ۱۴۳ — " :۴۲/۴۳

-- واحاطت بہ خطیئتہ...... — بقرہ:۸۱ — " :۴۳ اور متعدد دیگر آیات

ذکر

-- ذکر جہری اور ذکر خفی میں آیات کریمہ یا ان کے فقروں کا ورد جیسے اللہ سمیع، اللہ بصیر وغیرہ القول: ۱/ ۵۸ و مابعد

مراقبہ:

میں آیت کریمہ: وھو معکم اینما اکنتم۔ حدید: ۴ کا تصور کرے یا حسب ذیل آیات میں سے کوئی آیت پڑھے: فاینما تولوفثم وجه اللہ۔ البقرہ: ۱۱۰؛ الم یعلم بان اللہ یری۔ العلق: ۱۴؛ نحن اقرب الیه من حبل الورید۔ ق: ۱۶؛ واللہ بکل شئی محیط؛ ان معی ربی سیھدین۔ الشعراء: ۶۲؛ ھو الاول والآخر و الظاھر و الباطن۔ حدید: ۳؛ کل من علیھا فان و یبقی وجه ربك ذو الجلال و الاکرام۔ رحمٰن: ۲۷؛ ان الموت الذی تفرون منه فانه ملقیکم الخ۔ النساء: ۷۸۔ القول ۱/ ۵۹۔

بیعت کے وقت آیات کریمہ کا ورد

متعدد تحریروں میں حضرت شاہؒ نے ان آیات کریمہ کا ذکر کیا ہے جو شیوخ تلقین کرتے تھے یا خود پڑھتے تھے: جیسے سورہ الفتح: ۱۰، مائدہ: ۳۵، وغیرہ۔ نادر مکتوبات ۱/ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔

نسبت کے حصول میں آیات کریمہ سے استشہاد: سورہ نور: مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح الخ ہمعات: ۱۱۰-۱۱۱ و مابعد

قرآن مجید/ مصحف کا استعمال صوفیہ

صوفی طریقت میں بالخصوص حضرت شاہؒ کے تصوف و بیان طریقت میں قرآن مجید/ مصحف کا استعمال گونا گوں ملتا ہے۔ تلاوت و قراءت کے علاوہ اس کا استعمال بعض عملیات کے لیے بھی کیا جاتا تھا اور وہ اصحاب طریقت میں بہت مروج و مقبول تھا۔ اس سلسلہ میں صرف ایک عمل صوفی کا ذکر کیا جاتا ہے۔

کشف واقعات آئندہ

مستقبل کے واقعات کے کشف کے لیے: بعض مشائخ صوفیہ (قادریہ) کے مطابق چار مصاحفِ قرآن دائیں بائیں اور سامنے پیچھے رکھے اور ذکر کی باری باری ضربوں کے ساتھ دعا مانگتا رہے۔ تجربہ مشائخ / نقد حضرت شاہؒ: پیچھے قرآن رکھنے میں بے ادبی کا پہلو نکلتا ہے: القول ۱/۶۱۔

فلسفیانہ تصوف کی تشریح میں حضرت شاہؒ نے متعدد آیات کریمہ اور ان میں مذکور واقعات وقصصِ انبیاء کرام کی صوفیانہ وحکیمانہ تفسیر کی ہے اور بہت سے واقعات و آیات کا حوالہ دیا ہے۔ یہ ان کی متعدد فلسفیانہ کتابوں اور رسالوں میں بہت کثرت سے ملتا ہے۔ ان میں تفہیمات الٰہیہ، لمحات، سطعات، فیوض الحرمین وغیرہ شامل ہیں جیسے

لمحات میں اوصاف وافعال الٰہی: اسماء حسنیٰ، تجلیات وغیرہ کے ضمن میں واقعات حضرات نوح، ابراہیم، موسیٰ، مریم اور دیگر انبیائے کرام کا ذکر ہے اور وہ اس کی تمام ساٹھ فصول جن کا نام لمحات رکھا ہے پایا جاتا ہے: مثلاً لمحہ: ۳: واحد کی صفت، لمحہ :۲۱: زوج کی تشریح، لمحہ ۳۴: تخلیق الٰہی کی بحث، لمحہ: ۴۰: حضرت موسیٰ کی آگ کا واقعہ نیز لمحہ: ۵۷؛ لمحہ: ۴۳: آیت کریمہ: فیما یختصمون پر بحث، لمحہ ۴۹: حی وقیوم کی صفت الٰہی؛ وحی پر بحث وغیرہ۔

فیوض الحرمین میں بھی متعدد آیات کریمہ کے حوالے سے یا ان پر بحث ہے جیسے مشاہدہ: ۲: سورہ النجم: ثم دنیٰ فتدلیٰ کے حوالے سے بحث، اللہ سے کلام موسیٰ علیہ السلام۔ مشاہدہ: ۴: قریش کا مطالبہ کہ رسول فرشتہ ہو بشر نہ ہو، سورہ الفرقان کا حوالہ؛ مشاہدہ: ۵: ملاء اعلیٰ پر بحث؛ مشاہدہ: ۶: ایمان بالوحی / بالغیب (والد ماجد کا حوالہ)، الہامات میں عم بزرگوار کا حوالہ؛ مشاہدہ: ۱۰: تدلی کی صورت حقیقت محمدیہ، مشاہدہ: ۱۶:: مشاہدہ: ۱۱: ختم نبوت پر بحث، تفسیر آیت نور السمٰوٰت والارض الخ؛ مشاہدہ: ۲۵: آیات متشابہات محکمات؛ مشاہدہ: ۲۸: ملاء اعلیٰ کے یہی امور قرآن مجید کا موضوع ہیں؛

مشاہدہ: ۲۹: سورۂ انفال کی تفسیر اور غزوہ بدر پر مفصل بحث معہ واقعات و کوائف غزوہ؛ قدم صدق عند ربھم، علیٰ بینة من ربه اور یتلوہ شاھد منه کی آیات کی تفسیر؛ مشاہدہ: ۳۳: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اعتزال: فلما اعتزلھم الخ؛ مشاہدہ: ۳۶: وان من شئی الا عند نا خزائنه الخ کی تفسیر نیز وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الخ کی شرح وغیرہ مختلف آیات کے مضامین سمیت؛ مشاہدہ: ۳۸: انعام، میزان اور حدید کے نازل کرنے سے متعلق آیات کریمہ کی شرح؛ قرآن کی زبان نزول قریش کی ہے اور اس پر مختصر و جامع بحث؛ مشاہدہ: ۳۹: ہم نے ان لوگوں کی طرف اچھے کام کرنے اور نماز قائم کرنے کی وحی کی۔ آیت کا ترجمہ و تفسیر نیز دوسری آیات کی تفسیر و تشریح: مشاہدہ: ۴۰ تا ۴۵ میں۔

ہمعات میں آیات قرآنی کے لیے ملاحظہ ہوں: دین کی حفاظت کا وعدہ، ۳۷؛ سورۂ فاتحہ، ۱۰۴؛ مثل نورہ کمشکوٰة الخ، ۱۱۱؛ ولکل وجھة ھو مولیھا: ۱۵۷؛ نار برسر طور موسیٰ علیہ السلام: ۲۵۴ وغیرہ۔

قرآن وحدیث کے یکجا حوالے

حضرت شاہؒ کی تحریروں میں قرآن وحدیث کے یکجا عمومی حوالے بہت آتے ہیں۔ ان سب کا ذکر کرنا مشکل ہے، صرف ایک آدھ نمونہ پر اکتفا کی جاتی ہے۔ ان میں حضرت شاہؒ کا عمومی حوالہ ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث میں آیا ہے یا آیات واحادیث میں اس کا ذکر ملتا ہے۔

گناہ کبیرہ: جس کے بارے میں قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں دوزخ، عذاب شدید کی وعید آتی ہے...... القول ۱/۵۳۔

کتب تفسیر

حضرت شاہؒ نے عام مفسرین اور ان کی تفاسیر کے علاوہ بعض کتب تفسیر کا بھی ذکر اپنے بعض رسائل تصوف میں کیا ہے۔ لیکن ایسا بہت کم ہوا ہے۔

الدر المنثور / سیوطی: فیوض الحرمین میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور و شخصیت میں نور عرش کی جلوہ گری اور کارفرمائی سے بحث کے دوران حضرت شاہؒ نے تفکر وغور و تعمق کے مقام میں آنے کے بعد حزقیل نبی کا وہ قصہ بیان کیا ہے جو الدر المنثور میں مذکور ہے اور اس میں یہ ذکر بھی ہے کہ حزقیل نبی نے نور عرش دیکھا تھا اور اس نور کی زبان ہی کے ذریعہ ان کی رسالت معرض وجود میں آئی۔ فیوض الحرمین: مشاہدہ: ۱۹۵،۳۰۔

حدیثی مآخذ کتبِ تصوف میں

حضرت شاہؒ نے اپنی کتبِ تصوف میں صوفیہ میں رائج احادیث کا عمومی اور خصوصی دونوں طرح کا ذکر بہت سے مقامات پر کیا ہے۔ خصوصی اور متعین ذکر میں وہ کتب حدیث کا ذکر کرتے ہیں اور عمومی انداز کے حوالوں میں ''احادیث میں آیا ہے'' جیسے فقرے لکھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کے دو طریق استناد ہیں: ایک یہ کہ وہ صوفی حلقوں میں رائج احادیث کی تصحیح کرتے ہیں اور اس کا حوالہ دیتے ہیں۔ دوسرے جن احادیث صوفیہ سے ان کو روایتی یا درایتی اختلاف ہوتا ہے اس کا ضعف محدثین کے حوالے سے یا اپنے فنی تبحر کی بناء پر ظاہر کر دیتے ہیں جیسے ''رجب کے متعلق احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے اگر چہ یہ احادیث سند کے اعتبار سے قوی نہیں ہیں'' (الانتباہ ۱/۱۴۵) لیکن ان پر عمل کرنے سے صاحبِ استطاعت و مال کو نہیں روکتے اور کبھی کبھی وہ خالص ضعیف و موضوع روایات کو احادیث روایتی طور سے سمجھ لیتے ہیں اور ان کی توثیق کرتے ہیں۔ حضرت شاہؒ بہر حال صحیح کتب احادیث کے مطابق صوفیاء کے اوراد و وظائف کو پسندیدہ اور مقبول قرار دیتے ہیں (ہمعات: ۵۹)

القول: ۱/۴۱ ۱۔ صحیح روایات کے مطابق انصاری عورتوں نے میت پر بین نہ کرنے پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔

القول: ۱/۴۸ ۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسری بار بیعت لینا ثابت ہے۔ اسی طرح مشائخ صوفیہ سے بھی دوسری دفعہ بیعت لینا منقول ہے۔

گناہ کبیرہ

القول:۱/۵۳:۱۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جس نے جان بوجھ کر نماز قضا کی اس نے کفر کیا...... دوسری جگہ فرمایا گیا کہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان فرق نماز ہے۔

۲۔اور جو محدثین کے نزدیک واضح اور مشہور ہو کہ اس کے مرتکب کو کافر قرار دیا گیا ہو (جیسے مذکورہ بالا)

مراقبہ

القول:۱/۵۹: مراقبہ کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تو تمہیں یقیناً دیکھ رہا ہے۔

نسبت کے بیان میں

القول:۱/۸۴-۸۵ ۱۔ قیامت کے دن سات اشخاص کے سایہ رحمت میں ہونے کی حدیث حفاظ حدیث سے

۲۔ ایک قبر پر حضرت عثمانؓ کی سخت گریہ وزاری

۳۔ تہجد میں نماز نبوی اور حالت نبوی کی کیفیت

۴۔ رویا صادقہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔حفاظ حدیث

۵۔ تلاوت قرآن کے وقت ایک صحابی پر سائبانِ چراغ تن گیا تھا

۶۔ حدیث:رب اغبر اشعث لو اقسم علی اللہ لابرہ

نسبت سکینہ: ۷۔حدیث: قسمت الصلوٰۃ بینی و بین عبدی الخ:ہمعات:۱۰۳ و مابعد؛ صبح و شام کی مسنون دعائیں وغیرہ اور صعود ملائکہ کی احادیث وغیرہ

ذکرالٰہی: ۷۔حدیث عائشہؓ: کان النبی صلی الله علیه وسلم یذکر الله
علی کل احیان: الانتباہ، ۱/ ۲۰۶
۸۔ذکر دل سے اور ذکر زبان سے، حدیث شریف میں مراد دلی
ذکر ہے جو اعلیٰ و افضل ہے: الانتباہ ۱/ ۲۰۶
-- آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کی دونوں صورتوں میں کمال
حاصل تھا...... تفصیل: الانتباہ ۱/ ۲۰۶
-- حدیث میں ذکر خفی اور ذکر جہری دونوں کا ذکر ملتا ہے کہ ان کا
تعلق قلب سے ہے: ہمعات: ۷۲
-- ہمعات میں متعدد دوسری حدیثوں کا بیان ہے یا حوالہ جیسے:
انسان اور پہاڑ کی جبلت چھوڑنے کی حدیث، ۱۹۷؛ ملاء اعلیٰ و
ملاء سافل کی بحث، ۲۰۲؛ مفہمیت و محدثیت، ۲۲۴ ومابعد؛
ایمان، اسلام واحسان کی حدیث جبریلی: ۲۵۴۔

اسماء الٰہی/ ذات واجب الوجود

الخیر الکثیر: ۳۲: دعائے مسنونہ کے الفاظ ہیں: اساَلك بکل اسم ھو لك الخ
۳۵: نحن اقرب الیه من حبل الورید - ذات اقدس کی
قدوسیت اور دوری۔
۴۱: یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم الخ - ذات کے اسماء
وصفات کی بحث/ دوسرا خزانہ: ۴۰-۴۷
۴۳: الحی القیوم، (الحق النور) - ان تمام خزانوں میں آیات
کریمہ کثرت سے نقل کی ہیں۔
۷۹: وغیرہ میں آیات واحادیث/ خلق الله تعالیٰ آدم علی صورته

۸۴: بدن کی تکوین-ابن مسعود اور ابن سلام کی حدیث میں تشریح کی ہے۔

وحی/قرآن ۶۵: سبعۃ احرف پر نزول کی بحث اور وحی کی اقسام بلا حوالہ مآخذ

فیوض الحرمین: مشاہدہ ۲۷: مخلوقات پیدا کرنے سے قبل اللہ تعالیٰ عماء میں تھا۔ بحث حضرت شاہؒ: معہ آیات کریمہ: ھو القاھر فوق عبادہ وغیرہ۔

تمثلات وغیرہ:

الخیر الکثیر: ۸۸: کسی کے منہ پر تھپڑ نہ مارو۔ حدیث نیز دوسرے حوالے ہیں: ۹۶، ۹۷، ۹۸ (دجال سے تحذیر)، تقدیر، ۱۰۲: ظلم وقتل سے عمر میں کمی، حدیث قدسی: روح صالح کے قبض کرنے میں تردد۔ ۱۰۴-۱۰۵: خیر سے شر نہیں پیدا ہوتا کی مثال نبوی سبزہ سے، کل مولود یولد علی الفطرۃ؛ ۱۱۱: اجسام سے قبل روحوں کی تخلیق ۱۱۹: دودھ کے خواب کی تعبیر علم سے، دوسرے خوابوں کی تعبیر نبوی/ رافع بن عقبہ

الخیر الکثیر کے دوسرے مباحث میں بہت سی احادیث ہیں اور قریب قریب ہر ایک صفحہ پر ہیں۔

لمحات: ۵۸: حضرت مریم کے لیے حضرت جبریلؑ کا تمثل یا ایمان، اسلام واحسان والی حدیث کے واقعہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمثل جبریلی (اردو ترجمہ لاہور ۱۹۶۶ء) ۶۲ وما بعد: مختلف احادیث کا عمومی ذکر جیسے قتل کلاب کا حکم نبوی اور بعد میں ممانعت، مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے بعثت نبوی، رات کے آخری حصہ کی فضیلت۔

القول: ۱/ ۵۶-۶۶: تعظیم وتصور شیخ کے استناد کے لیے دو حدیثیں نقل کیں:

۱۔ نماز میں منہ کے سامنے نہ تھوکے اس لیے کہ نمازی اور قبلہ کے درمیان میں اللہ تعالیٰ ہے۔

۲۔ ایک سیاہ فام باندی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو اس نے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور دوسرے اشارے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی شہادت دی۔

تہذیب لطائف: شیخ و مرشد کا اصل کام مرید و سالک کے لطائف کی تہذیب کرنا ہے بالکل اسی طرح جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض منصبی امت کی تہذیب نفس کرنا تھا۔ اس ارتباط کے حوالے سے حضرت شاہؒ نے متعدد احادیث نبوی کا ذکر بلا حوالہ ماخذ کیا ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے امور و معاملات میں بھی احادیث نبوی کا ذکر ملتا ہے:

الطاف القدس: ۲۹: بلاشبہ انسان کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے...... /۴۷،

مامن مولود الا یولد علی الفطرۃ الخ

〃 : دل کی مثال اس پر کی طرح ہے......

〃 : نفس ارادہ و خواہش کرتا ہے......

〃 : آدمی کا دین اس کی عقل ہے......

مشاہدات: فیوض الحرمین:

مشاہدہ- ۲: اثر ابن عباس: معراج میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔

〃 - ۴: رویائے صالحہ نبوت کا حصہ

〃 - ۱۱: کنت نبیاو آدم منجدل بین الماء و الطین

〃 - ۱۱: رویائے مومن قرب قیامت میں صحیح ہوگا

〃 - ۱۳: مسجدوں میں خوب دعائیں کیا کرو/کثرت سجود سے نفس کی مدد کرو

〃 - ۱۳: رویت باری در قیامت کی حدیث، سورۂ فاتحہ کے بارے میں حدیث

〃 - ۲۰: روضۃ من ریاض الجنۃ کی حدیث پر بحث

- ۲۲: افضلیت شیخین پر بحث اور احادیث وسنن نبوی کے حوالے
- ۴۰: ہر نبی کو دعائے قبول مرحمت ہوتی ہے۔ میں نے اپنی دعا محفوظ کرلی وغیرہ نیز مابعد مشاہدات میں نیز مشاہدہ ۳۳۔

کتب حدیث کے خاص حوالے

مذکورہ بالا عمومی احادیث اور ان کے غیر محولہ مآخذ کے علاوہ حضرت شاہؒ نے متعدد کتب و رسائل تصوف میں خاص کتب حدیث کا بطور ماخذ ذکر کیا ہے۔ وہ بالعموم تمام مستند کتب حدیث ہیں۔ ان میں سے متعدد کا ذکر حجۃ اللہ البالغہ اور قرآنی تالیفات وغیرہ کے حوالے سے کیا جاچکا ہے، کتب تصوف کے حوالے سے بعض دستیاب مآخذ کا ذکر بطور مثال درج کیا جاتا ہے۔ عام کتب حدیث کا ایک حوالہ فیوض الحرمین کے مشاہدہ-۳۶ میں ہے: ''ان لوگوں کے لیے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ، آپؐ کے وہ احکام واوامر ہیں جو مذکورہ بالا امور (یعنی خلافت ظاہری) کے متعلق کتب احادیث میں بڑی تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں ...... (فیوض الحرمین: ۲۰۹، ۲۱۰ وما بعد)''۔ فقہاء جو احکام استنباط کرتے ہیں ان میں وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی کو مدار مانتے ہیں......''۔ اس میں بعض سفراء نبوی اور ان کے مقاماتِ تعین کا بھی ذکر ہے اور سیرت کے بعض واقعات کا بھی)۔

ابوداؤد: حدیث ظہور مہدی ۱۰۰ نیز قضائے مبرم پر حدیث ام المومنین ام حبیبہؓ الخیر الکثیر: ۱۰۰۔

-- ابوداؤد نے صوم وصلوٰۃ کے جو تغیرات ابن ابی لیلیٰ سے نقل کیے ہیں ان کا استحضار کرلو الخیر الکثیر - ۲۳۳

ابن ماجہ: بعض صحابہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر بیعت کی کہ وہ لوگوں سے کوئی چیز نہیں مانگا کریں گے۔ ۱/۴۱-۴۲

-- سنن ابن ماجہ میں ہے کہ عہد نبوی و شیخین میں قصہ گوئی نہیں موجود تھی۔ ۱/۱۰۵۔

-- سنن ابن ماجہ کی حدیث میں انبیاء کرام کی خصوصیات کا ذکر کیا گیا، ان کے اسم میں زائد سبوغ اور ظہور پایا جاتا ہے۔ الخیر الکثیر ۔۲۷۱

جامع الاصول مولفہ ابن اثیر

یہ حدیث جو آپ نے لکھی ہے کتاب جامع الاصول میں موجود ہے۔
نادر مکتوبات ۲/۲۹۵

موطا امام مالک: حدیث ابو طلحہ انصاری: نماز میں ایک خوشرنگ چڑیا نے توجہ بٹادی تو نماز بعد باغ صدقہ کردیا۔ نادر مکتوبات ۱/۸۳

موطا امام محمد: حدیث: "ما رآہ المومنون حسنا فھو عند اللہ حسن" سے ذکر جہری وغیرہ کا استناد شاہ۔ ہمعات: ۷۲

مسلم: -- نطفہ پر چالیس دن گزرنے کے بعد تقدیر لکھ دی جاتی ہے۔ الخیر الکثیر: ۹۸-۹۹)

-- ایمان و اسلام و احسان کی حدیث جبریلؑ۔ ہمعات: ۲۵۴

ترمذی: الانتباہ ۱/۱۴۶: روزہ حضرت داؤد علیہ السلام کا حوالہ ذکر قادریہ کے مشاغل میں الخیر الکثیر ۔۵۹: فیصلہ الٰہی پر فرشتوں کا سر تسلیم خم کرنا۔

تفہیمات: ۱/۳۰۹: عبدالرحمٰن بن حافظ نظام الدین ٹھٹھوی کے اجازہ میں متعدد کتب حدیث کا ذکر آیا ہے۔

شرح السنہ بغوی: ہر ایک آیت کا ایک ظہر اور ایک بطن اور ایک حد کے لیے روزن ہے۔ الخیر الکثیر: ۱۸۷

محرم عورتوں سے نکاح کی تعبیر کا حوالہ۔ نادر مکتوبات ۲/۲۷

صحیح بخاری: شاہد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریرؓ سے مسلمانوں کی خیر خواہی کے لیے بیعت لی۔'' اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی ایک جماعت سے بیعت لی کہ وہ اللہ کے سوا کسی کا خوف دل میں نہ رکھیں گے اور صرف اسی کی پرواہ کریں گے اور کسی حال میں حق کا دامن نہیں چھوڑیں گے۔ ۱/۴۲

الخیر الکثیر ۵۹: آسمانوں میں فیصلہ الٰہی پر فرشتے اپنے پر پھڑ پھڑاتے ہیں۔ ترمذی

۷۷: اللہ تعالیٰ موجود تھا اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی۔ حدیث عمران بن حصینؓ

الخیر الکثیر ۱۰۳: فتوحات کے بعد رونق دنیا پر مسلمانوں کے ریجھ جانے کی حدیث خدری

-- نزول وحی کی کیفیت کی حدیث ۱۹۸۔ طیرۃ / برے شگون کی حدیث

الانتباہ: ۱/ ۱۴۱: ذکر قادریہ کے حوالے میں قرب بالفرائض کی حدیث بخاری معہ اضافات از دیگر محدثین۔

نادر مکتوبات ۲/ ۲۵: صحیح بخاری میں دعویٰ ہبہ کا بالکل ذکر نہیں ہے۔

صحیحین: الخیر الکثیر: ۱۶۲: سچا خواب نبوت کا ۴۶/۱ حصہ ہے؛ حدیث ایمان کی ستر شاخیں؛ ۱۷۸: تمثل حضرت جبریلؑ: حدیث ایمان واسلام واحسان۔

اربعین امام رازی:

نادر مکتوبات ۲/ ۲۵ میں متاخرین کے چند شبہات نقل کر کے ان کا جواب لکھا ہے۔ اسی میں قاضی بیضاوی اور قاضی عضد پر نقد شاہ ہے اور رازی پر بھی۔

کتب حدیث سے واقفیت مرشد:

القول: ۱/ ۵۵: ''سالک قرآن مجید، حدیث مبارکہ، فقہ اور اوسط درجہ کی کتابوں مثلاً ریاض الصالحین، عقیدہ عضدیہ وغیرہ سے خود واقف ہے اور ان کا علم رکھتا ہے...... ورنہ کسی معتبر عالم دین سے دریافت کرلے''۔ حضرت شاہؒ نے مرشد و سالک دونوں کے لیے قرآن و حدیث کی بنیادی ضروری کتب سے واقفیت کا ذکر متعدد تحریروں میں کیا ہے۔

خواب/ رویا صادقہ کی احادیث ولی اللٰہی

بعض دوسرے مشائخ صوفیہ کی مانند حضرت شاہؒ کو بھی بہت سی احادیث نبوی خاص رویا/ خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عطا ہوئی تھیں۔ اخذ و روایتِ حدیث کا یہ خاص الخاص صوفی طریقہ ہے اور اس کے اعتبار و استناد پر محدثین کرام کو اعتراض ہی نہیں سخت نکیر کرتے دیکھا گیا ہے اور اس کا اعتراف صوفیہ کرام میں کم سے کم حضرت شاہؒ کو ضرور ہے۔ محدثین کرام اس طریقہ اخذ و روایت کو سرے سے صحیح تسلیم ہی نہیں کرتے لہٰذا ان کی معتبریت کا کیا سوال۔ حضرت شاہؒ نے الدرالثمین فی مبشرات النبی الامین میں اور بعض دیگر کتابوں اور رسالوں میں اپنی احادیثِ رویا کا ذکر کیا ہے اور خوب اعتماد سے کیا ہے۔ اپنے مقدمہ/ تمہید میں حضرت شاہؒ نے صراحت کی ہے کہ ''...... احادیث مبارکہ میں سے یہ چالیس حدیثیں ہیں جو عالمِ خواب میں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کے مشاہدے کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہیں۔ میں نے اس رسالے میں انھیں جمع کر دیا ہے۔ ان میں سے کچھ حدیثیں ایسی ہیں جنھیں کسی واسطے کے بغیر براہ راست ذات اقدس سے میں نے اخذ کیا ہے اور بعض احادیث ایسی ہیں کہ آپ کی روایت میں میرے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان دو یا تین واسطے ہیں......'' ۱/ ۲۴۷

ان بالواسطہ احادیث کے واسطے ہیں:

۱۔ والد گرامی: ۲۵۲-۲۵۷ (چودہ احادیث+۱=۱۵)

۲۔ عم مکرم : ۲۵۷ (۲ ")

۳۔ شیخ ابوطاہر کردی: ۲۵۷-۲۶۲ (۹ ")

۴۔ سید عمر بن بنت شیخ عبداللہ بن سالم: ۲۶۰ (صرف ایک: مشابکہ)

الدر الثمین کی احادیث متعدد عناوین کے تحت جمع کی گئی ہیں۔ ان کے موضوعات مختلف اور گوناگوں ہیں۔ ان سے سردست بحث نہیں ہے لیکن ان میں بعض احادیث نبوی ہیں جو مستند کتب حدیث میں موجود ہیں اور حضرت شاہؒ نے ان کی شرح و تفسیر روح نبوی سے دریافت کی تھی جیسے:

۱۔...... کنت نبیا و آدم منجدل بین الماء والطین ۲/۲۴۹

۲۔ این کان ربنا قبل ان یخلق خلقه؟ کان فی عماء مافوقه هواء وما تحته هواء ۲/۲۴۹-۲۵۰

ان تمام احادیثِ رویا و مشاہدہ میں حضرت شاہؒ کے شعوری فکر و تحقیق اور کتب حدیث و نگارشات علماء سے موازنہ وغیرہ کی بھی شہادتیں ہیں۔ ان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت شاہؒ کی فکری تحقیق و جستجو کو الہامی اور تکوینی تائید بھی حاصل تھی۔ ان میں سے متعدد مسائل و امور کو حضرت شاہؒ نے اپنی تحقیق کے طور پر دوسری کتب میں لکھا ہے جیسے شیخین کی فضیلت، مسلک حقہ اور مسلک شیعہ، مختلف مسالک فقہ اور طرق تصوف کی حقانیت و یکسانیت، ظاہر کی باطن پر فضیلت و اہمیت، والد ماجد کا میلاد کا اہتمام، تمباکو کا مسئلہ کراہت، شیخ تاج وغیرہ کی سوانح و وفات، شیخ عبدالحق کے ہاتھ سے لکھی ہوئی سند حدیث سے موازنہ، صحیح بخاری کی تعلیم و تدریس وغیرہ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم / اتباع نبوی

تمام اکابر صوفیہ کی مانند حضرت شاہؒ نے اپنی مختلف تصانیف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بارے میں لکھا ہے۔

ذاتِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور اس سے وابستہ واقعات، احوال، کوائف، معمولات ومشاغل اور متعدد دوسری چیزیں بھی مآخذ شاہ ہیں۔ ان کے لیے حضرت شاہؒ نے بالعموم کتابی مآخذ کے حوالے نہیں دیے ہیں حالانکہ وہ معروف ومشہور واقعات سیرت وتاریخ اسلامی ہیں۔ جیسے نادر مکتوبات میں حضرت خیر البشر کے مبعوث ہونے کے وقت تمام کاہنوں اور نجومیوں نے خبر دی تھی کا بیان شاہؒ ہے (۱/ ۴۱۹) یا فتح مکہ کے وقت بنو ہاشم کے بعض افراد نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حجابہ کا منصب مانگا تھا (۱/ ۴۲۸-۴۲۹)۔ اسی طرح اتباع نبوی کے ناگزیر ہونے کا ذکر بار بار کرتے ہیں مگر ان کے حوالے۔ مآخذ۔ کا ذکر نہیں کرتے۔ ان سب کا شمار غیر محولہ مآخذ میں کیا جانا چاہیے۔ بہر حال بعض جگہ حوالے/ مآخذ موجود بھی ہیں۔

تربیت مرید

القول: ۱/ ۵۴: شیخ ومرشد مرید سے آداب اور طریقوں کو طریق نبوی کے مطابق ادا کرنے کا مطالبہ کرے اور خود بھی ان کی پابندی کرے۔

القول ۱/ ۵۶: ”مشاغل قادریہ میں ذکر جہری میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی خلاف ورزی نہیں ہوتی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اپنے آپ پر نرمی کرو، تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو......۔“

-- الانتباہ: ۱/ ۱۲۷-۱۲۸: تربیت مرید کے لیے احادیث وآیات سے استشہاد۔

اتباع خلفاء راشدین مہدیین

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مشہور حدیث ہے کہ میری سنت کی پیروی کرو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو بھی لازم پکڑو کہ ان دونوں کی اتباع ہی میں دنیاوی سعادت اور اخروی نجات کی ضمانت دی گئی ہے۔ حضرت شاہؒ کے مباحثِ تصوف میں بھی اس ہدایت نبوی کی گونج برابر سنائی دیتی ہے جب وہ خلفاء ثلاثہ اور دوسرے خلفائے راشدین سے متعلق صوفی واقعات اور روحانی تجربات کا

ذکر کرتے ہیں اور ان کے اسرار ورموز سے بحث کرتے ہیں لیکن ان میں بھی وہ مآخذ کا ذکر نہیں کرتے، مثلاً حضرت عمر بن عبدالعزیز امویؒ کے فرزند کا ایک واقعہ لکھا مگر اس کا حوالہ نہیں دیا (نادر مکتوبات: ۱/۳۴۹)۔ حضرت عثمان بن عفان امویؓ کے بارے میں ایک روایت و واقعہ میں کہ وہ وتر کی ایک رکعت میں پورا قرآن مجید پڑھ لیتے تھے کے اسرار و رموز بیان کرتے ہیں (۱/۳۹۲) یا کلمہ لا الہ الا اللہ کے ذکر نفی و اثبات کے بارے میں خلفاء ثلاثہ کا بیان نقل کرتے ہیں یا سادات حسنی و حسینی کے بارہ قبیلوں کا ذکر کرتے ہیں (۲/۱۰۹،۳۲۴ ومابعد)

شریعت/ شرعی دلیل

شریعت و طریقت کے باہمی تعلق اور طریقت کی ضرورت پر صوفیہ اور علماء میں بڑی بحثیں رہی ہیں اور بالعموم وہ افراط و تفریط کا شکار ہیں۔ حضرت شاہؒ نے اس اہم مسئلہ پر ایک عمدہ اور جامع بحث نادر مکتوبات میں کی ہے: "ہاں شریعت میں اللہ تعالیٰ سے قرب پیدا کرنے والے تمام اعمال، افکار و اوراد اور احوال و مقامات وارد ہوئے ہیں مگر ہر عمل کو اس کے عمل میں لانا ہر شخص کو میسر نہیں ہوتا سوائے اس شخص کے جو اس کے بارے میں تجربہ رکھتا ہو اور ان مذکورہ چیزوں (یعنی اعمال وغیرہ) سے رنگین ہوا ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ محدثین احادیث و آثار میں کمال تبحر و استعداد کے باوجود احکام دینیہ اور ان کے مآخذ کے استنباط و استخراج میں اہل فقہ کے محتاج ہوتے ہیں اور یہ محدثین مآخذ تفسیر و استنباط آیات وغیرہ سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے مفسرین کے محتاج ہوتے ہیں اور یہی علت علمائے متبحرین کی احتیاج کی علت ہے ایسے شخص سے جو کہ سالکِ مقامات ہو، اس میدان میں کام کیے ہو اور واقعات کو دیکھے ہوئے ہو-- (اور صوفیہ سے) ان عوام الناس کی احتیاج جو کہ احادیث کی آثار کو جانتے پہچانتے نہیں ہیں، بہت واضح ہے۔ ایک اور نکتہ جو اس سے بھی زیادہ باریک ہے یہ ہے کہ شریعت غراء ایک قرابادین (نسخوں کا مجموعہ یا بیاض) ہے کہ جس میں تمام امراض نفسانیہ میں سے ہر مرض کی دوا لکھی ہوئی

ہے۔ لیکن خاص شخص کے لیے تدبیر مثلاً یہ کہ اس شخص کے لیے ذکر زبانی زیادہ نافع ہے یا ذکر قلبی کسی ایسے صاحب فراست کی فراست وکمال ذہانت پر موقوف ہے جس نے پوری پوری مہارت حاصل کر لی ہو"......(۱/۱۷۱-۳-۲-۷۷ مکتوب نمبر:۱۱۸)

بیعت: کسی شرعی دلیل سے یہ ثابت نہیں کہ تارک بیعت کو گناہگار قرار دیا گیا ہو۔ اس پر ائمہ دین میں سے کسی کا بھی اختلاف نہیں گویا بیعت کے واجب نہ ہونے پر اجماع ہے۔ القول:۱/۴۴

گناہ صغیرہ: وہ ہیں جن سے شریعت نے منع کیا ہو یا وہ کسی جائز حکم کے خلاف ہیں۔ القول:۱/۵۴

تصور و تعظیم شیخ:

اللہ تعالیٰ ہر عابد کے سامنے اسی کے مرتبے اور حیثیت کے مطابق ظاہر ہو کر اس کا معبود بنا ہے۔ یہی وہ راز ہے جس کے سبب قبلہ کی طرف منہ کرنا اور استواء علی العرش......ایسی چیزیں شریعت میں نازل ہوئیں۔ القول:۱/ ۶۵

کتبِ فقہ

صوفی مباحث میں بالعموم فقہ اور اہل فقہ کے حوالوں اور مآخذ کی ضرورت نہیں پڑتی کہ ان دونوں میں ظاہر و باطن کا فرق ہے لیکن حضرت شاہؒ کے مباحثِ طریقت میں کبھی کبھی فقہ کے بعض مآخذ کا اور عظیم فقہاء کے اسماء گرامی اور مقامات عالیہ کا ذکر کسی وجہ سے آجاتا ہے۔ جیسے امام ابوحنیفہ کی مانند امام ابوطالب مکی کو قرار دیا ہے یا امام شافعی کے مقام و مرتبہ کا ذکر کیا ہے یا کسی فقہی بحث و خیال پر تنقید کی ہے۔ حضرت شاہؒ بہر حال فقہ کے چار مروج مذاہب -مذاہب اربعہ- کی پابندی/تقلید کے قائل تھے اور ان سے انحراف صحیح نہیں سمجھتے تھے اور ان میں موافقت پیدا کرنا چاہتے تھے: فیوض الحرمین (مشاہدہ ۳۳)

اقرب الی السنہ کا نظریہ شاہؒ: "مذاہب اربعہ میں اقرب الی السنہ امام شافعی کا مذہب ہے بشرطیکہ اس کی تنقیح اور تمحیص کی جائے۔ امام ممدوح کی عقابی نظر علل اور اسباب کی حقیقت تک فوراً پہنچ جایا کرتی ہے۔" الخیر الکثیر۔ ۲۷۴

کفایہ شرح ہدایہ:

"...... میں ایک مشت سے زائد داڑھی کو قطع کرنا واجب لکھا ہے اور یہ بات ایسی ہے کہ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں (یعنی یہ ایک کمزور قول ہے)۔۔ جبکہ ختنین (حضرت عثمان غنی اور حضرت علیؓ) وغیرہما سے داڑھی کا ارسال سینے تک بلکہ اس سے آگے تک ثابت ہے۔ کفایہ کی اس روایت کا مجریٰ ومنبع ہمارے نزدیک وہی ہے جو اس کے علاوہ متاخرین کے دیگر بعض مسائل کی تخریج کا مجریٰ ومنبع ہے......"

(نادر مکتوبات ۲/ ۱۷۹: اس میں حضرت شاہ کے ماخذ کا حوالہ نہیں ہے)

حنفی فقہ/ فقہاء: امام بخاریؒ کے زمانے میں جمع شدہ احادیث پر حنفی فقہ مبنی ہے، امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے اقوال میں سے وہ قول لیا جائے جو مسئلہ زیر بحث میں مشہور احادیث سے سب سے زیادہ قریب ہو۔ پھر ان فقہائے احناف کی پیروی کی جائے جو علماء حدیث میں شمار ہوتے ہیں۔ فیوض الحرمین، مشاہدہ ۱۹: فقہ/ فقہاء کے اقوال پر ائمہ متقدمین کا سکوت اور احادیث پر بحث (اردو ترجمہ محمد سرور، لاہور ۱۹۹۶ء، ۱۶۵) نیز مشاہدہ ۳۱: امام اعظم وصاحبین اور سنت وحدیث سے فقہ کے ارتباط پر بحث شاہؒ، سنت اور فقہ حنفی میں باہم مطابقت دینے کی سعی شاہؒ؛ مشاہدہ ۴۱: حنفی فقہ کا راز۔

دیگر کتب عقائد وغیرہ

تصوف وطریقت میں بعض اوقات بعض مباحث جیسے توحید، رویت وجود باری وغیرہ میں کتب عقائد اور اصولی اماموں کا حوالہ بھی آجاتا ہے۔ حضرت شاہؒ نے اس باب عقیدہ میں بھی باطن وطریقت کی تجلیاں تلاش کرلی ہیں۔

''...... شیخ ابوالحسن اشعریؒ نے قیامت میں دیدار باری تعالیٰ کے بارے میں ایک نکتہ بیان کیا ہے کہ جس میں تھوڑی سی توجہ کے ساتھ تجلی کے قاعدے پر محمول کیا جاسکتا ہے......'' نادر مکتوبات ۲/۲۲۰

امام ابوالحسن اشعریؒ بظاہر صوفی نہیں تھے۔ حضرت شاہؒ نے اپنی بعض کتب تصوف بالخصوص الخیر الکثیر میں ان کے بہت سے اقوال ونظریات سے بحث کی ہے اور اشعری نقطۂ نظر کی نہ صرف تصدیق وتائید کی ہے بلکہ اس کے صوفیانہ اسرار اور حکمتوں کو بھی بیان کیا ہے۔ ان کے بارے میں حضرت شاہؒ کے متعدد حوالوں کا ذکر علماء اصولیین کی سرخی کے تحت کیا گیا ہے۔

علماء اصولیین

حضرت شاہؒ اپنے فلسفیانہ تصوف میں بالخصوص صوفیہ کرام کے حکماء وفلاسفہ، منطقی علماء، مختلف مسلم مکاتب فکر کے ماہرین جیسے معتزلہ وغیرہ اور بعض دوسرے علماء اصولیین کا ذکر کرتے ہیں۔ بالعموم ان پر عمومی نقد وتبصرہ کرتے جاتے ہیں اور ان کے رد ونقد کے حوالے سے اپنے خیال ونظریہ کے اثبات کے لیے اشاعرہ کا ذکر کرتے ہیں بالخصوص ان کے امام طریقت شیخ ابوالحسن اشعری کا جن کے مسلک ونظریہ کو وہ صحیح ترین سمجھتے ہیں اور اس سے اپنی وابستگی کا برملا اعتراف واظہار بھی کرتے ہیں۔ مختلف صوفی مباحث میں حضرت شاہؒ نے حضرت امام اشعری کے افکار سے بحث کی ہے جس کے بعض اسرار ورموز درج ذیل ہیں:

ابوالحسن اشعری:

الخیر الکثیر- ۵۸: اعتراضات سے تنگ آ گئے تو صفت ارادہ کے دامن میں پناہ لی۔ امام موصوف کے قول پر بحث

" - ۶۳: قرآن کریم یا کلام الٰہی درحقیقت کلام نفسی ہے۔ وحی کی بحث نیز ۶۷

ءً - ۷۳: وجود اور ماہیت کا مفہوم ایک ہے اور حقیقت تقرر کے مرادف ہے/ وحدۃ الوجود

ءً - ۱۰۹: اداکات کے تعلق خصوصی وعمومی پر بحث

ءً - ۱۴۰: نبوت پر بحث کہ وہ غیر اکتسابی چیز ہے

ءً - ۱۸۸: صفات الٰہی کے قدیم ہونے کے باوجود کلام مجید کے حادث ہونے پر اعتراض کا جواب

ءً - ۲۷۱: ہر چیز کا حسن وقبح ازلی ہے۔ شریعت سے اس کا تحقق ہوا۔ بحث اشعریؒ بر عصمت انبیاء وغیرہ بھی

ءً - ۲۷۰۔ وما بعد: ''امام ابوالحسن اشعری کے مذہب کو ہم بہ نظر وقعت دیکھتے ہیں اور ہماری رائے میں وہ صحابہ کے مذہب کے موافق ہے اور اسی کا تمثل ہے......''۔ اس کے بعد امام موصوف کے مذہب پر مفصل بحثِ شاہؒ ہے جس میں فلسفیانہ تصوف کی سخت آمیزش ہے اور اس میں حسن وقبح کے نظریہ، عصمت انبیاء اور اس کے مراتب، ارادہ الٰہی، وجود عین ماہیت کے نظریات وغیرہ سے بہت بحث ملتی ہے۔ اس میں چوبیس کلامی مسائل کا ذکر وتجزیہ ہے جن کے بارے میں اشعریہ سے دوسرے کلامی طوائف / گروہوں کا اختلاف بتایا گیا ہے اور حضرت شاہؒ بہر حال اشعری تھے۔ الخیر الکثیر کا دسواں اور آخری خزانہ زیادہ تر اسی پر مبنی ہے۔

نادر مکتوبات ۲/۲۲۰: قیامت کے دن دیدار الٰہی / رویت باری کی بحث

صوفیہ کرام کے عمومی حوالے

کسی خاص سلسلۂ طریقت یا مشربِ حقیقت کا حوالہ دیے بغیر حضرت شاہؒ عام صوفیہ کے حوالے سے بہت سے امور تصوف وطریقت کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ان سے بالعموم ان مسائل و اقدار اور اعمال و اشغال پر تمام صوفیہ کرام کا اتفاق ہوتا ہے۔ ان میں ان کے بیشتر بیانات وتشریحات بلا حوالۂ ماخذ ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضرت شاہؒ نے ان کو کسی نہ کسی ماخذ سے ضرور اخذ کیا تھا۔ ان کے بعض بیانات وتعبیرات ان کی حکیمانہ فراست کی دین بھی ہو سکتی ہیں اور ہوتی ہیں تاہم ''معلومات'' کا باب ماخذ ومرجع کا محتاج ہوتا ہے۔ ایسے متعدد امور طریقت وتصوف کا ذکر حضرات صوفیہ کے عمومی حوالے سے ذیل میں کیا جاتا ہے۔

بیعت/خرقہ پوشی

القول: ۱/۴۳ : مشائخ صوفیہ اول زمانے میں خرقہ پوشی سے دینی مقاصد حاصل کرتے رہے۔ بعد والے دور میں یہ رسم ختم ہوئی۔

الانتباہ: ۱/۱۶۲ : خرقہ پوشی کا طریقہ شیخ جنید بغدادی کے زمانے سے شروع ہوا۔ بعد میں بیعت مروجہ کا سلسلہ چلا، خرقہ پوشی کا طریقہ

" " خرقہ پوشی کی بنیاد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ پہنانا ہے۔

" ۱/۲۶-۱۲۷: خرقہ، بیعت، قراءت، اجازت و منادلہ کا طریقہ صوفیہ مختلف صحابہ کرام کے صحیفہ، طریقہ، روایت وحدیث سے ثابت ہے۔

۱/۱۲۹-۱۳۱: ''بیعت، خرقہ پوشی، فیضان توجہ اور تلقین کا تعلق روحانی طور پر مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے حاصل ہے''۔ رویائے صالحہ کی تفصیلات اور روح محمدی سے سوالات و جوابات؛ الانتباہ ۱/۱۲۲

نادر مکتوبات: ۱/۳۷۰ومابعد: ''صوفیہ کی بیعت جو متوارث اور متواتر چلی آ رہی ہے دو قسم کی ہے: بیعت تحکم اور بیعت تبرک۔ اسی طرح سے صوفیہ کا خرقہ جس کا رواج چلا آ رہا ہے دو قسم کا ہے: خرقہ تحکم اور خرقہ تبرک'' (پھر ان دونوں کی تفصیل وتشریح ہے)

القول: ۱/۴۳ : ''مشائخ صوفیہ نے موقع غنیمت جان کر سنتِ بیعت کو دوبارہ لازم پکڑ لیا۔''

القول: ۱/۴۷-۴۸: ''مشائخ کے ہاں بیعت کا جو سلسلہ جاری ہے اس کی تین صورتیں ہیں......''

الانتباہ: ۱/۱۲۶-۱۲۷: بیعت کی مختلف قسمیں

القول: ۱/۴۶ : ''اس بات پر سارے مشائخ صوفیہ متفق اللسان ہیں کہ وعظ وتقریر صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو قرآن وحدیث جانتا ہو۔''

القول: ۱/۴۹ : ''مشائخ سلف سے بیعت کا جو طریقہ بیان ہوا ہے اس کے مطابق پہلے شیخ خطبہ مسنونہ پڑھے: الحمد لله نحمدهٗ و نستعينه الخ، گناہوں سے بچے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہیں کرے گا۔''

الہام

مشاہدہ: ۱/۳۸: مشائخ صوفیہ کی سچے الہام اور بعض اشکالات میں تطبیق دینے کی کوشش پر حضرت شاہؒ نے بحث کی ہے۔

فیوض: ؍؍ الہام اور وحی پر مشائخ صوفیہ کے حوالے سے مفصل بحث ہے: ۲۱۸-۲۲۴ و مابعد

مراقبہ

القول: ۱/۵۹: ''مشائخ صوفیہ کے ہاں مراقبہ کی کئی قسمیں ہیں:''

القول: ۱/۶۶: ''چشتی طریق میں اللہ سے لو لگانا یا توجہ اور دل کی لو قبلے کی طرف متوجہ ہونا ایک طرح سے حدیث کا مراقبہ ہے۔''

کرامات و اظہار کرامات

الانتباہ: ۱/۲۱۵: ''تمام پیران طریقت اپنے مریدوں کو کھلی کرامت کے اظہار سے نفرت دلاتے ہیں:''

نور نبوت سے آراستہ صوفیہ

الخیر الکثیر: ۱۲۵ نیز ۲۰۶: ''اصحاب طریقت میں سے شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ نجم الدین کبریٰ، شیخ بہاؤالحق والدین، بلکہ شیخ ہروی، مخدوم علی مہایمی اور مولانا جامی اسی طبقہ (سوم) سے تعلق رکھتے ہیں۔ مقامات فنا و بقا کے عروج پر فائز طائفہ علیہ: ابو یزید، ابوالحسن، ابوالعباس، ابوسعید، ابواسمٰعیل، ابوعبداللہ اور

اصحاب طریقت جن کی طرف طُرق منسوب ہیں جیسے شیخ جیلانی، شیخ سہروردی، نجم الدین کبریٰ، خواجہ نقشبند، خواجہ معین الدین چشتی............"

نقد صوفیہ:

حضرت شاہؒ نے صوفیائے کرام کے بعض افکار ونظریات، اعمال و استناد واستدلال وغیرہ پر نقد وتبصرہ بھی کیا ہے۔ وہ ان سے اتفاق نہیں کرتے اور بعض سے اتفاق بطور صوفی کیا ہے تو نقد محدثین بھی نقل کر دیا ہے۔ حضرت شاہؒ کی ایسی تنقیدیں اپنی جگہ اہم ہونے کے ساتھ ساتھ مآخذ کے لحاظ سے بھی اہم ہیں کہ وہ ان کو یا ان کے واقعات وخیالات کو کسی نہ کسی ماخذ سے ضرور لیتے ہیں خواہ اس کا ذکر کریں یا نہ کریں جیسے حضرت علیؓ سے حضرت حسن بصری کے علوم باطنی اخذ کرنے کے مسئلے میں وہ طریقہ صوفیہ کے ناقد ہیں لیکن ان کے اجماع کے سبب اس استناد و سلسلہ کو مان لیتے ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ کے بارے میں حضرت شاہؒ کے فرمودات وتنقیدات تحقیقی مطالعہ کا موضوع ہیں۔ ان کے نقد شدید کے بعض واقعات ومعاملات درج ذیل ہیں:

نادر مکتوبات: ۱/۳۶۵: "شیخ کمیل بن زیاد اس جماعت میں ہیں جس کا حضرت عثمانؓ نے (اشتر) نخعی کے ساتھ اخراج کر دیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ صوفیائے کرام اور حضرت علیؓ کے درمیان (خواجہ کمیل بن زیاد) کے توسط پر صوفیہ کیوں راضی ہوئے؟"

الخیر الکثیر: ۹۹ : عین ثابتہ کا مستقبل میں ظہور میں آنے کے خیالِ صوفیہ پر نقد۔

الطاف القدس: ۹۳ : نقد صوفیہ لطائف کا منہ میں صوفیہ کی تعبیرات وتسامحات پر۔

صوفیہ کرام کے متعین حوالے

حضرت جنید بغدادیؒ: سلوک کا طریقہ

فکرِ حضرت شاہؒ میں حضرت جنید بغدادیؒ کو بلند مقام حاصل ہے۔ انھوں نے بقول شاہؒ ''سلوک کی درمیانی راہ اختیار کی اور ہر ریاضت کو اپنے مقام پر رکھا۔ وہ اس طریقہ کے اولین بانی تھے، اسی لیے سید الطائفہ کے لقب سے سرفراز ہیں۔ حضرت جنیدؒ کے بعد جس قدر صوفیائے کرام آئے ہیں وہ سب آپ ہی کی راہ پر چلے...... وہ حضرت جنید کے زیر احسان ہیں، اور قوت القلوب کے مصنف نے، جو صوفیا کے ابو حنیفہ ہیں، حضرت جنیدؒ کے اس طریق کی شرح تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے مگر مجموعی طور پر انھوں نے حارث محاسبیؒ کے طریق کو بھی اس میں خلط ملط کر دیا ہے کیونکہ اس دور میں تصوف ابھی تک تشدد کے دائرے سے باہر نہیں نکلا تھا......''

''سید الطائفہ حضرت جنیدؒ کے سلوک کی بنیاد پانچ لطائف کی تہذیب پر ہے اور وہ لطائف یہ ہیں: نفس، قلب، عقل، روح اور سر۔'' حضرت شاہؒ نے اس کی بہت تفصیل کے ساتھ شرح کی ہے کیونکہ روح اور سر کی تہذیب معرفت کے بارے میں صوفیاء کی تعبیرات کے تسامح کی وجہ سے گڑ بڑ پیدا ہو گئی ہے......'' (الطاف القدس: ۵۰-۵۸ و ما بعد تا ۷۵: اس میں متعدد دوسرے صوفیہ کرام اور ان کی کتب کے بھی حوالے ہیں اور مباحث بھی)۔ تصوف کا دوسرا دور۔ حضرت جنیدؒ جو گروہ صوفیا کے سر خیل ہیں، ان کے زمانے میں یا ان سے کچھ پہلے تصوف کے ایک اور رنگ کا ظہور ہوتا ہے (ہمعات، ۴۷ و ما بعد)۔ تمام سلاسل طریقت و تصوف حضرت جنید کی طرف منسوب ہیں اور ان ہی سے نکلے ہیں۔ ہمعات: ۵۳ و ما بعد، سلوک کے دو طریقے (ہمعات: ۲۳۰ و ما بعد) بحث اصحابِ یمین اور ان کی قسمیں؛

صوفیہ کے خانوادے: ہمعات میں حضرت شاہؒ نے چودہ خانوادوں کا ذکر کر کے دس کو مقبول بتایا ہے اور باقی کو مردود۔ بعض کے نزدیک صرف بارہ خانوادے

ہیں۔ ان کے اکابر اور بانیان سلاسل کا ذکر کیا ہے (ہمعات اردو ترجمہ محمد سرور سندھ ساگر اکادمی، لاہور، ۱۹۴۶ء، ۴۳ و مابعد)

سلسلہ قادریہ

القول ۱/۵۶: مشائخ قادریہ پیشوائے سلسلہ شیخ ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کے مریدین و منتسبین ہیں۔

القول ۱/۱۱۸: مصنف کے سلاسلِ طریقت میں قادریہ سلسلہ کے مشائخ کا ذکر

الانتباہ ۱/۱۳۷-۱۴۶: سلسلہ قادریہ میں حضرت شاہؒ کی والد ماجد اور بعض دیگر شیوخ کے حوالے سے سند ہے اور اس کے ساتھ اس کے اشغال و اعمال اور اس کی ذیلی شاخوں کا بھی مختصر ذکر ہے۔ اس میں مذکور مآخذ ہیں:

-- شیخ ابو طاہر مدنی سے حضرت شاہؒ کی خرقہ پوشی کے حوالے سے پوری سند خرقہ پوشی اور سلسلہ قادریہ اور اس کی کتب کی اجازت بھی

-- مخرم کی تشریح و تلفظ میں منذری اور طبقات حافظ ابن رجب حنبلی کا حوالہ (سلسلہ کا ماخذ نہیں ہے)

-- سلسلہ قادریہ کی اساس اور مآخذ شیخ عبدالقادر جیلانی کی کتب ہیں: غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب، ملفوظات مجالس ستین (الفتح الربانی)

شیخ ابو طاہر کردی کے شیخ محمد بن سعید بن حسن قریشی کوکنی ثم المدنی کے رسالہ: ایقاظ الھمم بالاوراد و الاذکار لتعرض نفحات العزیز الغفار'' کا حوالہ ذکر قادریہ میں۔

نادر مکتوبات	۱/۴۴۳:	خرقہ قادریہ کی بہت سی سندیں حضرت شاہؒ کو حاصل ہیں: ۱۔ شیخ ابو طاہر مدنی سے اور ان کے شیوخ کے واسطہ سے (سند)
فیوض الحرمین	مشاہدہ ۳۸: ۲۱۵-۲۱۶	''اس کی مثال حماد دباس کے ساتھیوں میں سے ایک تاجر کا وہ قصہ ہے جو سید عبدالقادر جیلانی سے مروی ہے نیز مرزا ہدایت اللہ کے معاملے میں وہ واقعہ ہے جو میرے والد بزرگوار کو پیش آیا......''
ہمعات	۱۷۳،۱۷۴:	''حضرت غوث اعظم نسبت اویسی رکھتے ہیں اور ان کی اس نسبت کے ساتھ نسبت سکینہ کی برکات بھی ملی ہوئی ہیں۔''
ہمعات	۱۷۸:	''حضرت غوث اعظم کے طریقے کی مثال ایک ندی کی مانند ...... کشف حضرت شاہؒ ...... طریقہ جیلانیہ تمامتر اویسیہ ہی ہے۔''

سلسلہ نقشبندیہ

القول	۱/۶۹:	یہ حضرات پیشوائے سلسلہ خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ کے مریدین و منتسبین ہیں۔
ہمعات	۱۷۹:	طریقہ نقشبندیہ کی مثال اس ندی کی طرح جو زمین کے اوپر ہی بہتی ہے (کشف شاہ؛ مزید بحث بر سلسلہ نقشبندیہ: ہمعات ۱۳۲ و مابعد)
نادر مکتوبات	۱/۳۶۵:	جس طرح ملا یعقوب چرخی عن شیخ علاء الدین عن خواجہ نقشبند اور ملا یعقوب چرخی عن خواجہ نقشبند عن شیخ علاء الدین عطار کا توسط اور عدم توسط دونوں صحیح ہیں۔''

سنت کی پیروی

الطاف: ۵۹: خواجہ نقشبند کے فرمان کا خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر کی اس قدر مقدار کافی سمجھی جائے جو سنت سے ثابت ہے۔

القول: ۱/۶۹-۷۲: سلوک کے تین راستے مشائخ نقشبندیہ کے حوالے سے: ذکر الٰہی، نفی و اثبات (متقدمین نقشبندیہ سے منقول)

ہمعات: ۱۳۷: --دوسرا مراقبہ: تیسرا مرشد سے کمال درجہ کا رابطہ اور تعلق خاطر

" : --دوم مراقبہ: خواجہ نقشبندؒ نے تجلی وہبی کو پالینے کے طریقہ کو دوام مراقبہ کا نام دیا اور وہی اس طریقے کو سب سے پہلے پانے والے تھے۔

قرب و معرفت

نادر مکتوبات: ۱/۳۲۳: "...... خواجہ (بہاء الدین) نقشبندؒ نے فرمایا کہ مقصود معرفت ہے اگر چہ اللہ کے ایک دو ناموں کے ساتھ ہو۔ اور بعض جگہ خواجہ نقشبندؒ اور بعض اکابر نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مقصود قرب ہے نہ کہ معرفت، اور مقصود وصول ہے نہ کہ حصول......"

" : ۶/۱۶۰: "--دوام عبودیت اور ہمت مردانہ کا سینے سے برآمد کرنا ہے۔ خواجہ نقشبند نے فرمایا ہے کہ سالک کی کوشش درکار ہے۔"

" : ۱/۶۹-۷۰: حبس دم: کا طریقہ مشائخ نقشبندیہ کے حوالے سے

نسبت یادداشت

ہمعات: ۱۷۵: خواجہ نقشبند کی اصل نسبت ...... ہے اور یہ نسبت احسان تک پہنچا دیتی ہے، خواجہ نقشبند کا ارشاد ہے: مسلمانی اور طاعت وانقیاد سرتاپا نور وصفا ہیں۔

〃 : ۱۷۰ نسبت وجد کا ظاہر و باطن: اللہ تعالیٰ کے ایک اسم میں فنا ہونے کے بعد وہ اس کے دوسرے اسم میں فنا ہو، خواجہ نقشبند نے اس کا نام قبض وبسط رکھا ہے۔

نادر مکتوبات: ۱/۲۲۹: شدائد کا ازالہ: ''اگر شدائد اخروی ہیں تو جامع کلمہ اس بارے میں وہ ہے جس کو حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ نے ارشاد فرمایا ہے: ''لوگوں کی خالق سے دوری کا باعث یہ ہے کہ وہ خود اللہ تعالیٰ سے دور رہتے ہیں اور اپنے اوپر خواہ مخواہ کا بوجھ ڈال لیتے ہیں، ورنہ فیض الٰہی میں کوئی کمی نہیں ہے۔''

زیارت قبور

ہمعات: ۱۷۸: خواجہ نقشبندؒ (ان ہی نسبتوں اور ان کی خصوصیات کی وجہ سے) باقاعدہ زیارت قبور کو کیوں قابل اعتنا نہیں سمجھتے۔

ذکر

〃 : ۷۱ وما بعد: کا ایک طریقہ مجرد اثبات یعنی صرف الا اللہ کا ذکر کرکے۔ اسے خواجہ محمد باقی یا ان کے کسی قریب العصر بزرگ نے نکالا ہے۔ متقدمین کے ہاں اس کا سراغ نہیں ملا۔

ً : ۷۰ -- خواجہ نقشبند ذکر جہر کی بجائے ذکر خفی کو ترجیح دیتے تھے
کیونکہ ذکر جہر حنفی مذہب میں مکروہ ہے۔ ہمعات-۷۱
و مابعد/ حدیث میں دونوں کا ذکر
-- مختلف طریقے مختلف مشائخ سے

ً : ۶۱ و مابعد-- بعض مشائخ نقشبندیہ پر نقد شاہؒ کہ ان کے سلسلے میں اوراد و وظائف ہی نہیں، یہ کیونکر ممکن ہے کیونکہ حدیث میں اوراد و وظائف ہیں۔

نادر مکتوبات: ۱/۴۱۳: -- لا الہ الا اللہ کا ذکر وقوف قلبی کے ساتھ متقدمین نقشبندیہ قدس اللہ اسرارھم کا طریقہ ہے۔

انفاس العارفین میں مشائخ نقشبندیہ کے حوالے

۳۷ (خواجہ ہاشم بخاری وغیرہ)، شیخ احمد سرہندی: ۴۴ و مابعد؛ شیخ آدم بنوری کے مکاتیب: ۴۵-۵۲ و مابعد؛ تذکرہ خواجہ خورد فرزند خواجہ باقی باللہ: ۵۷ و ما بعد؛ طریق نقشبندیہ کی انفرادیت: ۶۳ و ما بعد؛ ان تمام مباحث میں اصل ماخذ شیخ عبدالرحیم ہی ہیں: ۳۵-۱۹۱۔ تذکرہ والد ماجد میں۔

اصطلاحات مشائخ نقشبندیہ

القول: ۱/۷۳ -- آٹھ کلمات خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ سے منقول ہیں۔
تین مزید خواجہ نقشبند سے مروی ہیں۔
(تفصیل بعد میں ہے)

الطاف نیز ۵۹:
طریقہ نقشبندیہ: یادداشت کا طریقہ۔

نادر مکتوبات: ۱/ ۲۶۹:

الخیر الکثیر : ۲۱۹: خواجگان نقشبندیہ کا طریق عبودیت

القول: ۱/۷۶: مشائخ نقشبندیہ کے تصرفات، اکابر فنافی اللہ اور بقاباللہ کے مقام پر فائز تھے، تصرفات میں عجب شان کے مالک تھے۔

ہمعات: ۱/۱۳۲ و مابعد فیوض الحرمین، مشاہدہ۔۳۲: نسبت یاد داشت ائمہ اہل بیت کا طریقہ ہے جو ان کو مقام فنا پر فائز کر گئی، فیوض: ۲۰۰

القول: ۱/۸۶-۸۷: فنا بقا کا سلسلہ مشائخ نقشبندیہ سے متصل نہیں، خواجہ نقشبند کا خاص حصول ہے۔

القول: ۱/۱۱۴-۱۱۷: مصنف کے سلاسل طریقت: ذکر مشائخ نقشبندیہ

الانتباہ: ۱/۱۴۷: سلسلۂ نقشبندیہ، سند سلسلہ، مختلف شاخیں، اشغال و اعمال، عظیم شیوخ و بانیان سلسلہ

سلسلۂ مشائخ چشتیہ

القول: ۱/۶۳: ''یہ حضرات پیشوائے سلسلہ خواجہ معین الدین حسن چشتیؒ کے مریدین و منتسبین ہیں۔ چشت آپ کے مشائخ کے گاؤں کا نام ہے'' (الانتباہ میں سلسلہ چشتیہ کی کئی شاخیں بتائی ہیں اور ان میں سے تین- نصریہ، سراجیہ، صابریہ- بہت مشہور ہیں)

انتباہ: ۱/۱۹۷: شیخ علو ممشاد دینوری کی کتاب شجرہ ہائے مشائخ چشتیہ کا ذکر بطور ماخذ کیا ہے۔ حضرت خواجہ اجمیری کی دعوت و ارشاد در ہند، نادر مکتوبات ۱/۴۷-۴۸

القول: ۱/۷اا و مابعد مصنف کے سلاسل طریقت میں ذکر مشائخ چشتیہ (الانتباہ، ۱/۱۹۴: سلسلہ چشتیہ کا بیان مع اذکار و اسناد)

الانتباہ: ۱/۱۳۱ و مابعد: روئے زمین پر موجود تمام سلاسل طریقت یا ان میں سے اکثر کے ساتھ ارتباط و نسبت حاصل ہے۔ مشہور سلسلوں کی سند دی ہے جس میں حسب ذیل مذکور ہیں: قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ، شاذلیہ، عیدروسیہ اور ان کے علاقے

حدیث ذکر

القول: ۱/۵۳ و مابعد مشائخ چشتیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے استفسار پر ان کو سلوک کا آسان ترین طریقہ بتایا کہ خلوت میں ذکر الٰہی کو معمول بنا لو۔ ذکر کی باقاعدہ تلقین نبوی، درجہ بدرجہ مشائخ سے یہ حدیث ہم تک پہنچی جس پر محدثین نے لمبی بحث کی ہے/ کلام نقد ہے، ذکر کے مختلف طریقے۔

الخیر الکثیر ۲۱۹: چشتیہ/ احراریہ کا طریقہ محبت و عشق ہے

ہمعات: ۱۷۹: طریقہ چشتیہ مقبولوں کا طریقہ ہے...... عوام میں بہت مقبول ہوتے ہیں اور چشتی صوفیا عام لوگوں سے زیادہ مشابہ ہوتے ہیں......

خرقہ/ بیعت

نادر مکتوبات: ۲/۲۸۳: حضرت نظام الدین اولیاء چند دنوں کے بعد اپنے پیر و مرشد حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے خرقے سے تجدید بیعت کیا کرتے تھے۔

مرشد سے تعلق سالک

القول: ۱/۶۵: مشائخ چشتیہ نے فرمایا ہے کہ راہ معرفت کا سب سے بڑا رکن دل کو اپنے مرشد سے جوڑنا ہے، تعظیم و تصور شیخ کے مختلف مظاہر۔

نسبتیں

القول: ۱/۶۶-۶۷: -- خواجگان چشت میں سے مشائخ متقدمین کو نور و طہارت و سکینہ کی نسبت عشق سے ملی ہوئی تھی حاصل تھی۔

-- دور متوسط کے مشائخ کی...... نسبت عشق تھی جس میں نور و سکینہ کی نسبت کی آمیزش تھی۔

-- آخری دور کے مشائخ کو نسبت عشق جس میں کسی قدر نسبت توحید بھی ملی ہوئی تھی حاصل تھی۔

" " چلہ نشینی کے آداب مشائخ چشتیہ سے نقل کیے ہیں۔

" " زیارت مزار/قبر کے آداب مشائخ چشتیہ کے حوالے سے

سلسلۂ سہروردیہ

الانتباہ: ۱/۲۰۸ومابعد: یہ سلسلہ ہندوستان میں حضرت مخدوم بہاؤالدین زکریا اور خراسان میں شیخ نجیب الدین بزغش کے ذریعے پھیلا۔ اس فقیر کو اس سلسلہ کا ارتباط اور نسبت حاصل ہے اپنے والد شیخ عبدالرحیم قدس سرہ سے......سلسلہ سند تا شیخ سہروردی۔

〃 اس کے علاوہ اس فقیر نے خرقہ پہنا شیخ ابوطاہر مدنی سے، تین سلسلے ہیں حضرت شاہ کے

〃 ۱/۲۱۴-۲۲۲: ذکر و اذکار کے طریقے سلسلہ سہروردیہ میں، دعائیں، تلاوت، حدیثی اذکار وغیرہ، نماز مسلسل

طاعات وعبادات کا نور

الخیرالکثیر : ۲۱۸: اس طریقہ کے مفصل آداب کتب قوم میں مذکور ہیں، سہروردیہ کو اس طریقہ میں خاص امتیاز حاصل ہے۔

نسبتیں

ہمعات: ۱۷۵: سہروردی طریقے کے بزرگوں کی نسبت نور طہارت اور نور سکینہ کی تھی اور اس کے ساتھ نسبت یادداشت بھی شامل تھی۔

سلسلہ کبرویہ

الانتباہ: ۱/۲۳۳ومابعد: کئی شاخیں ہیں: ترکستان اور کشمیر میں مشہور ترین شاخ امیر سید علی ہمدانی ہے، خواجہ نقشبند کے ذریعہ سے میرا خرقہ کبرویہ کا نادر ترین خرقہ ہے جو اس فقیر نے پہنا شیخ ابوطاہر کے ہاتھ سے (سلسلہ سند تا نجم الدین کبریٰ)

الانتباہ: ۱/۲۴۴ومابعد: دوسرا خرقہ پہنا اور طریقہ حاصل کیا اپنے والد شیخ عبدالرحیم سے (سلسلہ سند تا نجم الدین کبریٰ) نیز بعد کا سلسلہ بھی ہے۔

نادر مکتوبات: ۱/۳۹۰: ''...... شیخ علی لالا'' اور شیخ نجم الدین کبریٰ کے درمیان شیخ مجد الدین بغدادی کا توسط اور عدم توسط دونوں صحیح ہیں ...... شیخ مجد الدین بغدادی حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کے بڑے خلفاء میں سے ہوئے ہیں اور وہ اپنے شیخ کی حیات ہی میں وفات پا گئے تھے۔''

وظائف سلسلۂ کبرویہ

الانتباہ: ۱/۲۶۶ومابعد: والد گرامی کی اجازت سے۔ اس میں سید امیر علی ہمدانی

نیز '' ۱/۲۲۷-۲۲۸: کے ''مسودات'' کے حوالے سے فتوحات مکیہ ابن عربی کا حوالہ دیا ہے اور ختم کا طریقہ والد گرامی کے قلم سے لکھا ہوا ہے۔

نسبتیں

ہمعات: ۱۷۵: -- سلسلہ کبرویہ کے مشائخ کی نسبت توحید تھی جس میں بعض کے نزدیک نسبت عشق ووجد ملی ہوئی تھی۔
-- اور دوسروں کے خیال میں نسبت توحید کے ساتھ نسبت/ نور سکینہ بھی اس میں شامل تھا۔

ہمعات: ۱۷۶: متقدمین اور متاخرین کی نسبتیں مختلف تھیں۔

سلسلہ مدینیہ

الانتباہ: ۱/ ۲۲۹-۲۳۱: کئی شاخیں ہیں: مغرب میں مغاربہ اور حضر موت میں عیدروسیہ ہے جس کی نسبت سید عبداللہ عیدروس کبیر کی طرف ہے۔ اس فقیر کو ہر ایک کے ساتھ ارتباط اور نسبت حاصل ہے: طریقہ شیخ ابو طاہر سے (معہ دو سلسلوں کے اور متعدد دوسری درمیانی شاخوں کے)

سلسلہ مداریہ

نادر مکتوبات: ۲/ ۱۹۰: شاہ بدیع الدین مدار...... حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے بعد ہندوستان میں وارد ہوئے تھے اور طریقت میں ان کا انتساب اس طرح ہے: انھوں نے خرقہ حاصل کیا شیخ طیفور شامی سے ...... (پورا شجرہ نسب)۔ ہم نے یہ سند رسالہ عقد الفرید فی سلاسل اہل التوحید سے نقل کرکے لکھی ہے اور شاہ مدار کا سلسلہ نسب یہ ہے...... یہ شجرہ نسب ہم نے بعض کتب میں اسی طرح لکھا دیکھا ہے ...... حضرت شاہؒ نے اپنے والد ماجد سے اور انھوں نے اپنے پیر و مرشد خلیفہ ابوالقاسم اکبر آبادی سے سلسلہ مداریہ کے بعض اشغال مثلاً شغل آئینہ اخذ کیے ہیں۔"

طریقہ/ سلسلہ شاذلیہ

الانتباہ: ۱/ ۲۳۵: حضرت شاہؒ نے اس کا خرقہ پایا شیخ ابو طاہر سے (سلسلہ سند تا امام شاذلی)

سند حزب البحر مولفہ امام ابوالحسن شاذلی

الانتباہ: ۱/ ۲۳۶ و مابعد: سند شیخ ابو طاہر سے (سلسلہ سند اوپر تک)

نسبتیں

ہمعات: ۱۷۶، ۱۷۷: طریقہ شاذلیہ کی نسبت کی تفصیل یہ ہے کہ...... وہ تدلی کا مقام ہے جس کا ذکر حدیث قدسی میں ہے: فاکون سمعہ الذی یسمع بہ الخ اور قرآن مجید میں اس آیت: ان ولی اللہ الذی انزل الکتٰب وھو یتولی الصلحین میں اسی نسبت کی طرف اشارہ ہے۔

سلسلہ شطاریہ

الانتباہ: ۱/ ۲۳۸: -- صرف ایک شاخ اس علاقے میں ہے جو شیخ محمد غوث گوالیار سے ہے۔ اصلاً یہ سلسلہ ہند میں عبداللہ شطاری سے جاری ہوا مگر شہرت شیخ گوالیاری کی وجہ سے ملی۔

ایضاً -- خرقہ حضرت شاہؒ نے شیخ ابو طاہر سے پایا۔

ایضاً -- اجازت سلسلہ والد ماجد سے پائی اور اس کی سند کتاب العزیزیہ میں ملی جو صحیح لگتی ہے۔

ایضاً -- مراقبہ کے تین طریقے ہیں: سند تسبیح کا ذکر ہے جو حضرت کو سید عمر نواسہ شیخ عبداللہ بصری مکی سے ملی۔

والد گرامی شیخ عبدالرحیم بطور صوفی ماخذ

حضرت شاہؒ کے اصل اور اولین مرشد و شیخ طریقت ان کے والد ماجد شیخ عبدالرحیم تھے۔ اس حقیقت کا ذکر وہ بار بار مختلف رسالوں میں کرتے ہیں۔ ان پر سب سے اہم ماخذ انفاس العارفین میں شامل رسالہ: ''الامداد فی آثر الاجداد'' کا اولین حصہ ہے (تصوف فاؤنڈیشن، لاہور ۱۹۹۸ء، ۳۵-۵۷ اور باقی حصوں میں بھی ہے)۔ القول الجمیل، الانتباہ، الجزء اللطیف، تفہیمات وغیرہ میں اس کا اعتراف کئی مقامات پر آیا ہے۔ اسی طرح وہ اپنی باطنی تربیت کا براہ راست سلسلہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی طریقہ سے اکتساب فیض کیا تھا جیسا کہ الانتباہ وغیرہ میں مختصراً اور فیوض الحرمین میں تفصیلاً متعدد مقامات پر مذکور ہے۔ الانتباہ میں انھوں نے اپنے سلسلہ ولی اللٰہی کا پورا شجرہ نسبت وسند طریقت نقل کیا ہے جو مختلف سلاسل طریقت میں ان کے شیخ / شیوخ والد ماجد سے گزرتا ہوا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ اس میں بہت سی تفصیلات ہیں اور چند مآخذ کا ذکر بھی ہے جیسے ان کی کتاب انفاس العارفین، سفینۃ الاولیاء اور کفوی کی طبقات الحنفیہ۔ الانتباہ/ ۱۲۹-۱۳۶۔

بیعت نبوی/ اویسی

القول: ۱/۵۱: والد گرامی نے حضرت شاہؒ کو بتایا کہ میں نے خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ آپ نے میرے دونوں ہاتھ اپنے دونوں مبارک ہاتھوں میں کر لیے۔ چنانچہ میں بیعت کے وقت خواب کے مطابق مصافحہ کرتا ہوں۔ البتہ عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا، ایک کپڑے کے ذریعہ بیعت لیتا ہوں۔

کشف واقعات آئندہ

القول: ۶۱/۱: مخدومی والد گرامی کا پسندیدہ طریقہ اسمائے الٰہی کے ذکر یک ضربی اور ذکر دو ضربی کے ساتھ بتایا ہے۔

ذکر جلی

القول: ۶۴/۱: طریق چشتیہ میں کیماس نامی رگ کو پکڑنے کی حکمت و افادیت والد گرامی سے

〃 ۷۰/۱-۷۱: ذکر نفی و اثبات سلوک کے لیے مفید تر ہے اور ذکر اثبات خالی جذب اور کشش کے لیے بے حد مفید ہے۔ والد سے سنا۔ ابتدائے سلوک میں والد گرامی ذکر نفی و اثبات ایک ہی سانس میں دو سو مرتبہ کر لیتے تھے۔

〃 ۷۲/۱: والد گرامی فرماتے تھے کہ سالک کو جس ہیئت و شکل پر اسے کچھ حاصل ہو تو اسے تبدیل نہ کرے: کھڑا ہے تو نہ بیٹھے الخ

اسم ذات کی کتابت

القول: ۷۲/۱: خواجہ ہاشم بخاریؒ کے حکم پر کثرت سے اسم ذات کی مشق دس برس کی عمر میں کی۔

〃 خواجہ میر دردؒ اپنے ہاتھ کے انگوٹھے سے چاروں انگلیوں پر کچھ لکھتے رہتے تھے۔ روایت و مشاہدہ والد

ایضاً ۷۳/۱: اصطلاحات نقشبندیہ میں سے بعض کی تعریف و افادیت
والد سے منقول: نظر نیچی رکھنا

ایضاً ۷۹/۱: یہ تصرفات اور اشغال جو ہم نے ذکر کئے ہیں وہ ہیں جنھیں
میرے والد گرامی پسند کرتے تھے۔

لطائف ستہ

القول: ۷۹/۱: حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کے ہاں کچھ اور اشغال بھی ہیں۔
ان کا ذکر۔ والد گرامی بھی ان کو پسند کرتے تھے۔

نسبت کی مداومت

القول: ۸۳/۱: رویائے والد ماجد جس میں حضرات حسنین اور حضرت علی
مرتضیٰؓ کی زیارت کی اور نسبت میں استغراق

مجرب خاندانی عملیات

القول: ۸۷/۱-۱۰۲: کا پورا باب والد ماجد سے منقول ہے جس میں دعاؤں کے
علاوہ متعدد آیات کریمہ بھی ہیں۔

علوم باطنی/ سلوک کی تعلیم و تربیت

القول: ۱۱۴/۱ و مابعد: والد گرامی سے پائی۔

الانتباہ: ۱۴۷/۱ و مابعد: والد گرامی سے سلسلہ نقشبندیہ سے ارتباط/ اور سند سلسلہ

ایضاً ۱۴۸/۱ و مابعد: دوسرا سلسلہ/ خرقہ ابوطاہر مدنی سے

علوم ظاہری کی تعلیم

القول: ۱/۱۱۸: علوم ظاہری کی تعلیم و تدریس بھی والد ماجد سے: تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد، نحو، صرف، کلام، اصول اور منطق وغیرہ۔

" ۱/۱۱۹: حدیث اور کتب حدیث کی تدریس دوسرے اساتذہ سے پائی۔

مجالس بزرگان کے بارے میں شیخ عبدالرحیم کے فرمودات۔

نادر مکتوبات ۲/ ۲۲۸ و مابعد

انفاس ۳۳۱-۳۴۶: زبانی روایات و فرمودات والد ماجد اور دوسرے اکابر: تذکرہ اجداد کے ماٰخذ

" ۳۴۷-۳۷۲: مجموعہ شیخ یحییٰ جنیدی / شیخ عبدالعزیز کا سلسلہ قادریہ اور دوسرے حالات۔

" ۳۷۳-۴۰۲ و مابعد: اساتذہ حرمین شریفین کے احوال کے ماٰخذ روایات اہل خاندان اور مشاہدات شاہ پر مبنی ہیں۔

کتب تصوف بطور ماٰخذ

کتب و رسائلِ تصوف کے ذکر و حوالہ میں حضرت شاہؒ کے دو طریقے ملتے ہیں: ایک یہ کہ وہ مختلف رسالوں اور کتابوں کے درس و تدریس، اجازہ و تعلیم وغیرہ کے باب میں صرف ان کا ذکر کرتے ہیں یا مختلف سلاسل و شیوخ کی اہم ترین کتابوں کا ذکر کرتے ہیں کہ ان کی تعلیمات، اشغال و اعمال اور وظائف وغیرہ ان میں موجود ہیں یا فلاں ام الکتاب سے وہ سب کے ہاں ماخوذ ہیں۔ دوسرا طریقہ ماخذی ہوتا ہے کہ حضرت شاہؒ اپنی معلومات، اقتباسات اور اقوال و افکار ان کتب و رسائل سے نقل و اخذ کرتے ہیں۔ یہ دوسرا طریقہ ہی دراصل ان کے ماٰخذ و مراجع میں روبکار ہوتا ہے اور ان کا ہی ذکر و حوالہ اس کتاب تحقیق کا بنیادی موضوع و مبحث ہے۔

تصانیف شیخ اکبر

: رسالہ شیخ اکبر ''ما یعول علیه ولا یعول علیه'' کی ایک بحث کی تشریح شاہ نادر مکتوبات ۱/ ۴۷ نیز ۵۸ ومابعد

: مقامات و معارف کے بارے میں ابن عربی کی کتب اشعة اللمعات (الحیرة العظمیٰ/ ام المعارف)

الفصوص : کا ذکر کیا ہے (تفہیمات ۲/۳۴)۔ ''بعید نہیں شیخ اکبر نے عرش تکوین سے اسی حقیقت کو مراد لیا ہو:'' نادر مکتوبات ۱/ ۲۴۲

- ''تجلی اعظم...... جس کو شیخ اکبر کی اصطلاح میں حقیقت محمدیہ سے تعبیر کیا گیا ہے......'' نادر مکتوبات ۱/ ۲۸۷؛ مکاشفات شیخ اکبر و شیخ کبیر...... کا معتقد ہوں، ۲/ ۸۱

الفتوحات المکیہ - شیخ محی الدین ابن عربی کے باب الوصایا میں ذکر کے بارے میں ایک وصیت لکھی ہے اور استخارہ کا فائدہ اپنے تجربہ پر لکھا ہے۔ ذکر قادریہ کے حوالے سے الانتباہ ۱/ ۱۴۴

-- تسبیح صبح کا ذکر بحوالہ حدیث ابن عباسؓ۔ طویل اقتباس الانتباہ ۱۲۴-۱۲۶؛ نادر مکتوبات ۲/ ۲۲۸

-- فتوحات مکیہ کا حوالہ اس مسئلہ پر کہ شیخ ابن عربی ایک مذہب واحد کی پابندی کے قائل نہ تھے اور اس کے لیے انھوں نے امام جوینی (ابو محمد جوینی) کی کتاب المحیط کا حوالہ دیا ہے کہ اس میں وہ کسی ایک مذہب کے پابند نہیں رہے (فقہی مسلک): تفہیمات ۱/ ۲۰۶-۲۰۷

شیخ اکبر کی روح کی طرف توجہ حضرت شاہؒ: نادر مکتوبات ۲/ ۲۲۸۔

: نور نبوت/نفس ناطقہ اور انوار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پرتو افگن ہونے کی بحث الخیر الکثیر :۱۲۵

- (قلب و سر کی تہذیب لطائف کے ضمن میں) اسی وجہ سے اس قسم کے معارف شیخ محی الدین محمد بن عربی کے کلام میں بکثرت ملتے ہیں...... الطاف القدس:۷۴

- شیخ اکبر کے قول در فتوحات مکیہ: لا من العالم من اللہ کی تشریح شیخ ابوالرضا محمد: انفاس العارفین: ۲۲۰ و مابعد؛ ۲۵۸

اشعۃ اللمعات : تفہیمات ۲/۳۴

عقد العزیز فی سلاسل اھل التوحید مؤلفہ شیخ احمد قشاشیؒ نے حضرت علیؓ سے حضرت حسن بصری کی اجازت و خلافت اور فیض کو ثابت کیا ہے جو اہل سلوک کے ہاں ثابت اور یقینی و قطعی ہے جبکہ محدثین کے نزدیک یہ ثابت نہیں ہے۔ الانتباہ ۱/۱۵۰

فقرات مؤلفہ خواجہ عبید اللہ احرار

- "...... یہ کتاب ہم نے اپنے مشائخ سے روایتاً...... حاصل کی ہے...... والد گرامی نے نقل کی اور ان سے مجھے اجازت حاصل ہوئی الانتباہ ۱/۱۵۰-۱۵۱

- اقتباس فقرات پر بحث حضرت شاہؒ نادر مکتوبات ۲/۳۳۷

رسائل شیخ تاج الدین سنبھلی:...... وظائف و اشغال نقشبندیہ کے بارے میں شیخ تاج الدین سنبھلی خلیفہ حضرت خواجہ باقی باللہ کا ایک بہت عمدہ اور مختصر رسالہ ہے جسے والد گرامی بہت پسند کرتے تھے جو انھوں نے شیخ تاج کے بعض مریدوں سے نقل کر لیا تھا۔ اس کو حضرت شاہؒ نے پورا نقل کر دیا ہے (الانتباہ ۱/۱۵۱-۱۷۳)

۱۔ مقامات خواجہ نقشبند
۲۔ بہجۃ الاسرار — اصحاب العمل کے خوارق وکرامات پر مشتمل ہیں۔
۳۔ مقامات شیخ احمد جام — الخیر الکثیر: ۲۱۰

مکتوبات مشائخ نقشبندیہ: کے عنوان سے حضرت شاہؒ نے شیخ عبدالاحد بن شیخ محمد بن سعید بن احمد سرہندی کے تین مکاتیب نقل کیے ہیں۔ ان میں سے یہ تین والد بزرگوار کے پاس بھجوائے گئے تھے جو مؤلف گرامی کے نام و دستخط کے ساتھ ہیں۔ وہ تینوں خطوط طریقہ احمدیہ کے اشغال کے سلسلہ میں بہت عمدہ ہیں۔ حضرت شاہ نے ان تینوں کو نقل کر دیا ہے: الانتباہ ۱/۴/۱۷۔۱۸۳؛ تفہیمات ۲/۲۹۱؛ انفاس العارفین، ۲۵۹

شرح الرباعتین / شیخ مجدد الف ثانی: مطلق وصول الی الذات پر بحث: انفاس العارفین: ۳۰۱

مکتوبات شیخ احمد سرہندی: مکتوبات حضرت مجدد کو نقل کر کے اس کی تشریح کی ہے (مقام خلت کے بارے میں): نادر مکتوبات ۱/۳۰۳۔۳۰۸

-- غایۃ الکمال تجلی الٰہی ہے جو تجلی پانے والے کی نگاہ میں آتی ہے، مکتوبات میں یہی ہے: تفہیمات، ۲/۳۴، الخیر الکثیر، ۱۷۶

مکتوبات حضرت خواجہ محمد باقی:-- شیوخ وسلاسل سے متعلق شہروں اور علاقوں کے اسماء کا ذکر ان میں لکھا بتایا ہے: الانتباہ، ۱۲

-- خواجہ بیرنگ (باقی باللہ) کے ایک اقتباس کی شرح کتاب اسراریہ وغیرہ کے حوالے سے: نادر مکتوبات، ۲/۴۵

مکتوبات شیخ محمد ہادی: کاتب الحروف عرض کرتا ہے کہ ملا محمد دلیل نے ذکر کیا ہے کہ خانوادہ احمدیہ کے ایک بزرگ نے امیر موسیٰ بھٹی کوٹی مکی کو ایک خط لکھا تھا ...... وہ خط بھی پورا منقول ہے۔ الانتباہ، ۱/۱۸۳۔۱۸۵

مکتوب شیخ عبدالنبی: طریقہ احمد اور حضرت شیخ آدم بنوری کی طرف منسوب یہی طریقہ احسنیہ کی تعلیمات شیخ عبدالنبی کے مکتوب میں موجود ہیں۔ یہ پورا رسالہ نقل کر دیا ہے: الانتباہ، ۱/۱۸۵-۱۹۳

شجرہ مشائخ چشتیہ: شیخ علو ممشاد دینوری کا رسالہ الانتباہ، ۱/۱۹۷

کتاب عزیزیہ: شیخ عبدالعزیز کی کتاب ہے جس کے نسخۂ ملا محمد شاکر سے حضرت شاہؒ نے اپنا نسخہ نقل کیا۔ اس میں مختلف موسموں اور صبح و شام کے اوراد و اشغال، تعویذ اور دعاؤں کا ذکر ہے۔ الانتباہ، ۱/۱۹۷ (متعدد اقتباسات عزیزیہ ۱/ ۱۹۸ جس میں تلقین ذکر، دل کی مثال، تصور مرشد بحوالہ قاضی خاں یوسف ناصحی، تجلیات ذات و ذکر وغیرہ بحوالہ ابو علی دقاق، بایزید، عوارف المعارف، معہ آداب چلہ، آیات و احادیث اور اشعار)

مفتاح الفیض: مولفہ حسین طاہر کو بھی حضرت شاہؒ نے اپنے قلم سے نقل کیا تھا۔ اس نسخہ سے جو شاہ محمد خیالی کی اولاد کے پاس ان کے اپنے آباء و اجداد کے تبرکات میں آیا تھا۔ یہ کتاب علم سلوک میں بہت ہی نفیس ہے۔ الانتباہ ۱/ ۱۹۷

نفحات شیخ ابن عربی: اپنے لیے نبوت سے فروتر اور ولایت سے بالاتر مقام ثابت کرتے تھے۔ تفہیمات ۲/ ۳۴

نفحات ابوالعباس نہاوندی: -- فرغانی سے شیخ جنید تک خرقہ کی نسبت ہے الانتباہ ۱/ ۲۰۹

-- نفحات پر نقد شاہؒ کہ ابوالعباس نہاوندی کو جعفر خلدی کا شاگرد لکھا گیا ہے جبکہ جعفر خلدی جنید بغدادی کے شاگرد تھے: الانتباہ ۱/ ۲۱۰

-- صاحب نفحات نے سلسلہ مدینیہ کے لیے ابو طالب مکی پر زیادہ اعتماد کیا ہے۔ الانتباہ ۱/۲۳۱

تحفۃ البررہ: مولفہ شیخ مجد الدین بغدادی میں شیخ موصوف کی خرقہ کی نسبت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک حدیث صحیح، متصل اور مفیض کے ذریعہ درست اور ثابت ہے: الانتباہ ۱/ ۲۰۹-۲۱۰

صحیح بات وہی ہے جو شیخ سہروردی نے کہی ہے کہ حدیث مرفوع و متصل نہیں ہے۔

الانتباہ ۱/ ۲۲۵-۲۲۶: پر خرقہ کی حدیث کے اتصال پر نقد شاہؒ ملتا ہے کہ "محقق محدثین اس اتصال کا انکار کرتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ حضرت جنید بغدادی اور ان کے طبقے کے مشائخ تک ہمیشہ خرقہ کی نسبت قائم کرتے آئے ہیں۔"

عوارف المعارف مولفہ شیخ شہاب الدین سہروردی

-- اس فقیر نے عوارف المعارف کے حوالے سے سلسلۂ سہروردیہ کے اوراد و وظائف اور اشغال و اعمال اخذ کیے شیخ ابو طاہر سے ...... (بعد کی سند تا مصنف)، الانتباہ، ۱/ ۲۱۰۔

-- عوارف المعارف میں دوام عبودیت پر تفصیلات ہیں، الطاف القدس، ۵۹۔

-- عوارف المعارف کے اقتباس کا ذکر و شرح حضرت شاہؒ، نادر مکتوبات ۲/ ۱۶۸

-- تفہیم: ۳۸: میں اذکار و اوراد مذکورہ در کتاب المعارف کا حوالہ مذکورہ بالا کی مانند: تفہیمات ۱/ ۱۳۷، تفہیمات ۲/ ۲۹۱ وغیرہ

-- عوارف میں مذکور سیدنا جعفر بن ابی طالب ہاشمیؓ کے ایک قول کو نقل کر کے اس کی شرح کی ہے (۲/ ۲۲۲)۔ نادر مکتوبات ۱/ ۱۴۳

-- تہذیب جوارح و زبان کی تفصیلات قوت القلوب، احیاء العلوم، غنیۃ

الطالبین اور عوارف المعارف میں ہیں۔ الطاف القدس، ۵۹

رسالہ شیخ زین الخوافی: کی بھی سند عوارف کی طرح ہے اور شیخ زین الدین تک پہنچتی ہے: الانتباہ ۱/۲۱۰

ان کی کتاب کا نام کتاب الوصایا القدسی تھا جس کے حوالے سے حضرت شاہؒ نے مشائخ صوفیہ کے نظام تقسیم اوقات کا ذکر کر کے اس کی تفصیل دی ہے (اس میں اذکار، ادعیہ، آیات معہ اشغال ہیں)۔ الانتباہ ۱/ ۲۱۱-۲۱۵

مفتاح الغیب صدر الدین قونوی:

-- خواب میں وفات نبوی کی تعبیر خلافت عباسیہ کا خاتمہ اور فتنہ چنگیزیہ کا ظہور نادر مکتوبات ۲/۲۷

-- ذات الٰہیہ سے صادر ہونے والی چیزوں پر بحث تفہیمات ۲/۲۷۴

-- ہر کلمہ حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا جاتا ہے کہ حدیث نبوت ہے:

کنت نبیا و آدم الخ تفہیمات ۲/ ۹۵-۹۶

-- وحدۃ الوجود کی بحث تصنیف قونوی میں۔ الخیر الکثیر: ۷۰

شرح اللمعات عبدالرحمٰن جامی: ذات الٰہیہ اور صادر اول اعتباری کی بحث/ صاحب اللمعات تفہیمات ۲/ ۲۷۴-۲۷۹

قوت القلوب مولفہ ابوطالب مکی:

”مشائخ نے کہا ہے کہ طریقت کی باریکیوں کے بارے میں قوت القلوب ایسی کتاب اسلام میں دوسری نہیں ملے گی“ (الانتباہ: ۱/ ۲۳۱)۔ ”...... قوت القلوب کے مؤلف ...... صوفیا کے ابوحنیفہ ہیں، حضرت جنید کے سلوک کے شارح بھی ہیں حارث محاسبی کے ساتھ ساتھ“۔

-- قوت القلوب میں دوام عبودیت پر بحث ہے: الطاف القدس: ۵۱، ۵۹

-- ''میں عرض کرتا ہوں کہ یہ تصوف کی بنیادی کتاب ہے۔ اس کے بعد تصوف کے موضوع پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان کی اصل یہی کتاب ہے مثلاً احیاء العلوم، غنیۃ الطالبین، عوارف المعارف۔'' میری قوت القلوب کی اسناد ...... شیخ ابو طاہر کے ذریعے ہے تا مؤلف گرامی''۔ الانتباہ ۱/ ۲۳۱-۲۳۲

-- نماز تہجد کے بارے میں صاحب قوت القلوب کا اقتباس مع کتاب الشعی کے حوالے کے الانتباہ، ۴۹

-- عمل کے لیے بہترین کتابوں میں احیاء کے ساتھ قوت القلوب مشائخِ مدینہ کے نزدیک تفہیمات ۱/ ۱۳۷

-- کتاب قوت القلوب کا ایک اقتباس کتب و مجموعات محدثہ کے بارے میں تفہیمات ۱/ ۲۰۶

نفحات قدوسیہ مؤلفہ سید عبدالقادر عیدروس: '' خرقہ کے سلسلہ میں عیدروس اور اس میں تمام مبہم نام ہم نے نفحات قدوسیہ سے نقل کیے ہیں۔ سلسلہ عیدروسیہ کا تعلق سید عبدالقادر عیدروس سے ہے۔ اس رسالہ سے (الانتباہ ۱/ ۲۳۳ و ما قبل) حضرت شاہؒ کی سلسلہ عیدروسیہ کے بارے میں تمام تعلیمات اسی سے ماخوذ ہیں، اس کا پورا عنوان ہے: النفحات القدوسیۃ فی الخرقۃ العیدروسیۃ، اسی کے ساتھ سید محمد شبلی کی کتاب المشرع المردوری فی آل باعلوی کا بھی حوالہ دیا ہے۔ الانتباہ، ۱/ ۱۳۳

دیوان سید عبداللہ حداد: نصیحت و سلوک پر ہے، اس کے بعض حصے سید عبداللہ عیدروس نے حضرت شاہؒ کو دیے تھے۔ الانتباہ ۱/ ۲۳۴

جواہر خمسہ مولفہ شیخ محمد غوث گوالیاری: سلسلہ شطاریہ میں ذکر کتاب و صاحب کتاب الانتباہ ۱/ ۲۳۸-۲۳۹

دعائے سیفی اور جواہر خمسہ کی اجازت شیخ محمد سعید لاہوری سے ملی۔ الانتباہ ۱/ ۲۳۸-۲۳۹

دلائل الخیرات

-- کی سند شیخ ابو طاہر سے ملی...... الانتباہ ۱/۲۴۳

قصیدہ بردہ شیخ شرف الدین محمد بن حماد البوصیری کی اجازت اور خبر بھی شیخ ابو طاہر سے ہی ملی الانتباہ ۱/۲۴۳

احیاء العلوم غزالی: کتاب الاحیاء کے باب عجائب القلب میں روح، نفس اور قلب کی اکائی پر بحث مفصل الخیر الکثیر: ۹۰-۹۶ نفس پر بحث کا اقتباس

-- احیاء العلوم میں دوام عبودیت اور اس کی اقسام پر عمدہ مباحث ہیں:

الطاف القدس: ۵۹

اوراد و وظائف کے طریقہ پر ماخذ شاہ/ نیز طریقہ عیدروسیہ اسی احیاء پر مبنی ہے۔ ہمعات، ۵۷؛ الانتباہ ۹۶ وغیرہ

-- مسائل دقیقہ پر بحث اس میں اور کیمیائے سعادت میں ملتی ہے۔

تفہیمات ۱/۶۱

-- مسائل دقیقہ پر یکساں بحث ہے اخلاق کے ابواب میں، ۲/۱۷۴

-- رذائل اخلاق پر بحث دراحیاء و کیمیا۔ طویل اقتباس، ۲/۷۰

کیمیائے سعادت غزالی

-- تفہیمات میں غزالی کی ان دونوں کتابوں کا حوالہ الاحیاء والکیمیا کے نام سے دیا ہے تفہیمات ۲/۷۰

-- عمل مشائخِ مدینہ کے لیے بہترین کتاب احیاء العلوم، ۱/۱۳۷

-- حدیث کی شرح امام غزالی سے جس کے مطابق ارواح کو اجسام سے پہلے پیدا کیا گیا سے مراد ملائکہ ہیں۔ نادر مکتوبات ۲/۱۹۱

--اللہ کی تدبیر عام/ روح کلی کی بحث میں صراحت امام غزالی وغیرہ کا حوالہ:
الخیر الکثیر :۷۶

الرسالۃ القدسیہ مولفہ محمد پارسا (محمد بن محمد بخاری م ۸۲۲ھ/ ۱۴۱۹ء)

تفہیمات ۱/ ۲۴۲ و ما قبل

خواجہ نقشبند نے فنا و بقا اور اس کے لطائف کو دو جنسوں میں محصور کر دیا ہے۔
تفہیمات ۱/ ۲۴۲ و ما قبل

اور خواجہ محمد پارسا، جو کہ خواجہ نقشبند کے اجل خلفاء میں سے تھے، ان کے بارے میں اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ تفہیمات ۱/ ۲۴۲ و ما قبل

-- خواجہ نقشبند کی ایک روایت و شرح کو خواجہ محمد پارسا نے نقل کیا ہے:
نادر مکتوبات: ۱/ ۲۸۶

غنیۃ الطالبین شیخ عبد القادر جیلانی:

امام ابو حنیفہؒ کے اوپر مرجۂ میں سے ہونے کے الزام شیخ کی وضاحت حضرت شاہؒ
تفہیمات ۱/ ۳۲

-- حضرت جیلانیؒ کے اوراد و نوافل و طاعات کے طریقہ کی تلقین کے لیے بطور ماخذ ہمعات، ۵۷/ انتباہ، ۱/ ۱۹

-- دوام عبودیت پر عمدہ بحث ہے: الطاف القدس: ۵۹

کتاب الشجرۃ مولفہ البرہوتی

کا حوالہ مذکورہ بالا بحث غنیۃ الطالبین میں آیا ہے۔ اس پر محقق تفہیمات نے اپنے حاشیہ میں بحث کی ہے۔ ہمعات، ۵۷/ انتباہ، ۱/ ۱۹

کتاب اسراریہ

میں خواجہ باقی باللہ کا قول منقول ہے کہ حضرت خواجہ بیرنگ مسجد فیروزی میں تشریف لائے اور فرمایا کہ یہاں بوئے بدآتی ہے۔ نادر مکتوبات ۲/ ۴۵

سفینۃ الاولیاء مولفہ داراشکوہ

سے بھی امصار و دیار شیوخ وسلاسل کی تعیین وتشریح کی۔ ہے۔ الانتباہ، ۱/ ۱۲

طبقات حنفیہ

کا ذکر بھی سلاسل وشیوخ کے شہروں کی تعیین میں کیا ہے۔ الانتباہ، ۱/ ۱۴

طبقات ابن رجب حنبلی

شہروں اور علاقوں کے ناموں کی تعیین وتشریح کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔

الانتباہ، ۱/ ۱۸

منذری (ترغیب وترہیب)

کا بطور ماخذ اسی طرح امصار و دیار کے حوالہ سے کیا ہے۔ الانتباہ، ۱/ ۱۸

ایقاظ الھمم بالاوراد والاذکار لتعرض نفحات العزیز الغفار مولفہ شیخ

محمد سعید بن حسن قرشی کوکنی مدنی کا ذکر اورادِ سلسلہ کے سلسلے میں کیا ہے۔ الانتباہ، ۱/ ۲۰

سید عبدالسلام بن بشیش

کا قول: اے رب! حجاب اعظم کو میری روح کی زندگی بنا وغیرہ۔ حقیقت محمدی پر بحث: فیوض الحرمین، مشاہدہ: ۴۵، ص ۲۷۱-۲۸۰

حزب البحر شیخ ابوالحسن شاذلی

حزب البحر میں ایک خاص ورد کی تشریح وذکر کے لیے۔ ہمعات، ۵۷

رسالہ عقد الفرید فی سلاسل اہل التوحید

-- شاہ بدیع الدین مدار کے سلسلہ کے بارے میں معلومات اس رسالہ سے لی ہیں۔ نادر مکتوبات ۲/ ۱۸۹-۱۹۰

اخبار الاخیار مولفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی

-- سلسلہ مداریہ کے لیے حوالہ نادر مکتوبات ۲/ ۱۸۹-۱۹۰

-- حاجی شریف زندانی کا ذکر خیر اخبار الاخیار میں نہیں ہے اور اس کی توجیہ حضرت شاہؒ نادر مکتوبات، ۲/ ۱۹۰

طبقاتِ سُلمی مولفہ محمد بن حسین سُلمی

صوفیائے متقدمین کے ذکر کے لیے بالخصوص ان کے اختلاف نسبت کے لیے

ہمعات: ۱۴۱/ ۱۷۲-۱۷۳

مکتوبات و مسودات شیخ ابوالرضا محمد: انفاس العارفین: ۲۵۹-۳۲۲:

پانچ مکاتیبِ شیخ عبدالاحد کے جواباتِ ابوالرضا محمدؒ: اس پر حضرت شاہؒ کا محاکمہ ہے۔ جس میں صوفیہ اور امور طریقت پر بحث ونقد وتبصرہ ہے اور مزید نامہ ہائے شیخین کا ذکر ہے۔

(۲) تفسیر سورۂ فاتحہ، (۳) رسالہ اصول الولایہ وغیرہ (۳۲۲-۳۲۸)

رسالۂ قشیریہ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری

-- صوفیائے متقدمین کی نسبتوں کے لیے/ طبقات سُلمی کے ساتھ حوالہ:

ہمعات، ۱۴۱/ ۱۷۲-۱۷۳

شرح حزب البحر شاہ ولی اللہ

"درحقیقت یہ شرح حزب البحر ایک دستور عظیم ہے"۔ نادر مکتوبات ۲/ ۲۶۹، ۲۷۲ ومابعد

نفحات الانس جامی

-- میں مذکور ہے (شیخ ابوسعید بن ابوالخیر کی رباعی کی شرح مفصل)

نادر مکتوبات ۲/ ۲۶۰-۲۶۴

-- اپنی ایک تصنیف میں وحدۃ الوجود پر بحث کی ہے۔ وجود عام/ وجود مطلق

الخیر الکثیر، ۷۱

رسالہ خواجہ عبیداللہ

-- میں رباعیات شیخ ابوسعید ابوالخیر کا ذکر ہے۔ نادر مکتوبات ۲/ ۲۶۱ ومابعد

-- اشعار خواجہ عبیداللہ کے کتاب فقرات سے نقل کر کے شرح کی۔

نادر مکتوبات ۲/ ۳۲۷ ومابعد

رسالہ سبیل الرشاد مولفہ محمد عاشق پھلتی

طریق اجتبا وانابت کے بیان میں نادر مکتوبات ۲/ ۳۰۹

تفسیر شیخ عبداللہ انصاری

آیت کریمہ: و اذکر ربك اذا نسیت الخ کی تفسیر انتباہ، ۱/ ۳۶-۳۷

کتاب رشحات

میں بھی بہت سے قصے اس بات (نسبت) پر دلالت کرتے ہیں۔

نادر مکتوبات ۲/ ۴۵

رباعیات دوانی

مولانا جلال الدین دوانی نے اپنی رباعیات میں سے ایک رباعی میں یوں فرمایا ہے (رباعی نقل کی ہے) نادر مکتوبات ۲/۸۳۔ بحث بر رباعی دوانی اور حضرت شاہؒ کی جوابی رباعی ۲/۸۴ و مابعد۔

رسائل و کتب تصوف بطور حوالہ

اگرچہ حضرت شاہؒ کے مآخذ و مراجعِ تصوف میں ان رسائل و کتب میں سے بعض کا ذکر آچکا ہے جن کا حوالہ حضرت شاہؒ نے کسی بحث و تعلیم کو دیکھنے کے لیے دیا ہے یا جن میں کسی شیخ / سلسلہ کی تعلیم کے موجود ہونے کا ذکر کیا ہے تاہم ان کا ایک مختصر ذکر الگ سے بھی کرنا مناسب لگتا ہے کہ وہ خاص مآخذ و مراجع ہوں یا نہ ہوں مگر وہ حضرت شاہؒ کے معلومات کے مراجع و مآخذ ضرور تھے۔

رسالہ انسیہ مولفہ مولانا یعقوب چرخی

-- نقشبندی اوراد و وظائف کے لیے اس رسالہ کو دیکھنا چاہیے:

همعات: ۶۰-۶۲

غنیۃ الطالبین اور دیگر تصانیف شیخ جیلانی

-- تعلیمات قادریہ کے مآخذ ہیں۔ مذکورہ بالا

عوارف المعارف سہروردی

طریقہ سہروردیہ کے علاوہ متعدد دوسرے سلاسل کے لیے کتاب تصوف ہے۔

-- شیخ الشیوخ اپنی کتاب عوارف المعارف میں سعادت کی طرف توجہ کرنے کی تاکید فرماتے ہیں، جلوت و خلوت کی بحث۔ نادر مکتوبات ۲/۱۶۸

قوت القلوب ابو طالب مکی

تمام کتب تصوف کی ام الکتاب ہے۔ مذکورہ بالا

حصن حصین مولفہ ابن اثیر جزری

..'' کی فصل ''فضل الدعاء'' کا بغرض معرفت مطالعہ کرنا چاہیے (ماثورہ دعاؤں کے لیے)'' نادر مکتوبات ۱/۱۵۴

''ایسی دعائیں کتاب حصن حصین کے آخر میں مذکور ہیں'' ۱/۲۶۰

عوارف المعارف سہروردی یا احیاء العلوم غزالی

سالک ان کے مطالعہ میں مشغول رہے۔ نادر مکتوبات ۲/۹۴

حجۃ اللہ البالغہ مولفہ شاہ ولی اللہ

چار خصائل۔طہارت، اخبات (خشوع وخضوع)، سماحت اور عدالت۔کے احیاء وتعلیم کے لیے ہی بعثت نبوی ہوئی، وہی تمام انبیائے کرام کی بعثت کا مقصود ہے۔ اس کی مختصر و جامع بحث کے بعد تفصیل کے لیے اپنی کتاب حجۃ البالغہ کی بحث خاص دیکھنے کا حوالہ دیا ہے: ہمعات: ۱۹۵ و ما بعد۔

(حضرت شاہؒ نے مختلف مباحث پر تفصیل دیکھنے کے لیے اپنی متعدد کتب کا حوالہ مختلف تحریروں میں دیا ہے۔اس پر بحث کے لیے دیکھئے خاکسار کی کتاب ''تصانیف شاہ ولی اللہ کا تنقیدی تجزیہ، علی گڑھ ۲۰۱۰ء مبحث دوم بالخصوص)

اشعار/شعراء

مختلف کتب و رسائل میں بالخصوص نگارشاتِ تصوف میں حضرت شاہؒ نے عرب و فارسی شعراء کے اشعار سے بھی استشہاد کیا ہے۔ان میں سے بعض کی حیثیت مراجع و مآخذ کی ہے اور ان میں صوفی شعراء شیخ ابوسعید ابوالخیر، مولانا روم، مولانا جامی،

شیخ سعدی، حافظ شیرازی، صائب وغیرہ مآخذ بن جاتے ہیں۔ عربی وفارسی اشعار سے کلام ونگارش کو آراستہ کرنے کی قدیم روایت ہے اور قرون وسطیٰ میں وہ بہت مضبوط تھی۔ حضرت شاہؒ ان سے معانی آفرینی فرماتے ہیں۔ یہ ایک الگ تحقیقی موضوع ہے تاہم اس مطالعہ میں چند نمونے اس کے پیش کیے جاتے ہیں:

فارسی شعراء/ اشعار

مکاتیب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

مولانا روم: نادر مکتوبات ۱/ ۲۱۷ ومابعد؛

اصل مکاتیب فارسی سے اشعار مثنوی:

۱/۹۲: مدتی ایں مثنوی تاخیر شد مہلتی بایست تا خون شیر شد

نادر مکتوبات ۲/ ۲۲۱:

مولانا جلال الدین دوانی: ۲/ ۳۲۳

در خانقہ و مدرسہ گشتیم بسی انصاف کہ در ہر دو ندیدیم کسی

دیدیم بلی بیہدہ گوئی چندی قانع شدہ از دوست بہ بانگ جرسی

مولانا جامی: ۱/ ۲۲۲

شیشہ ای صاف ار نباشد گو سفال کہنہ باش

رندِ درد آشام با ایں تکلفہا چہ کار نیز ۲/ ۳۰۷

۲/ ۲۹۵: جامی اوصاف مئے صاف نیارد گفتن

گر نہ فیضنش رسد از باطنِ خم پی در پی

۲/ ۳۳۰: زخد نگہای جفای او چہ بلا خوشم کہ ہنوز ازو

زدلم یکی نکند گزر کہ قفایی اودگری رسد

نیز جامی کے اشعار کے لیے: ۲/۳۶۱ وغیرہ؛ نادر مکتوبات ۲/۱۱۷، ۱۷۹، ۲۲۵؛ الخیر الکثیر ،۲۷۳۔

شیخ سعدی: الخیر الکثیر: ۳۵، ۴۱، ۱۸۳

دوست نزدیک تر از من بہ من است
ویں عجب تر کہ من از وے دورم
دور بینان بارگاہِ الست
غیر ازیں پی نہ بردہ اند کہ ہست

دیدار می نمائی و پرہیز می کنی
باز خویش و آتش ما تیز می کنی   نیز ۲۰۴ (رنگ توحید)،

حافظ شیرازی

۲/۲۹۷: نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چوں غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم   نادر مکتوبات ۲/۱۱۹

۲/۲۹۷: رباعی شیخی

صائب

۲/۳۲۳: صائب امروز بہ ایں تازہ غزل صلح بکن
اولین جوش بہار است گلستانِ ترا

شیخ ابوسعید ابوالخیر:

۲/۲۶۰: چیست از ایں خوبتر در ہمہ آفاق کار
دوست رسد نزدِ دوست یار بہ نزدیک یار

نیز۲/۳۷۷: آں ہمہ اقوال بود ، ایں ہمہ افعال
آں ہمہ گفتار بود ایں ہمہ کردار

دوسری رباعیات شیخ ہیں: ۲/۳۸۲؛ نادر مکتوبات ۲/۲۲۳

بہت سے اشعار کے شعراء کا ذکر نہیں کیا ہے جیسے ۱/ ۵۸-۵۹، ۶۲، ۶۳، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۷۰، ۷۳، ۷۵، ۷۷، ۷۸، ۸۱ و مابعد۔

عربی اشعار/شعراء

شعری مآخذ میں حضرت شاہؒ کا ایک ماخذ عربی اشعار/ شعراء ہیں۔ بالعموم حضرت شاہؒ شعراء کا ذکر نہیں کرتے، صرف ان کے اشعار بلا حوالہ نقل کرتے ہیں۔ انھوں نے بہت کم مقامات پر عرب شعراء کا حوالہ بطور ماخذ دیا ہے۔ اپنے نعتیہ قصائد میں وہ حضرت سواد بن قارب کے نعتیہ قصائد کا ذکر کر کے وضاحت کرتے ہیں کہ اس کے تتبع میں ہی انھوں نے اپنی نعتیں کہی تھیں جن کا مجموعہ اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم کہلاتا ہے۔ ان کے عربی اشعار متعدد کتابوں میں موجود ہیں جن کا مختصر تجزیہ درج ذیل ہے:

مکاتیب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے اواخر میں عربی اور فارسی ابیات اور ہندی دوہوں کی فہرستیں مرتبین کرام نے دی ہیں جن میں شعراء کے حوالے نہیں ہیں (۵۸۵-۶۰۲)۔ اشعار عربی فہرست سے ماخوذ ہیں:

۲: اخذ تمونی منی فی ملاطفة
فلست اعرف غیر ما عرفتكم

۳۲: اعد ذكر نعمان لنا ان ذكره
هوالمسك ما كرّرته يتضوّع

۹۵: الا انما الانسان ضيف لا هله
يقيم قليلا بينهم ثم يرحل

۳۱۷: تداویت من لیلیٰ بلیلیٰ فی الھویٰ

کما تداوی صاحب الخمر بالخمر

نیز مابعد ۳۲۱، ۳۹۹ وغیرہ۔

بلاحوالہ شعراء اشعار عربی: ۱/۹۲، ۹۷-۹۹ وما بعد۔

ان میں سے کچھ اشعار مشہور شعراء کے ہیں جیسے:

عباراتنا شتی وحسنك واحد

وکل الی ذاك الجمال یشیر

نیز ۱/۱۸۶ اور کچھ اشعار حضرت شاہؒ کے ہیں جیسے: ۱/۱۰۷، ۱۲۶ (رباعی شاہ)، ۱۲۳ (رباعی شاہ)، ۱۲۷ وما بعد۔

ہندی دوہرے

حضرت شاہؒ اپنے والد ماجد شیخ عبدالرحیمؒ یا کسی دوسرے واسطے سے ہندی اشعار/ دوہرے بھی نقل کرتے ہیں۔ جیسے "ہمارے حضرت (حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ) کبھی کبھی ہندی کا یہ دوہرہ پڑھتے تھے اور بہت روتے تھے:

پات جھڑنتے یوں کہیں، سن رے بن کے رائے

اب کے بچھڑے ناہ ملیں، دور پڑیں گے جائے

نادر مکتوبات ۱/۲۵۲

مکاتیب فارسی ۱/۱۵۲:

میرے من میں پیت بسے جس دیکھے مجھ چین

گلی گلی اب کیوں پھرے، کیوں کو کے دن رین

مختصر تجزیہ

سلوک وتصوف کی کتابوں اور رسالوں میں حضرت شاہؒ نے حسب دستور عمومی حوالوں کے ساتھ خصوصی اور متعین مآخذ کا ذکر نسبتاً زیادہ کیا ہے۔ ان میں باقاعدہ بیانیہ یا

عملی تصوف کی کتابوں میں ان کا عددی تناسب زیادہ ہے اور خاص فلسفیانہ تصوف کے رسالوں اور کتابوں بالخصوص چھوٹے رسالوں میں تناسب خاصا کم ہے کہ ان کا سراسر انحصار حضرت شاہؒ کے کشف والہام یا حکمت وفراست پر ہوتا ہے۔ پھر بھی ان میں بعض مآخذ کا ذکر دونوں عمومی اور خصوصی طریقے سے کہیں کہیں مل جاتا ہے۔ ان کا تجزیاتی مطالعہ بتاتا ہے کہ

-- تمام کتب و رسائل میں مختلف مباحث کے ضمن میں حضرت شاہؒ قرآنی آیات کا واضح ذکر کرتے ہیں۔ کبھی کبھی وہ ان کے معانی و بیان کو اپنے الفاظ وتعبیرات میں بیان کر جاتے ہیں مگر وضاحت کر دیتے ہیں کہ یہ آیات قرآنی میں آیا ہے۔ مذکورہ بالا مباحث میں بعض مختصر رسالوں میں آیاتِ قرآنی کا حوالہ یا ذکر دیا گیا ہے مگر اس کا مطلب یہ قطعی نہیں ہے کہ حضرت شاہؒ نے ان کا ذکر بالکل نہیں کیا۔

-- کتب تفسیر کا ذکر بہت کم کیا ہے جیسے ایک مقام پر سیوطی کی الدر المنثور کا ذکر کیا ہے۔ تفسیر و تاویل کے باب میں حضرت شاہ بالعموم مفسرین اور اہل تفسیر وغیرہ کا صرف عام حوالہ ہی دیتے ہیں۔

-- قرآن وحدیث کے مجموعی حوالے عام طریقہ پر بہت آتے ہیں کہ آیات/قرآن اور احادیث میں یہ مضمون ومعنی آیا ہے۔

--اسی طرح شریعت میں اپنے مباحث کے استناد واستحکام کے لیے بھی وہ کافی عام حوالے اس کے دیتے ہیں۔

-- حدیث/ احادیث اور فرامین نبوی کے عام حوالے بہت کثرت سے حضرت شاہؒ کی کتب تصوف وسلوک میں مختلف مباحث میں ملتے ہیں اور قریب قریب ہر کتاب و رسالہ میں ملتے ہیں۔ ان میں سے بہت سی احادیث وارشادات مختلف کتب و رسائل میں دہرائے گئے ہیں کیونکہ ان سے مستند و مدلل کیے جانے والے مباحثِ سلوک وتصوف جیسے بیعت، مراقبہ، ذکر وفکر وغیرہ سب میں مشترک ہیں۔

-- خاص کتب حدیث وسنت کا ذکر عمومی مآخذِ حدیث کے مقابلے میں کافی کم

ہے لیکن ان سے استناد اور ان کا واضح ذکر بہت اہم اور قیمتی ہے۔ ان میں موطا امام مالک، موطا امام محمد، صحیحین، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ جیسی کتب صحاح بھی شامل ہیں اور ان کے ساتھ ابن اثیرؒ کی جامع الاصول، بغوی کی شرح السنہ، رازی کی اربعین وغیرہ کا بھی ذکر ہے۔ بغوی حضرت شاہؒ کے پسندیدہ ماخذ ہیں اور دوسری کتب میں ان کا ذکر بکثرت ملتا ہے۔ صحاح میں کثرت روایات کے لحاظ سے بخاری سرفہرست ہے۔ مسلم کو اتنی اہمیت نہیں ملی ہے۔ نسائی کا عدم ذکر بھی دلچسپ ہے۔ لیکن اس کی زیادہ اہمیت نہیں کہ سلوک کے باب میں کتب حدیث کے حوالے ہی بہت کم ہیں۔

--حدیث کے مآخذ میں غالباً سب سے دلچسپ حضرت شاہؒ اور ان کے صوفی مشائخ کا کشفی ماخذِ حدیث ہے۔ یعنی وہ بہت سی احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے بالواسطہ یا اپنے مشائخ واساتذہ سے روایت کرتے ہیں اور ان کی حیثیت محدثین کرام کے نزدیک صفر ہے۔ وہ ان کو کسی طرح صحیح احادیث تسلیم نہیں کر سکتے۔ حیرت کی بات ہے کہ حضرت شاہؒ خود بھی محدثِ وقت تھے اور ان کے شیوخ اور مشائخ جیسے والد ماجد شیخ عبدالرحیم، عم بزرگوار شیخ ابوالرضا محمد، شیخ حرمین ابو طاہر کردی اور ان کے مشائخ وغیرہ بھی اپنے اپنے زمانے کے عظیم محدثین میں شامل تھے۔ اس کے باوجود وہ اپنی کشفی احادیث بڑے اطمینان اور اعتماد سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت شاہؒ کی ایسی تمام کتب و رسائل-الدر الثمین، المسلسلات، اربعون حدیثاً الخ، النوادر وغیرہ-ان کشفی احادیث ہی پر مبنی ہیں۔ البتہ ان میں بعض صحیح احادیث بھی مل جاتی ہیں جن کا ذکر معتبر کتبِ حدیث میں ملتا ہے۔ عموماً ایسی احادیث صحیحہ کی تعبیر وتشریح روح نبوی سے پوچھی گئی تھی۔

--رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ثابتہ اور حدیث صحیحہ اور خلفاء راشدین کی سنت مرجحہ سے استناد حضرت شاہؒ کا ایک امتیاز ہے اور وہ ہر حال میں معتبر کتب حدیث سے ان کو مختلف رسالوں اور کتابوں میں نقل کر کے ان کی پیروی اور تمسک کی ہدایت دیتے ہیں۔

--سلوک وطریقت میں کتب فقہ اور فقہاء کی باریابی ذرا مشکل ہوتی ہے مگر حضرت شاہؒ کے تجرِ فقہ نے ان کی راہ ہموار کردی تھی۔ لہٰذا بعض مباحث میں امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ اور ان کی فقہی عبقریت وعطایا اور بعض کتب جیسے کفایہ شرح ہدایہ وغیرہ کا ذکر آہی گیا ہے۔ اسی طرح اہم ترین فقہائے احناف کا عمومی حوالہ اور خاص ذکر بھی لایا گیا ہے اور یہ تمام حوالے سنت وحدیث اور تفقہ کے ضمن میں ہی آئے ہیں۔

--نقد ونظر اور استناد وتائید کی غرض سے حضرت شاہؒ نے ان نگارشاتِ تصوف میں بعض کتب عقائد جیسے عقیدہ عضدیہ وغیرہ اور بعض اصولی علماء کا ذکر بھی کیا ہے۔ ان میں امام ابوالحسن اشعری کا خاص ذکر وحوالہ متعدد مباحث میں کیا ہے اور خاص الخیر الکثیر میں ان کا حوالہ دیا بھی ہے۔

--صوفیہ کرام، مشائخ صوفیہ، اکابر طریقت کے عمومی حوالے حضرت شاہؒ کی کتابوں میں تقریباً ہر بحث میں ملتے ہیں جن کی نوعیت اجاگر کرنے کے لیے صرف چند موضوعات ومسائل کے حوالے سے بعض رسائل سے ان کا انتخاب کرلیا گیا ہے۔ خاص صوفیہ میں جنید بغدادی کا ذکر زیادہ ملتا ہے کہ وہ شیخ / سید الطائفہ اور تمام سلاسل کے بانی طریقت تھے۔ دوسرے متقدمین میں سے بعض کے صرف اسماء گرامی ملتے ہیں۔

--سلاسل طریقت میں خاص خانوادوں کا ذکر زیادہ ہے۔ ان میں سب سے زیادہ نقشبندیہ اور ان کے شیخ المشائخ خواجہ نقشبند کا ہے۔ قادریہ اور اس کے بانی اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا ذکر خیر بھی مختلف حوالوں سے زیادہ ہے۔ حضرت شاہؒ ان کو صوفی زبان میں غوث اعظم کہنے پر مصر نظر آتے ہیں۔ چشتیہ کا ذکر سہروردیہ سے زیادہ ہے، کبرویہ بھی خاص خانوادوں کے ذیل میں آتا ہے۔ باقی مداریہ، مدینیہ، شاذلیہ اور شطاریہ کا ذکر ہے مگر بہت کم۔

--والد ماجد حضرت شیخ عبدالرحیم حضرت شاہؒ کے سب سے بڑے شیخ ومرشد تھے۔ ان کا ذکر ہر قدم پر ملتا ہے اور ان پر ایک تحقیقی کتاب لکھی جاسکتی ہے۔

کتب تصوف میں حضرت شاہؒ نے ان کے نام سے یا ان کے مؤلفین کرام

کے اسم گرامی سے اپنے مآخذ کا ذکر کیا ہے اور غالباً یہ سب سے قیمتی حصہ ہے۔ ان کا ایک مختصر تجزیہ بھی کافی تفصیل چاہتا ہے۔ بہر حال اس کے اہم ترین نکات حسب ذیل ہیں:

۱۔ کتبِ تصوف میں حضرت شاہؒ نے سہروردیؒ کی عوارف المعارف کو بطور ماخذ سب سے زیادہ اہمیت دی ہے۔

۲۔ شیخ اکبر ابن عربی اور ان کی تصانیف وافکار کا بھی حوالہ بہت دیا ہے۔ حضرت ابن عربیؒ پر افکار ولی اللٰہی کو اگر جمع کر کے بحث و تجزیہ سے گذارا جائے تو ایک کتاب/ رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔ وہ حضرت شاہؒ کے بہت پسندیدہ مؤلف بھی ہیں۔ ان میں فتوحات مکیہ کے حوالے فصوص الحکم سے زیادہ ہیں۔

۳۔ مکتوباتِ مشائخ نقشبندیہ میں سے بعض مشائخ جیسے شیخ عبدالاحد کے متعدد مکاتبات کو پورا نقل کر دیا ہے۔ وہ بھی ایک تحقیقی کتاب کا موضوع بن سکتا ہے۔ دوسرے مشائخ نقشبندیہ میں شیخ محمد ہادی اور شیخ عبدالنبی بھی اہم ہیں۔ اسی طرح رسالہ شیخ تاج الدین سنبھلی بھی پورا نقل کر دیا ہے اور اس کی اہمیت یہ ہے کہ وہ اشغال نقشبندیہ کا جامع ہے۔

۴۔ اس کے بالمقابل شیخ احمد سرہندی/ مجدد الف ثانی کے مکتوبات پر بحث اور ان کا حوالہ بہت کم ملتا ہے۔

۵۔ سلاسلِ طریقت اور ان کے مشائخ کرام کے سوانح وغیرہ حضرت شاہؒ نے جامی کی نفحات الانس، سید عبدالقادر عیدروس کی نفحاتِ قدوسیہ، داراشکوہ کی سفینۃ الاولیاء اور بعض دوسری کتبِ طبقات سے نقل کیے ہیں۔

۶۔ مخطوطات میں حضرت شاہؒ نے اپنے چچا شیخ ابوالرضا محمد کے مراسلات و مکتوبات بھی پورے پورے نقل کیے ہیں۔ حضرت شاہؒ کی مذکورہ کتابوں اور ماخذوں سے کئی مخطوطات ہی ہیں اور ان کا حوالہ و ذکر بہت قیمتی ہے کہ ان تک سب کی دسترس نہیں ہے۔

۷۔ باقی کتب و رسائلِ تصوف کا ذکر بطور ماخذ و حوالہ ضرور آیا ہے مگر ان کا عددی تناسب کافی کم ہے۔ ان میں شامل ہیں: شیخ یعقوب چرخی کا رسالہ انسیہ، رسالہ خواجہ عبید اللہ احرار، تفسیر شیخ عبداللہ انصاری، رسالہ قشیریہ، رسالہ عقد الفرید، خواجہ محمد پارسا کا رسالہ قدسیہ، یا موخر الذکر کا رسالہ فصل الخطاب وغیرہ۔ ان کے حوالے و مباحث بھی بہت کم ہیں۔

۸۔ حضرت شاہؒ نے شیخ ابو طالب مکیؒ کی قوت القلوب کو تمام کتبِ تصوف کا بنیادی ماخذ یا ام الکتاب قرار دیا ہے اور بہت وضاحت سے لکھا ہے کہ امام جیلانی کی غنیۃ الطالبین، امام غزالی کی احیاء العلوم اور شیخ سہروردی کی عوارف المعارف وغیرہ سب کا وہ بنیادی ماخذ ہے۔ ان تمام بزرگوں اور اکابر مؤلفین نے نہ صرف اس سے خوشہ چینی کی ہے بلکہ متاخرین نے بھی اس سے اکتساب فیض کیا ہے۔ حضرت شاہؒ نے ہر مکتبِ فکر یا سلسلہ کے اشغال و اعمال کا اصل ماخذ ان کے شیخ کی کتاب کو بتایا ہے جیسے قادریہ کا ماخذ غنیۃ الطالبین وغیرہ کتبِ حضرت جیلانی ہیں۔

۹۔ حضرت شاہؒ نے متعدد اہم اور قدیم کتبِ تصوف کا ذکر و حوالہ بالکل نہیں کیا ہے جیسے سراج طوسی کی کتاب اللمع، شیخ جیلی کی الانسان الکامل، امام کلاباذی کی التعرف لمذہب اہل التصوف وغیرہ۔

۱۰۔ ان مذکورہ بالا مآخذِ تصوف کے علاوہ بہت سے غیر مذکورہ مآخذِ شاہؒ ہیں جن کا احاطہ کرنا ناممکن ہے لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ قریب قریب تمام علوم اسلامی کے بیشتر مآخذ پر مشتمل ہیں۔

منتخب کتابیات

اللہ تعالیٰ
قرآن مجید

ابن ابی ایاس (محمد بن احمد، م ۹۳۰/۱۵۲۴)
بدائع الزہور فی وقائع الدہور، بولاق ۱۳۱۱ھ

ابن ابی الحدید (عبدالحمید بن ہبۃ اللہ، م ۶۵۵/ ۱۲۵۹)
شرح نہج البلاغۃ، قاہرہ ۱۹۵۹ء

ابن اثیر (عزالدین علی بن محمد، م ۶۳۰/ ۱۲۳۳)
اسد الغابۃ، تہران ۱۹۳۸ء
الکامل فی التاریخ، بیروت ۱۹۶۵ء

ابن اسحاق (محمد بن اسحاق، م ۱۵۰/ ۷۶۷)
السیرۃ النبویۃ، رباط ۱۹۶۷ء

ابن اعثم کوفی (احمد بن عثمان، م ۳۱۴/ ۹۲۶)
کتاب الفتوح، حیدرآباد ۱۹۶۸ء

ابن تیمیہ (احمد بن عبدالحلیم، م ۶۵۲/ ۱۲۵۴)
جوامع الکلم الطیبۃ، بیروت ۱۹۷۶ء
مجموعۃ فتاویٰ شیخ الاسلام احمد بن تیمیۃ، مرتبہ عبدالرحمٰن بن محمد الحنبلی وغیرہ
المنتقیٰ من اخبار المصطفیٰ، قاہرہ ۱۹۳۱ء
منہاج السنۃ، قاہرہ ۱۹۵۸ء

ابن الجوزی (عبدالرحمٰن بن علی، م ۵۹۷/ ۱۲۰۰)
سیرۃ عمر بن عبدالعزیز، قاہرہ ۱۹۱۲ء
صفۃ الصفوۃ، حیدرآباد ۱۹۳۶ء
المنتظم فی التاریخ، حیدرآباد ۱۹۳۹

ابن حجر عسقلانی (احمد بن علی، م ۸۵۲/ ۱۴۴۸)
الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، قاہرہ ۱۹۳۸ء
تہذیب التہذیب، حیدرآباد ۱۹۱۱ء
فتح الباری فی شرح البخاری، بولاق ۱۸۸۲ء؛ ریاض ۱۹۹۷ء
لسان المیزان، حیدرآباد ۱۹۱۱ء

ابن حجر ہیثمی (احمد بن محمد، م ۹۷۴/ ۱۵۶۶)
تطہیر الجنان، قاہرہ غیر مورخہ

الصواعق المحرقة، بیروت ۱۹۶۵

ابن حزم (علی بن احمد، م ۴۵۶/۱۰۶۴)
جمهرة انساب العرب، قاہرہ ۱۹۴۸ء
جوامع السیرة، قاہرہ ۱۹۵۶ء
کتاب الفصل فی الملل والنحل، قاہرہ ۱۹۰۲-۱۸۹۹ء

ابن حنبل (احمد بن محمد، م ۲۴۱/۸۵۵)
المسند، قاہرہ ۱۹۴۹ء

ابن خلدون (عبدالرحمٰن بن محمد، م ۸۰۴/۱۴۰۶)
کتاب العبر (تاریخ ابنِ خلدون)، بیروت ۱۹۵۶ء
المقدمة، مطبعہ مصطفیٰ محمد، قاہرہ غیر مورخہ

ابن خلکان (احمد بن محمد، م ۶۸۱/۱۲۸۱)
وفیات الاعیان، بولاق ۱۸۵۹ء

ابن درید ازدی (محمد بن حسن، م ۳۲۱/۹۳۳)
کتاب الاشتقاق، گوٹنجن ۱۸۵۴ء، قاہرہ ۱۹۵۸ء

ابن سعد (محمد بن سعد، م ۲۳۰/۸۴۵)
الطبقات الکبریٰ، بیروت ۵۸-۱۹۵۷

ابن سید الناس (محمد بن محمد، م ۷۳۴/۱۳۳۴)
عیون الاثر فی فنون المغازی و الشمائل والسیر، قاہرہ ۱۹۳۷ء

ابن الطقطقی (محمد بن علی بن طباطبا، م ۷۰۹/۱۳۰۹)
کتاب الفخری، قاہرہ ۱۸۹۹ء

ابن طولون (محمد بن علی، م ۹۵۳/۱۵۴۶)
قضاة دمشق الشام، دمشق ۱۹۵۶ء

ابن عبدالبر (یوسف بن عبداللہ، م ۴۶۳/۱۲۶۰)
الاستیعاب فی معرفة الاصحاب، حیدرآباد ۱۹۰۰ء

ابن عبدالحکم (عبدالرحمٰن بن عبداللہ، م ۲۵۹/۸۷۰)
کتاب فتوح افریقیا والاندلس، الجیریا ۱۹۴۷ء

ابن عبدالحکم (عبداللہ، م ۲۱۴/۸۲۹)
سیرة عمر بن عبدالعزیز، قاہرہ ۱۹۲۷ء

ابن عبدربہ (احمد بن محمد، ۳۲۸/۹۴۰)
العقد الفرید، قاہرہ ۱۹۴۰ء

ابن العربی (قاضی محمد بن عبداللہ، م ۵۴۳/۱۱۴۸)
احکام القرآن، قاہرہ ۱۹۵۷ء

ابن عساکر دمشقی (علی بن حسن، م ۵۷۱/۱۱۷۶)
تاریخ مدینة دمشق، دمشق ۱۹۵۱ء تا حال
تہذیب التاریخ الکبیر، دمشق ۳۲-۱۹۱۱ء

ابن العماد حنبلی (عبدالحی بن محمد، م ۱۰۸۹/ ۱۶۸۷)	شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، قاہرہ ۱۳۵۰ء
ابن قتیبہ (عبداللہ بن مسلم دینوری ۲۷۶/ ۸۸۹)	الشعر والشعراء، لائیڈن ۱۹۰۲ء عیون الاخبار، قاہرہ ۱۹۲۵ء کتاب الامامۃ والسیاسۃ، قاہرہ ۱۹۲۵ء (منسوب) کتاب المعارف، قاہرہ ۱۹۶۰ء
ابن قیم الجوزیہ (محمد بن ابوبکر، م ۷۵۱/ ۱۳۵۰)	اعلام الموقعین عن رب العلمین، قاہرہ غیر مورخہ بلوغ السول فی اقضیۃ الرسول، الہند ۱۸۷۵ء زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، قاہرہ ۱۹۷۱ء المنار المنیف فی الصحیح والضعیف، حلب ۱۹۷۰ء
ابن کثیر (اسمٰعیل بن عمر، م ۷۷۴/ ۱۳۷۳)	البدایۃ والنہایۃ، قاہرہ ۱۹۳۲ء السیرۃ النبویۃ، بیروت ۱۹۸۳ء الفصول فی سیرۃ الرسول، دمشق ۳-۱۴۰۲ھ
ابن الکلبی (ہشام بن محمد، م ۲۰۴/ ۸۱۶)	کتاب الاصنام، لیزگ ۱۹۴۱ء
ابن ماجہ (محمد بن یزید، م ۲۷۳/ ۸۸۶)	السنن، قاہرہ ۱۹۵۲ء
ابن مرتضیٰ (احمد بن یحییٰ، م ۸۴۰/ ۱۴۳۷)	طبقات المعتزلۃ، بیروت ۱۹۶۱ء
ابن منظور (محمد بن مکرم، م ۷۱۱/ ۱۳۱۱)	لسان العرب، بیروت ۶-۱۹۵۵ء
ابن الندیم (محمد بن اسحاق، م ۲۳۵/ ۸۴۹)	الفہرست، قاہرہ ۱۹۶۸ء؛ اردو ترجمہ، لاہور ۱۹۸۸ء
ابن ہشام (عبدالملک بن ہشام، م ۲۱۸/ ۸۳۳)	السیرۃ النبویۃ، قاہرہ ۱۹۲۵ء
ابوحنیفہ دینوری (احمد بن داود، م ۲۸۲/ ۸۹۵)	کتاب الاخبار الطوال، لائیڈن ۱۸۸۸ء
ابوداؤد (سلیمان بن الاشعث، م ۲۷۵/ ۸۸۸)	السنن، قاہرہ ۱۹۲۲ء
ابوزرعۃ دمشقی (عبدالرحمٰن بن عامر، م ۲۸۲/ ۸۹۵)	سیرۃ رسول اللہ ﷺ و تاریخ

	الخلفاء الراشدین، دمشق ۱۹۸۰ء
ابوعبید قاسم بن سلام (م ۲۲۴/ ۸۳۶)	کتاب الاموال، قاہرہ ۱۹۳۴ء
ابوالفرج اصفہانی (علی بن حسین، م ۳۵۶/ ۹۶۹)	کتاب الاغانی، لائیڈن ۱۹۰۰ء
	مقاتل الطالبین، نجف ۱۹۳۴ء، ۱۹۵۶ء
ابونعیم اصفہانی (احمد بن عبداللہ، م ۴۳۰/ ۱۰۳۹)	حلیة الاولیاء، قاہرہ ۱۹۳۲-۳۸ء
	دلائل النبوة، حیدرآباد دکن ۱۹۵۰ء
ابویوسف (یعقوب بن ابراہیم، م ۱۸۲/ ۸۹۸)	کتاب الخراج، قاہرہ ۱۹۳۳ء
ازرقی (محمد بن عبداللہ، م ۲۴۴/ ۸۵۸)	اخبار مکة المشرفة، بیروت ۱۹۶۴ء
اشعری (علی بن اسمٰعیل، م ۳۳۰/ ۹۴۱)	مقالات الاسلامین واختلاف المسلمین، استانبول ۱۹۳۰ء
بخاری (محمد بن اسمٰعیل، م ۲۵۶/ ۸۷۰)	التاریخ الکبیر، حیدرآباد دکن ۱۹۴۱ء
	الجامع الصحیح، قاہرہ ۱۹۵۵ء
بغدادی (عبدالقاہر بن طاہر، م ۴۲۹/ ۱۰۳۷)	الفرق بین الفِرق، قاہرہ ۱۹۱۰ء
بغدادی (محمد بن حبیب، م ۲۴۵/ ۸۴۹)	کتاب المحبر، حیدرآباد دکن ۱۹۴۲ء
	کتاب المنمق، حیدرآباد دکن ۱۹۶۴ء
بلاذری (احمد بن یحییٰ بن جابر، م ۲۷۹/ ۸۹۲)	انساب الاشراف، اول قاہرہ ۱۹۵۹ء یروشلم، چہارم ۱۹۳۸ء؛ پنجم ۱۹۳۶ء
	فتوح البلدان، قاہرہ ۱۹۳۲ء
ترمذی (محمد بن عیسیٰ، م ۲۷۹/ ۸۹۲)	الجامع الصحیح، حمص ۱۹۶۹-۷۱ء
	الشمائل النبویة، قاہرہ ۱۸۶۳ء ومابعد
جاحظ (عمرو بن بحر، م ۲۵۵/ ۸۶۸)	البیان والتبیین، قاہرہ ۱۹۴۸ء
	رسالة فی تفضیل بنی هاشم، قاہرہ ۱۹۳۱ء
	العثمانیة، قاہرہ ۱۹۵۸ء
	کتاب البخلاء، قاہرہ ۱۹۵۸ء
جمحی (محمد بن سلام، م ۲۳۱/ ۸۴۵)	طبقات فحول الشعراء، قاہرہ ۱۹۵۲ء
جہشیاری (محمد بن عبدوس، م ۳۳۱/ ۹۴۲)	کتاب الوزراء والکتاب، قاہرہ ۱۹۳۸ء
حلبی (علی بن برہان الدین، م ۱۰۴۴/ ۱۶۳۴)	انسان العیون فی سیرة الامین المامون، (سیرت حلبیہ) قاہرہ ۱۹۶۴ء

خلیفہ بن خیاط (م۲۴۰/۸۵۴)	کتاب التاریخ، دمشق ۱۹۶۷ء کتاب الطبقات، دمشق ۶۷-۱۹۶۶ء
دیار بکری (حسین بن محمد، م۹۶۶/۱۵۵۹)	الخمیس فی احوال انفس النفیس، قاہرہ ۱۸۸۵ء
ذہبی (محمد بن احمد، م۷۴۸/۱۳۴۷)	تاریخ الاسلام، قاہرہ ۱۹۷۳ء تذکرة الحفاظ، حیدرآباد دکن ۱۵-۱۹۱۴ء میزان الاعتدال، قاہرہ ۱۹۱۰ء
زبیری (مصعب بن عبداللہ، م۲۳۶/۸۵۱)	نسب قریش، قاہرہ ۱۹۵۳ء
سمہودی (علی بن عبداللہ، م۹۱۱/۱۵۰۵)	وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ، قاہرہ ۹-۱۹۰۸ء
سہیلی (عبدالرحمٰن بن عبداللہ، م۵۸۱/۱۱۸۵)	الروض الانف، قاہرہ (غیر مورخہ)
شامی (محمد بن یوسف دمشقی، م۹۴۲/۱۵۳۵)	سبل الهدیٰ والرشاد فی سیرة خیر العباد (سیرۃ شامی)، قاہرہ ۱۹۷۵ء
طبری (محمد بن جریر، م۳۱۰/۹۲۳)	تاریخ الرسل والملوک (تاریخ طبری)، قاہرہ ۱۹۶۰ء تهذیب الآثار، ریاض ۱۹۸۲ء جامع البیان عن تاویل آی القرآن (تفسیر طبری)، قاہرہ ۱۹۶۰ء
فاکہی (محمد بن اسحاق، م۲۷۲/۸۸۶)	المنتقیٰ فی اخبار ام القریٰ، بیروت ۱۹۶۴ء
قاضی عیاض (بن موسیٰ یحصبی، م۵۴۲/۱۱۴۷)	الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، قاہرہ ۱۹۵۰ء
کشی (محمد بن عمر، ۴/۱۰ صدی)	معرفة اخبار الرجال، کربلا ۱۹۶۲ء
کلاعی (سلیمان بن موسیٰ، م۶۳۴/۱۲۳۶)	الاکتفاء فی مغازی المصطفیٰ والثلاثة الخلفاء، قاہرہ ۱۹۷۰ء
کندی (محمد بن یوسف، م۳۵۰/۹۶۱)	کتاب الامراء والولاة والقضاة، لائیڈن ۱۹۱۲ء ولاة مصر، بیروت ۱۹۵۹ء

مالک بن انس (م ۱۷۹/۷۹۵)	الموطا، قاہرہ ۱۹۵۱ء
ماوردی (علی بن محمد، ۴۵۰/۱۰۵۸)	الاحکام السلطانیۃ، قاہرہ ۱۸۸۱ء
مسعودی (علی بن حسین، م ۳۴۵/۹۵۶)	کتاب التنبیہ والاشراف، لائیڈن ۱۸۹۴ء
	مروج الذہب، قاہرہ ۱۹۲۷ء
مسلم بن حجاج قشیری (م ۲۶۱/۸۷۵)	الجامع الصحیح، قاہرہ ۱۹۵۵ء
مقریزی (احمد بن علی، م ۸۴۵/۱۴۴۲)	امتاع الاسماع، قاہرہ ۱۹۴۱ء
نسائی (احمد بن شعیب، م ۳۰۳/۹۱۵)	السنن، کانپور ۱۸۸۲ء
نووی (یحییٰ بن شرف الدین، م ۶۷۶/۱۲۷۷)	ریاض الصالحین، دمشق ۱۹۷۶ء
	شرح صحیح مسلم، قاہرہ ۱۹۲۸ء
واقدی (محمد بن عمر، م ۲۰۷/۸۲۲)	کتاب المغازی، لندن ۱۹۶۶ء
ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶/۱۷۶۲)	ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، سہیل اکیڈمی، لاہور ۱۹۷۶ء
	حجۃ اللہ البالغۃ، کتاب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۹۵۳ء؛ المکتبۃ السلفیہ، لاہور غیر مورخہ
	فتح الرحمٰن بترجمۃ القرآن، لاہور وغیرہ
یاقوت حموی (م ۶۲۶/۱۲۲۹)	ارشاد الاریب، لائیڈن ۳۱-۱۹۰۷ء
	معجم البلدان، بیروت ۱۹۵۶ء
یحییٰ بن آدم (۲۰۳/۸۱۸)	کتاب الخراج، لائیڈن ۱۸۹۶ء
یعقوبی (احمد بن ابی یعقوب، م ۲۸۴/۸۹۷)	تاریخ الیعقوبی، بیروت ۱۹۶۰ء
	کتاب البلدان، لائیڈن ۱۸۶۰ء، قاہرہ ۱۹۵۵ء

اہم ثانوی کتابیں

ابوالکلام آزاد — رسول رحمت، دہلی ۱۹۸۲ء

احمد امین — فجر الاسلام، قاہرہ ۱۹۶۴ء
ضحی الاسلام، قاہرہ ۱۹۶۴ء

اکرم ضیاء عمری — المجتمع المدنی فی عهد النبوة، مدینہ ۱۹۸۳ء
السیرة النبویة الصحیحة، قطر ۱۹۹۱ء

ڈی، سی، ڈینیٹ (D.C.Dennett) — *Conversion and Poll-Tax in Early Islam*; کیمبرج ۱۹۵۰ء
اردو ترجمہ از غلام رسول مہر، لاہور ۱۹۷۱ء

ڈینیل پائپس (Daniel Pipes) — *Slave Soldiers and Islam*, ییل یونیورسٹی پریس ۱۹۸۱ء

ریوبن لیوی (Ruben Levy) — دی سوشل اسٹرکچر آف اسلام، کیمبرج ۱۹۵۰ء

سید امیر علی — *A Short History of the Saracens*، لندن ۱۹۵۱ء

سید سلیمان ندوی — سیرۃ النبی، دار المصنفین، اعظم گڑھ ۱۹۷۶ء، جلد سوم تا جلد ہفتم

شاہ محمد سلیمان منصور پوری — رحمۃ للعالمین، دہلی ۱۹۸۰ء

شاہ معین الدین احمد ندوی — تاریخ اسلام، اعظم گڑھ ۱۹۵۳ء

شبلی نعمانی — سیرۃ النبی، اعظم گڑھ ۱۹۷۶ء (اول، دوم)
الفاروق، دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۹۳ء

صالح احمد علی — تنظیمات الرسول الاداریة فی المدینة، بغداد ۱۹۶۰ء

عبدالعزیز دوری — بحث فی نشأة علم التاریخ عند العرب، بیروت ۱۹۶۰ء

فرانز روزنتھال (Franz Rosenthal) — *History of Muslim*

فرانسسکو جبرئیلی	Historiography، لائیڈن ۱۹۵۲ء
فلپ کے ہٹی (P.K.Hitti)	اے شارٹ ہسٹری آف دی عربس، لندن ۱۹۶۵ء
	دی ہسٹری آف دی عربس، لندن ۱۹۶۹ء
مارگولیتھ، ڈی، ایس	محمد اینڈ رائز آف اسلام، لندن ۱۹۰۵ء
محمد ادریس کاندھلوی	سیرۃ المصطفیٰ، دیوبند، غیر مورخہ
محمد حسین ہیکل	حیاۃ محمد ﷺ، قاہرہ ۱۹۵۲ء
محمد حمید اللہ	عہدِ نبوی کا نظام حکمرانی، حیدر آباد ۱۹۴۹ء
	محمد رسول اللہؐ، لاہور ۱۹۸۲ء (اردو؛ انگریزی)
	نبی اکرمؐ کی سیاسی زندگی، کراچی ۱۹۴۹ء
محمد یٰسین مظہر صدیقی	تاریخ تہذیب اسلامی، نئی دہلی، جلد اول ۱۹۹۴ء، جلد دوم ۱۹۹۸ء
	عہدِ نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، دہلی ۱۹۸۸ء،
	Organisation of Government Under the Prophet ﷺ دہلی ۱۹۸۷ء، لاہور ۱۹۸۸ء
	مقالاتِ سیرت، جرائد ورسائل
ولہاسن (Wellhausen)	Arab Kingdom and its Fall، لندن ۱۹۷۳ء
ولیم مونٹگمری واٹ (W.M.Watt)	محمد ایٹ مکہ، آکسفورڈ ۱۹۵۳ء؛
	محمد ایٹ مدینہ، آکسفورڈ ۱۹۵۶ء
ولیم میور (William Muir)	دی لائف آف محمد، ایڈنبرا ۱۹۲۳ء
	The Caliphate، بیروت ۱۹۶۳ء

چیدہ مقالاتِ سیرت

تحقیقاتِ اسلامی، علی گڑھ

۱-عہدِ نبوی کی مسلم معیشت میں اموالِ غنیمت کا تناسب، اکتوبر-دسمبر،۱۹۸۲ء

۲-کیا مہاجرینِ مکہ خالی ہاتھ مدینہ آئے تھے؟، اپریل-جون ۱۹۸۳ء

۳-عہدِ نبوی میں مسلم معیشت، اکتوبر-دسمبر،۱۹۸۳ء

۴-عہدِ نبوی میں فوجی تنظیم، عہدِ نبوی کا انتظامیہ، عہدِ نبوی کا مالی نظام، عہدِ نبوی کا مذہبی نظام-چار مقالات، جنوری ۱۹۸۵ء تا جنوری ۱۹۸۶ء

۵-مکی عہدِ نبوی میں مسلم آبادی-ایک تجزیاتی مطالعہ، اپریل تا ستمبر ۱۹۸۷ء

۶-معیشتِ نبوی مدینہ منورہ میں، اکتوبر ۱۹۸۹ء تا جنوری ۱۹۹۰ء

۷-معیشتِ نبوی مکی عہد میں، جولائی-ستمبر ۱۹۹۰ء

۸-ازواجِ مطہرات کے مکانات-ایک تجزیاتی مطالعہ، جنوری-مارچ ۱۹۹۱ء

۹-دعوتِ نبوی کے طریقے: ۱-۲، جنوری تا اپریل ۱۹۹۵ء

۱۰-نبوی دعوت و سیرت اور قریشی مجالس، جولائی-ستمبر ۱۹۹۵ء

۱۱-اسفار و غزواتِ نبوی میں ازواجِ مطہرات کی رفاقت، اکتوبر-دسمبر ۱۹۹۵ء

۱۲-عمِ نبوی زبیر بن عبدالمطلب اور سیرتِ نبوی، جولائی-ستمبر ۱۹۹۶ء

۱۳-محدثینِ کرام کی توقیتِ غزوات کا ایک تجزیہ، جنوری-مارچ ۱۹۹۷ء

۱۴-طاقت کے توازن کا قرآنی اصول، جولائی تا اکتوبر ۱۹۹۸ء

۱۵-سیرت نگاری کا صحیح منہج، اکتوبر-دسمبر ۲۰۰۱ء

۱۶-مکہ اور مدینہ کے تعلقات، جولائی-ستمبر ۲۰۰۲ء

۱۷-عہدِ نبوی میں سماجی تحفظ کا نظام، اکتوبر-دسمبر ۲۰۰۲ء

معارف، اعظم گڑھ

۱- بنو عبد مناف- عظیم تر متحدہ خاندانِ رسالت، فروری- مارچ ۱۹۹۶ء

۲- عہدِ نبوی میں رضاعت، جون- جولائی ۱۹۹۶ء

۳- مکی مواخاۃ- اسلامی معاشرہ کی اولین تنظیم، دسمبر ۱۹۹۷ء تا جنوری ۱۹۹۸ء

۴- حضرت ام ایمنؓ- رسولِ اکرم ﷺ کی انا، فروی- مارچ ۲۰۰۳ء

نقوش لاہور

۱- تاریخِ یعقوبی- سیرت نبوی کا ایک قدیم ماخذ، رسول نمبر ا،۱۹۸۲ء

۲- تاریخ اسلامی کے عہد ساز موڑ- بعثتِ نبوی، ۱۹۹۰ء

۳- تاریخ اسلامی کے عہد ساز موڑ- پیغامِ الٰہی ودعوتِ نبوی، ۱۹۹۱ء

۴- تاریخ اسلامی کے عہد ساز موڑ- تبلیغ واشاعت اسلام، ۱۹۹۲ء

۵- تاریخ اسلامی کے عہد ساز موڑ- خفیہ تبلیغ کے عہد کا تجزیہ، ۱۹۹۳ء

دیگر رسائل وجرائد

۱- بنو ہاشم وبنو امیہ کی رقابت کا تاریخی پس منظر، برہان دہلی، جنوری ۱۹۸۰ء

۲- بنو ہاشم اور بنو امیہ کے ازدواجی تعلقات، برہان دہلی، مئی تا اگست ۱۹۸۰ء

۳- شبلی کی سیرت النبی میں اضافات سلیمانی، مجموعہ مقالات، سید سلیمان ندوی علی گڑھ ۱۹۸۵ء

۴- سیرت نبوی کی ہمہ گیری، تہذیب الاخلاق علی گڑھ، ۱۹۸۶ء

۵- علامہ شبلی کی سیرت النبی کی معنویت، فکر ونظر علی گڑھ، ۱۹۸۹ء

۶- ازواج مطہرات کی تفسیری روایات- ایک تجزیاتی مطالعہ، علوم القرآن علی گڑھ، جولائی ۱۹۹۰ء تا جنوری ۱۹۹۱ء (اور متعدد دوسرے مقالات ومضامینِ سیرت)

مولانا ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی (ولادت ۲۶ر دسمبر ۱۹۴۴ء) نے قدیم اسلامی
علوم اور جدید عصری فنون کی تعلیم وتربیت ندوۃ العلماء، لکھنؤ یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں پائی۔ سیرت وکردار، ذہن وقلب اور فہم وادراک کا بنیادی مواد مدارس وجامعات نے فراہم کیا۔ مگر اصل تعمیر وتشکیل کا کارنامہ جہانِ سرسیدؒ نے انجام دیا۔ وہی حقیقی جولان گاہ علم وعمل ہے۔ پروفیسر، صدر شعبہ، ڈائریکٹر، ڈین اور دوسرے علمی اور انتظامی مناصب نے دنیاوی وجاہت عطا کی لیکن ان کا اصل سرمایۂ علم و وقار ان کا طالب علمانہ کردار ہے۔ ایازِ بے نوا نے دربارِ سلاطین میں بھی اپنے اصل مقام اور بنیادی حقیقت کو فراموش نہ کیا۔

قرآن وحدیث، فقہ وتاریخ اور دوسرے موضوعات پر کتب ومقالات لکھے اور نئی جہات سے روشناس کیا۔ سیرت نبوی کی تحریر ونگارش ان کا سرمایہ سعادت ہے۔ علوم وفنونِ اسلامی پر ان کی اعلیٰ معیاری کتابوں کی تعداد دو درجن کے قریب ہے اور مقالات کی تین سو کے لگ بھگ۔ قرآن و سیرت کی خدمت کے لئے دوبار نقوش ایوارڈ سے سرفراز ہو چکے ہیں اور اسلامی تاریخ نویسی کی خدمات کے صلہ میں پانچواں شاہ ولی اللہ ایوارڈ پا چکے ہیں۔ ان انعامات نے بلاشبہ حوصلہ افزائی کی ہے مگر اصل پشت پناہی اہل علم وعرفان کی اعتراف شناسی اور تکریم ہے۔ اسی نے جامعات ومدارس میں تقسیمِ اسناد، توسیعی خطبات اور صدارتوں سے بہرہ ور کیا ہے۔ اصل سعادت یہ ہے کہ سیرتِ نبوی اور قرآن وحدیث پر ان کی متعدد تالیفات ونگارشات بفضل الٰہی مکمل ہو چکی ہیں اور یہ سلسلہ فیضانِ ربانی برابر جاری ہے۔

شاہ ولی اللہؒ اکیڈمی

پھلت، ضلع مظفرنگر (یوپی)